اٰیاتها ۱۲۳ سُوْرَةُ هُوْدٍ مَكِّيَّةٌ ۱۱ رکوعاتها ۱۰

امام نحاس نے تاریخ میں، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے کئی طرق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ سورۂ ہود مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: سورۂ ہود مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔

امام دارمی، ابوداؤد نے مراسیل میں، ابوالشیخ، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سورۂ ہود جمعہ کے دن پڑھا کرو(1)۔

امام ابن منذر، طبرانی، ابوالشیخ، ابن مردویہ اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے مسروق کی سند سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا یہ قول بیان کیا ہے کہ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ آپ پر بڑھاپا بہت تیزی سے آیا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: سورۂ ہود، واقعہ، مرسلات، عم یتساءلون اور اذا الشمس نے مجھے بوڑھا کر دیا ہے(2)۔

امام بزار اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی سند سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا یہ قول بیان کیا ہے کہ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ آپ کی جانب بڑھاپا بہت تیزی سے بڑھا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: سورۂ ہود اور اس کی اخوات، واقعہ، الحاقہ، عم یتساءلون اور ہل اتاک حدیث الغاشیہ نے مجھے بوڑھا کر دیا ہے۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے عرض کی یارسول اللہ! ﷺ آپ کے سر کو کس شے نے بوڑھا کر دیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: سورۂ ہود اور اس کی اخوات نے بڑھاپے سے پہلے ہی مجھے بوڑھا کر دیا ہے۔ پھر آپ نے عرض کی: اس کی اخوات کون سی سورتیں ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا "اذا واقعت الواقعۃ، عم یتساءلون اور اذا الشمس کورت۔

امام سعید بن منصور اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب نے عرض کی: آپ کو بڑھاپے نے جلدی آلیا ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: سورۂ ہود اور مفصل میں سے اس کی اخوات نے مجھے بوڑھا کر دیا ہے(3)۔

امام ابن مردویہ اور ابن عساکر نے یزید الرقاشی کی سند سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ آپ کو بڑھاپے نے جلدی آلیا ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ سورۂ ہود اور اس کی اخوات یعنی الواقعہ، القارعہ، الحاقہ، اذا الشمس کورت اور سال سائل نے مجھے بوڑھا کر دیا ہے(4)۔

1۔ شعب الایمان، باب فی تعظیم القرآن، جلد 2، صفحہ 472، دارالکتب العلمیہ بیروت
2۔ تاریخ ابن عساکر، جلد 4، صفحہ 173، دارالفکر بیروت
3۔ سنن سعید بن منصور، جلد 5، صفحہ 370، دارالصمیعی الریاض
4۔ تاریخ ابن عساکر، باب ماورد فی شعرہ وشیبہ وخضابہ، جلد 4، صفحہ 174، دارالفکر بیروت

WWW.NAFSEISLAM.COM

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت ربیع بن ابی عبدالرحمٰن رحمہ اللہ کی سند سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے سنا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بارگاہ رسالت میں عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ آپ بوڑھے ہو چکے ہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: سورۂ ہود اور واقعہ نے مجھے بوڑھا کر دیا ہے(1)۔

امام ترمذی اور آپ نے اس روایت کو حسن قرار دیا ہے، ابن منذر، حاکم اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے البعث والنشور میں حضرت عکرمہ رحمہ اللہ کی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ آپ بوڑھے ہو گئے ہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: سورۂ ہود، واقعہ، مرسلات، عم یتساءلون اور اذا الشمس کورت نے مجھے بوڑھا کر دیا ہے۔ اسے سعید بن منصور، امام احمد نے الزہد میں، ابویعلی، ابن منذر اور ابن مردویہ نے حضرت عکرمہ سے مرسل روایت کیا ہے(2)۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت عطاء رحمہ اللہ کی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ بڑھاپے نے آپ کو جلدی آلیا ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں سورۂ ہود اور اس کی اخوات نے مجھے بوڑھا کر دیا ہے۔ حضرت عطاء رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس کی اخوات، اقتربت الساعۃ، المرسلات اور اذا الشمس کورت سورتیں ہیں(3)۔

امام ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ آپ تو بوڑھے ہو چکے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: سورۂ ہود، واقعہ، عم یتساءلون اور اذا الشمس کورت نے مجھے بوڑھا کر دیا ہے۔

امام طبرانی اور ابن مردویہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ کون سی شے نے آپ کو بوڑھا کر دیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: سورۂ ہود اور واقعہ نے(4)۔

امام طبرانی اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے صحیح سند کے ساتھ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ ایک آدمی نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ آپ بوڑھے ہو چکے ہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: سورۂ ہود اور اس کی اخوات نے مجھے بوڑھا کر دیا ہے(5)۔

امام طبرانی اور ابن مردویہ نے حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ کا یہ قول ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے سورۂ ہود اور اس کی اخوات یعنی الواقعہ، الحاقہ اور اذا الشمس کورت نے بوڑھا کر دیا ہے(6)۔

امام ابن مردویہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ حضور نبی مکرم ﷺ سے عرض کی گئی: آپ بوڑھے ہو گئے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے سورۂ ہود، اذا الشمس کورت اور ان دونوں کی اخوات نے بوڑھا کر دیا ہے۔

1۔ تاریخ ابن عساکر، باب ماورد فی شعرہ وشیبہ وخضابہ، جلد 4، صفحہ 164
2۔ سنن سعید بن منصور، جلد 5، صفحہ 372
3۔ تاریخ ابن عساکر، جلد 4، صفحہ 170
4۔ معجم کبیر، جلد 10، صفحہ 126، مکتبۃ العلوم والحکم بغداد
5۔ ایضاً، جلد 17، صفحہ 287
6۔ معجم کبیر، جلد 6، صفحہ 148، مکتبۃ العلوم والحکم بغداد

امام حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں، عبداللہ بن احمد نے زوائد الزہد میں، ابویعلی، طبرانی، ابوالشیخ، ابن مردویہ اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ ہم آپ کو دیکھ رہے ہیں کہ آپ بوڑھے ہو چکے ہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: سورۂ ہود اور اس کی اخوات نے مجھے بوڑھا کر دیا ہے(1)۔

امام ابن مردویہ اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ذکر کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو آپ کے صحابہ کرام نے عرض کی: آپ کو بڑھاپا جلدی آ پہنچا ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: سورۂ ہود اور مفصل میں سے اس کی اخوات نے مجھے بوڑھا کر دیا ہے(2)۔

امام ابن عساکر نے حضرت جعفر بن محمد سے اور انہوں نے اپنے باپ سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سورۂ ہود اور اس کی اخوات اور ان افعال نے جو مجھ سے پہلی امتوں نے کیے ان سب نے مجھے بوڑھا کر دیا ہے(3)۔

امام عبداللہ بن احمد نے زوائد الزہد میں اور ابوالشیخ نے ابوعمران الجونی رحمہم اللہ سے یہ بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سورۂ ہود اور اس کی اخوات، یوم قیامت کے ذکر اور سابقہ امتوں کے قصص و واقعات نے مجھے بوڑھا کر دیا ہے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے شعب الایمان میں ابوعلی سری رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ میں نے حضور نبی کریم ﷺ کو دیکھا اور عرض کی: یارسول اللہ ﷺ آپ سے یہ مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: مجھے سورۂ ہود نے بوڑھا کر دیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ تو میں نے عرض کی: کیا اس میں سے انبیاء کرام علیہم السلام کے قصص اور امتوں کے ہلاک ہونے کے واقعات نے آپ کو بوڑھا کر دیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد نے فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ (ہود:112) ''پس آپ ثابت قدم رہیے جیسے آپ کو حکم دیا گیا ہے''(4)۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

الٓرٰ ۚ كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ ۙ﴿۱﴾ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ۭ اِنَّنِيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ ۙ﴿۲﴾ وَّاَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُمَتِّعْكُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّيُؤْتِ كُلَّ ذِيْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ ۭ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ

1۔ معجم کبیر، جلد22، صفحہ123، مکتبۃ العلوم والحکم بغداد
2۔ تاریخ ابن عساکر، جلد4، صفحہ175، دار الفکر بیروت
3۔ ایضاً، جلد4، صفحہ176
4۔ شعب الایمان، باب فی تعظیم القرآن، جلد2، صفحہ472، دار الکتب العلمیہ بیروت

كَبِيْرٍ ۝۲ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۴

''الف، لام، را، یہ وہ کتاب ہے محفوظ و مستحکم بنادی گئی ہیں جس کی آیتیں۔ پھر ان کی وضاحت کردی گئی ہے بڑے دانا اور ہر چیز سے باخبر (خدا) کی طرف سے کہ تم نہ عبادت کرو مگر صرف اللہ کی۔ بے شک میں تمہیں اس کی طرف سے ڈرانے والا اور خوش خبری دینے والا ہوں اور یہ کہ مغفرت طلب کرو اپنے رب سے پھر (صدق دل سے) متوجہ ہو جاؤ اس کی طرف وہ لطف اندوز کرے گا تمہیں زندگی کی راحتوں سے اچھی طرح مقرر میعاد تک اور عطا کرے گا ہر زیادہ نیکی کرنے والے کو اس کی زیادہ نیکی (کا ثواب) اور اگر تم (یونہی) روگردان رہے تو میں اندیشہ کرتا ہوں تم پر بڑے دن کے عذاب سے اللہ تعالیٰ کی طرف ہی تمہیں لوٹ کر جانا ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے''۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن زید رحمہ اللہ نے یہ آیت پڑھی الٓرٰ ۣ كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ اور فرمایا یہ یعنی کہ سورۂ ہود ساری کی ساری مکی سورت ہے اور اسے مستحکم اور محفوظ بنا دیا گیا ہے۔ ثُمَّ فُصِّلَتْ فرمایا پھر حضرت محمد مصطفٰے علیہ الطیب التحیۃ والثناء کا ذکر فرمایا: اور اس میں آپ ﷺ اور آپ کے مخالفین کے درمیان فیصلہ فرمایا اور ساری آیت کو دو فریقوں کی مثل پڑھا۔ پھر حضرت نوح علیہ السلام اور پھر حضرت ہود علیہ السلام کی قوم کا ذکر کیا۔ پس یہی اس کی تفصیل ہے اور اس کا اول محکم ہے۔ زید بن اسلم نے کہا ہے کہ حضرت ابی رضی اللہ عنہ اسی طرح کہتے تھے۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ کی تفسیر میں کہا ہے کہ اسے مستحکم کیا گیا ہے، امر و نہی کے ساتھ اور وہ وعدہ و وعید کے ساتھ اس کی تفصیل بیان کی گئی ہے(1)۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فُصِّلَتْ کا معنی فسرت ہے یعنی اس کی تفسیر بیان کی گئی ہے(2)۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ اسی آیت کی تفسیر میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اسے باطل سے محفوظ کر دیا ہے پھر اپنے علم کے ساتھ اس کی تفصیل بیان فرمائی ہے اور حلال و حرام اور طاعت و معصیت کا تفصیلی ذکر کیا ہے اور مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ میں لَّدُنْ بمعنی عند ہے یعنی مِنْ عِنْدِ حَكِيْمٍ۔ (بڑے دانا کی جانب سے اس کی وضاحت کر دی گئی) يُّمَتِّعْكُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا کی وضاحت میں فرمایا: پس تم ان راحتوں میں ہو۔ لہٰذا تم اس سامان راحت کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کے حق کی معرفت کے ساتھ لے لو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ منعم (نعمتیں عطا فرمانے والا) ہے اور وہ شکر گزاروں کو بہت پسند کرتا ہے اور اہل شکر کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے مزید عطا کیا جاتا ہے اور یہی اس کا وہ فیصلہ ہے جو اس نے فرما دیا ہے اور اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى سے موت کا وقت مراد ہے وَيُؤْتِ كُلَّ ذِيْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ اور وہ آخرت

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 206، دار احیاء التراث العربی بیروت 2۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 207

میں (ہر زیادہ نیکی کرنے والے کو اس کی نیکی کا زیادہ ثواب عطا فرمائے گا)(1)

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے وَيُؤْتِ كُلَّ ذِي فَضْلٍ فَضْلَهُ کی تفسیر میں فرمایا: یعنی جتنا اس نے اپنے مال میں سے خرچ کیا، یا اس نے اپنے ہاتھ یا پاؤں یا کلام سے عمل کیا یا اس کے حکم سے جو اس نے اپنے مال کے سبب احسان کیا (اللہ تعالیٰ اس کا ثواب اسے عطا فرمائے گا)(2)

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے یہ تفسیر نقل کی ہے کہ وہ اسلام میں ہر زیادہ نیکی کرنے والے کو آخرت میں زیادہ درجات عطا فرمائے گا۔

ابن جریر نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ مفہوم بیان کیا ہے کہ جو کوئی ایک گناہ کرے اس پر ایک گناہ ہی لکھا جاتا ہے اور جو کوئی ایک نیکی کرے اس کے لیے دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ سو اگر اسے گناہ کی سزا دے دی گئی تو یہ دنیا میں اس کا عمل ہے۔ اس کے لیے دس نیکیاں باقی رہیں گی اور اگر دنیا میں اسے گناہ کی سزا نہ دی گئی تو اس کی دس نیکیوں میں سے ایک لے لی جائے گی اور اس کے لیے نو نیکیاں باقی رہیں گی۔ پھر آپ فرماتے ہیں: جس کی ایک دس پر غالب آ گئی وہ ہلاک ہو گیا(3)۔

اَلَآ اِنَّهُمْ يَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ لِيَسْتَخْفُوْا مِنْهُ ؕ اَلَا حِيْنَ يَسْتَغْشُوْنَ ثِيَابَهُمْ ۙ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَ مَا يُعْلِنُوْنَ ۚ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝۵

''سنو! وہ دوہرا کر رہے ہیں اپنے سینوں کو تا کہ چھپالیں اللہ تعالیٰ سے (اپنے دلوں کا بغض) سنتے ہو! جس وقت وہ خوب اوڑھ لیتے ہیں اپنے کپڑے تو اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو وہ چھپاتے ہیں اور جو وہ ظاہر کرتے ہیں۔ بلاشبہ وہ خود جاننے والا ہے جو کچھ سینوں میں (پوشیدہ) ہے''۔

امام بخاری، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت محمد بن عباد بن جعفر رحمہ اللہ کی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بیان کیا ہے کہ انہوں نے مذکورہ آیت پڑھی اور فرمایا لوگ خلوت اختیار کرنے سے حیا محسوس کرتے تھے کہ وہ اس راز کو آسمان تک ظاہر کر دیں۔ اور وہ اپنی عورتوں سے مجامعت کرنے میں حیا محسوس کرتے تھے کہ وہ اس راز کو آسمان تک ظاہر کر دیں۔ تو انہیں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی(4)۔

امام بخاری اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت عمرو بن دینار رحمہ اللہ کی سند سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس طرح قرأت کی ہے اَلَآ اِنَّهُمْ يَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ۔(5)

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر اور ابن منذر رحمہم اللہ نے حضرت ابوملیکہ رحمہ اللہ کی سند سے یہ ذکر کیا ہے کہ انہوں نے کہا:

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 09-08-207، (متفرقاً) 2۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 209 3۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 210
4۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 213 5۔ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، جلد 4، صفحہ 1723، دار ابن کثیر دمشق

میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ فرماتے سنا ہے: اَلَآ اِنَّهُمْ يَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ فرمایا وہ اپنی عورتوں کے پاس نہیں آتے تھے اور نہ ہی پیشاب کے لیے مگر اس طرح کہ وہ اپنے کپڑوں کے ساتھ اپنے آپ کو چھپا لیتے۔ اس لیے کہ وہ یہ ناپسند کرتے تھے کہ اپنی شرم گاہوں کو آسمان تک کھول دیں (1)۔

ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے عکرمہ کی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ آپ نے اَلَآ اِنَّهُمْ يَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ کی تفسیر میں فرمایا کہ وہ اللہ تعالیٰ اور برائی کے عمل میں شک کی بناء پر وہ اپنے سینوں کو دہرا کر رہے ہیں (2)۔

امام سعید بن منصور، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت عبداللہ بن شداد بن الہاد رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ منافقین میں کوئی جب حضور نبی مکرم ﷺ کے پاس سے گزرتا تو وہ اپنے سینے کو دہرا کر لیتا اور اپنے آپ کو اپنے کپڑے سے چھپا لیتا تا کہ آپ ﷺ اسے دیکھ نہ لیں۔ چنانچہ یہ آیت نازل ہوئی (3)۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ان کے سینے حق کے بارے میں شک وشبہ ہونے کی بنا پر تنگ ہوتے ہیں۔ لِيَسْتَخْفُوْا مِنْهُ تا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے چھپا لیں اگر وہ طاقت رکھیں (4)۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے: اَلَا حِيْنَ يَسْتَغْشُوْنَ جس وقت کہ وہ اپنے گھروں کے اندر رات کی تاریکی میں (اپنے کپڑے خوب اوڑھ لیتے ہیں) (5)

امام ابن ابی شیبہ، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت ابو رزین رحمہ اللہ سے اس آیت کے ضمن میں یہ بیان کیا ہے کہ ان میں سے کوئی اپنی پیٹھ کو ٹیڑھا کرتا تھا اور اپنے کپڑے سے ڈھانپ لیتا تھا (6)۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ وہ اپنے سینے جھکا لیتے تھے تا کہ وہ کتاب اللہ نہ سنیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اَلَا حِيْنَ يَسْتَغْشُوْنَ ثِيَابَهُمْ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ سنتے ہو! جو کچھ ابن آدم چھپاتا ہے جب کہ وہ اپنی پیٹھ ٹیڑھی کر لے اور اپنا کپڑا خوب اوڑھ لے اور اپنے ارادے کو اپنے دل میں چھپا لے۔ تو اللہ تعالیٰ اسے بھی جانتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ پر کوئی شے مخفی نہیں ہے (7)۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے ذکر کیا ہے کہ اَلَآ اِنَّهُمْ يَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ کہ جو کچھ وہ اپنے دلوں میں چھپاتے ہیں اَلَا حِيْنَ يَسْتَغْشُوْنَ ثِيَابَهُمْ يَعْلَمُ اور جو وہ رات اور دن کے اعمال کرتے ہیں (اللہ تعالیٰ انہیں خوب جانتا ہے) (8)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عطاء خراسانی رحمہ اللہ سے یہ مفہوم بیان کیا ہے: يَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ کا معنی ہے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 213، بیروت
2۔ ایضاً
3۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 211
4۔ ایضاً
5۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 212
6۔ ایضاً
7۔ ایضاً
8۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 213

WWW.NAFSEISLAM.COM

کہ وہ اپنے سروں کو جھکاتے ہیں اور اپنی پیٹھوں کو ٹیڑھا کرتے ہیں۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت محمد بن کعب رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے: اَلَا حِيْنَ يَسْتَغْشُوْنَ ثِيَابَهُمْ یعنی جب کہ (وہ یہ عمل کرتے ہیں) رات کی تاریکی میں اور لحاف میں چھپ کر۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ يَثْنُوْنَ کا معنی ہے يُكِبُّوْنَ۔ یعنی وہ اپنے سینوں کو کبڑا (دہرا) کر لیتے ہیں۔ اور يَسْتَغْشُوْنَ ثِيَابَهُمْ کا معنی ہے وہ اپنے سروں کو ڈھانپ لیتے ہیں۔

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا ؕ كُلٌّ فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝

''اور نہیں کوئی جاندار زمین میں مگر اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے اس کا رزق۔ وہ جانتا ہے اس کے ٹھہرنے کی جگہ کو اور اس کے امانت رکھے جانے کی جگہ کو۔ ہر چیز روشن کتاب میں (لکھی ہوئی) ہے''۔

امام ابوالشیخ نے حضرت ابوالخیر بصری سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی تو یہ گمان کرتا ہے کہ تو مجھ سے محبت کرتا ہے اور پھر صبح وشام میرے ساتھ بدگمانی بھی کرتا ہے۔ کیا تیرے لیے قابل اعتبار نہیں کہ اگر تو سات زمینیں پھاڑ ڈالے تو میں تجھے چیونٹی دکھاؤں گا کہ اس کے منہ میں گندم کا دانہ ہے اور میں نے اسے بھلایا نہیں۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس طرح بیان کیا ہے یعنی کسی جاندار کے پاس جو رزق بھی آتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے آتا ہے اور بسا اوقات وہ اسے رزق نہیں دیتا یہاں تک کہ وہ بھوکا مر جاتا ہے۔ لیکن اس کے لیے جو رزق بھی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے(1)۔

امام حکیم ترمذی رحمہ اللہ نے حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے یہ بیان کیا ہے کہ اشعریین یعنی ابوموسیٰ، ابو مالک اور ابو عامر نے اپنے میں سے ایک جماعت میں جب ہجرت کی تو وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور ان سے سامان خوراک ختم ہو گیا۔ تو انہوں نے اپنے ایک ساتھی کو رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں بھیجا تا کہ وہ آپ ﷺ سے کچھ لے آئے۔ چنانچہ جب وہ آپ ﷺ کے دروازے پر پہنچا تو اس نے آپ کو یہ آیت پڑھتے ہوئے سنا: وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا الآیہ۔ تو اس آدمی نے کہا: اشعریون اللہ تعالیٰ کے نزدیک چوپاؤں سے تو حقیر نہیں ہیں چنانچہ وہ لوٹ گیا۔ اور رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر نہ ہوا اور جا کر اپنے ساتھیوں کو کہا تمہیں بشارت ہو تمہارے پاس غوث آیا ہے۔ انہوں نے تو صرف یہی گمان کیا کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے ہیں کہ آپ ﷺ نے اس کے ساتھ یہ وعدہ فرمایا ہے۔ پس ابھی وہ اس کیفیت میں تھے کہ اچانک ان کے پاس دو آدمی آئے۔ وہ دونوں روٹی اور گوشت سے بھرے ہوئے پیالے اٹھائے ہوئے تھے۔ پس انہوں نے جو چاہا وہ کھالیا، پھر آپس میں ایک دوسرے کو کہا: اگر ہم یہ کھانا رسول اللہ ﷺ کو واپس لوٹا دیں تا کہ اس

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 5، دار احیاء التراث العربی بیروت

کے ساتھ آپ اپنی حاجت پوری کر سکیں۔ تو دو آدمیوں نے دو آدمیوں کو کہا یہ کھانا رسول اللہ ﷺ کے پاس لے چلو کیونکہ ہم تو اپنی حاجت پوری کر چکے ہیں۔ پھر وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس لے کر آئے اور عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ جو کھانا آپ نے بھیجا ہے ہم نے اس سے زیادہ اور اس سے لذیذ تر کوئی کھانا نہیں دیکھا ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: کیا میں نے تمہاری طرف کھانا بھیجا ہے؟ تو انہوں نے آپ ﷺ کو بتایا کہ انہوں نے اپنے ایک ساتھی کو بھیجا تھا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے پوچھا تو جو ہوا تھا اس نے وہ سب کچھ آپ ﷺ کے گوش گزار کر دیا۔ اور جو اس نے اپنے ساتھیوں کو جا کر کہا تھا وہ بھی عرض کر دیا تو سب سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ذٰلِكَ شَيْءٌ رَزَقَكُمُوْهُ اللّٰهُ۔ وہی شے ہے اللہ تعالیٰ نے تمہیں یہ رزق عطا فرمایا ہے(1)۔

امام عبد الرزاق، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: مُسْتَقَرَّهَا سے مراد پناہ لینے کی جگہ ہے اور مُسْتَوْدَعَهَا سے مراد مرنے کی جگہ ہے (یعنی اللہ تعالیٰ اس کے پناہ لینے کی جگہ اور مرنے کی جگہ کو بھی جانتا ہے)(2)

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابو صالح رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ رات کے وقت اس کے ٹھہرنے کی جگہ اور جہاں وہ مرے گا اس جگہ کو بھی جانتا ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا کے ضمن میں فرمایا ہے کہ اس کا رزق اس تک پہنچتا ہے جہاں بھی وہ ہو۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور حاکم رحمہم اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ معنی نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ارحام میں اس کے ٹھہرنے کی جگہ اور اس کے امانت رکھنے جانے کی جگہ یعنی جہاں وہ مرے گا کو بھی جانتا ہے اور حاکم نے کہا ہے کہ یہ روایت صحیح ہے(3)۔

امام حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں، حاکم اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے، ابن مردویہ اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کسی کی موت جس سرزمین میں ہو تو اس کا کوئی کام اس سرزمین میں مقدر کر دیا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ اس مخصوص جگہ کی انتہا تک پہنچتا ہے تو اس کی جان قبض کر لی جاتی ہے اور وہ زمین قیامت کے دن کہے گی: یہ ہے وہ جو تو نے میرے پاس امانت رکھا تھا(4)۔

وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ وَّ كَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ وَ لَئِنْ قُلْتَ اِنَّكُمْ

1۔ نوادر الاصول، باب فی ان ابا موسیٰ اوتی مزمارا من مزامیر آل داؤد، صفحہ 54-253، دار صادر بیروت

2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 6، دار احیاء التراث العربی بیروت

3۔ ایضاً

4۔ شعب الایمان، باب الصبر علی الصائب، جلد 7، صفحہ 172، دار الکتب العلمیہ بیروت

مَّبْعُوْثُوْنَ مِنْۢ بَعْدِ الْمَوْتِ لَيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝

''اور وہی (خدا) ہے جس نے پیدا فرمایا آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں۔ اور (اس سے پہلے) اس کا عرش پانی پر تھا (زمین اور آسمان پیدا کیے) تا کہ آزمائے تمہیں کہ تم میں سے کون اچھا ہے عمل کے لحاظ سے۔ اور اگر آپ (انہیں) کہیں کہ یقیناً تم اٹھائے جاؤ گے موت کے بعد تو ضرور کہیں گے وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا کہ نہیں ہے یہ مگر جادو کھلا ہوا''۔

امام احمد، بخاری، ترمذی، نسائی، ابوالشیخ نے العظمہ میں، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے الاسماء والصفات میں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ اہل یمن نے پوچھا: یارسول اللہ ﷺ ہمیں اس امر (کائنات) کی ابتدا کے بارے میں بتایئے یہ کیسے تھا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ہر شے سے پہلے تھا۔ اس کا عرش پانی پر تھا۔ اس نے ہر شے کا ذکر لوح محفوظ میں لکھ دیا اور آسمانوں اور زمین کو تخلیق فرمایا۔ اتنے میں ایک ندا دینے والے نے بلایا: اے ابن حصین! تیری اونٹنی چلی گئی۔ پس میں چلا گیا۔ جب کہ اس کے سامنے سراب یعنی صحراء کی ریت تھی جسے طے کر رہی تھی۔ قسم بخدا! میرے لیے پسندیدہ یہ تھا کہ میں اسے چھوڑ دیتا(1)۔

امام طیالسی، احمد، ترمذی اور آپ نے اس روایت کو حسن قرار دیا ہے، ابن ماجہ، ابن جریر، ابن منذر، ابوالشیخ نے العظمہ میں، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے الاسماء والصفات میں حضرت ابورزین رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: میں نے عرض کی یارسول اللہ! ﷺ اپنی مخلوق کو پیدا کرنے سے پہلے ہمارا رب کہاں تھا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: وہ عماء میں تھا اس کے نیچے بھی ہوا تھی اور اس کے اوپر بھی ہوا تھی اور اس نے اپنا عرش پانی پر تخلیق فرمایا۔ امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اَلْعَمَاءُ اَیْ لَیْسَ مَعَهٗ شَیْءٌ۔ یعنی عماء سے مراد وہ ہے جس کے ساتھ اور کوئی شے نہ ہو (یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات موجود تھی جب کہ اور کوئی شے نہ تھی)(2)

امام مسلم، ترمذی اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کی تخلیق سے پچاس ہزار برس پہلے تمام مخلوق کی تقادیر کو مقدر فرما دیا۔ اس وقت اس کا اپنا عرش پانی پر تھا(3)۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن حبان، ابوالشیخ نے العظمہ میں، حاکم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک قوم حاضر ہوئی اور عرض کی: ہم حاضر ہوئے ہیں تا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کو سلام عرض کریں اور آپ سے دین کی تعلیم حاصل کریں اور ہم آپ ﷺ سے اس کائنات کی ابتدا کے

1۔ مسند امام احمد، جلد 4، صفحہ 32-431، دار صادر بیروت 2۔ سنن ترمذی، ابواب التفسیر، جلد 5، صفحہ 269، القاہرہ
3۔ صحیح مسلم مع شرح نووی، باب حجاج آدم وموسیٰ علیہما السلام، جلد 16، صفحہ 166، دار الکتب العلمیہ بیروت

بارے میں پوچھیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی ذات موجود تھی اور اس کے سوا کوئی شے نہ تھی اور اس کا عرش پانی پر تھا۔ اور اس نے ہر شی الذکر (لوح محفوظ) میں لکھ دی پھر اس نے سات آسمانوں کو تخلیق فرمایا۔ پھر ایک آنے والا میرے پاس آیا اور اس نے کہا: تیری ناقہ چلی گئی ہے پس میں نکل گیا اور اس کے سامنے سراب (صحرا کی ریت) طے ہو رہا تھا۔ سو میں نے پسند کیا کہ میں نے اسے چھوڑ دیا ہوتا(1)۔

امام عبدالرزاق نے مصنف میں، فریابی، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ، حاکم اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور بیہقی رحمہم اللہ نے الاسماء والصفات میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت بیان کی ہے کہ ان سے ارشاد باری تعالیٰ وَّكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ کے بارے پوچھا گیا کہ وہ کون سی شے پر تھا؟ تو آپ نے فرمایا۔ وہ سطح ہوا پر تھا(2)۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے اس کے ضمن میں یہ قول بیان کیا ہے۔ کہ کسی اور شے کو پیدا کرنے سے قبل آپ کا عرش پانی پر تھا(3)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ دونوں نے حضرت ربیع بن انس رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اس کا عرش پانی پر تھا پس جب اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا اور اس پانی کو دو قسموں میں تقسیم فرما دیا۔ پس ایک حصہ کو پتھر کی صورت میں عرش کے نیچے رکھ دیا اور وہی ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ہے۔ اس سے ایک قطرہ بھی نہیں گرے گا۔ یہاں تک کہ صور میں پھونک دیا جائے گا (یعنی قیامت برپا ہو جائے گی) سو اس سے شبنم کی مثل (باریک قطرے) نازل ہوں گے اور اس سے اجسام زندہ ہوں گے اور اللہ تعالیٰ نے دوسرے نصف کو سب سے نچلی زمین کے نیچے رکھ دیا۔

امام داؤد بن محبر نے کتاب العقل میں، ابن جریر، ابن ابی حاتم، حاکم نے تاریخ میں اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا تو میں نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ اس کا معنی کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: تاکہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے عقل کے اعتبار سے کون اچھا ہے؟ پھر فرمایا: تم میں سے عقل کے اعتبار سے کون زیادہ حسین ہے جو اللہ تعالیٰ کی محارم سے زیادہ بچنے والا ہے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری کو زیادہ جاننے والا ہے۔ ''قَالَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَقْلًا ثُمَّ قَالَ وَاَحْسَنُكُمْ عَقْلًا، اَوْرَعُكُمْ عَنْ مَّحَارِمِ اللّٰهِ وَاَعْلَمُكُمْ بِطَاعَةِ اللّٰهِ''(4)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن جریج رحمہ اللہ نے کہا لِيَبْلُوَكُمْ یعنی تاکہ جن وانس کو آزمائے(5)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے ''لِيَبْلُوَكُمْ اَىْ لِيَخْتَبِرَكُمْ۔ تاکہ وہ تمہیں آزمائے۔ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا تم میں سے عقل کے اعتبار سے کون کامل ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے ذکر کیا ہے کہ حضرت سفیان نے کہا یہ معنی ہے: تم میں سے کون دنیا سے زیادہ دور رہنے والا ہے۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 9، داراحیاء التراث العربی بیروت 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 8
4۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 10 5۔ ایضاً

رہا یہ ارشاد گرامی وَلَئِنْ قُلْتَ اِنَّكُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ مِنْۢ بَعْدِ الْمَوْتِ لَيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ تو ابو الشیخ نے زائدہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ سلمان بن موسیٰ نے سورۂ ہود میں ساتویں آیت کے اختتام پر سَاحِرٌ مُّبِيْنٌ پڑھا ہے۔

وَلَئِنْ اَخَّرْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِلٰٓى اُمَّةٍ مَّعْدُوْدَةٍ لَّيَقُوْلُنَّ مَا يَحْبِسُهٗ ؕ اَلَا يَوْمَ يَاْتِيْهِمْ لَيْسَ مَصْرُوْفًا عَنْهُمْ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝۸ وَلَئِنْ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً ثُمَّ نَزَعْنٰهَا مِنْهُ ۚ اِنَّهٗ لَيَـُٔوْسٌ كَفُوْرٌ ۝۹ وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ نَعْمَآءَ بَعْدَ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ ذَهَبَ السَّيِّاٰتُ عَنِّىْ ؕ اِنَّهٗ لَفَرِحٌ فَخُوْرٌ ۝۱۰ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ۝۱۱ فَلَعَلَّكَ تَارِكٌ بَعْضَ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ وَضَآئِقٌ بِهٖ صَدْرُكَ اَنْ يَّقُوْلُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ جَآءَ مَعَهٗ مَلَكٌ ؕ اِنَّمَآ اَنْتَ نَذِيْرٌ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ وَّكِيْلٌ ؕ ۝۱۲ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝۱۳ فَاِلَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ وَاَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝۱۴

”اور اگر ہم ملتوی کر دیں ان سے عذاب کچھ عرصہ تک تو (از راہ مذاق) کہیں گے کہ کس چیز نے روک دیا ہے اس عذاب کو۔ وہ کان کھول کر سن لیں جس دن عذاب آجائے گا ان پر تو نہیں پھیرا جا سکے گا ان سے اور گھیرے گا انہیں وہ (عذاب) جس کا وہ تمسخر اڑایا کرتے تھے اور اگر ہم چکھائیں کسی انسان کو اپنی طرف سے رحمت (کا مزہ) پھر ہم چھین لیں اس رحمت کو اس سے تو وہ بڑا مایوس (اور) ناشکرا بن جاتا ہے۔ اور اگر ہم چکھاتے ہیں اسے کوئی نعمت اس تکلیف کے بعد جو اسے پہنچی تو وہ کہہ اٹھتا ہے کہ دور ہو گئیں سب تکلیفیں مجھ سے۔ بے شک وہ بڑا خوش ہونے والا اترانے والا ہے۔ مگر وہ لوگ جو صبر کرتے ہیں اور نیک کام کرتے ہیں (وہ ایسے کم ظرف نہیں ہوتے) وہی ہیں جن کے لیے بخشش بھی ہے اور بڑا اجر بھی پس کیا یہ ہو سکتا ہے کہ آپ چھوڑ دیں کچھ حصہ اس کا

جو وحی کی جاتی ہے آپ کی طرف اور تنگ ہو جائے اس کے ساتھ آپ کا سینہ (اس اندیشہ سے) کہ کافر یہ کہیں گے کہ کیوں نہ اتارا گیا اس پر خزانہ یا کیوں نہ آیا اس کے ساتھ کوئی فرشتہ، آپ تو صرف ڈرانے والے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا نگہبان ہے۔ کیا کفار کہتے ہیں کہ اس نے یہ (قرآن خود) گھڑ لیا ہے۔ آپ فرمایئے (اگر ایسا ہے) تو تم بھی لے آؤ دس سورتیں اس جیسی گھڑی ہوئی اور بلا لو (اپنی مدد کے لیے) جس کو بلا سکتے ہو اللہ تعالیٰ کے سوا اگر تم (اس الزام تراشی میں) سچے ہو۔ پس اگر وہ نہ قبول کریں تمہاری دعوت تو پھر جان لو کہ یہ قرآن محض علم الٰہی سے اتارا گیا ہے اور (یہ بھی جان لو کہ) نہیں کوئی معبود سوائے اللہ تعالیٰ کے۔ پس کیا (اب) تم اسلام لے آؤ گے؟''۔

امام ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا: جب یہ آیت نازل ہوئی اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ (الانبیاء: 1) ''قریب آ گیا ہے لوگوں کے لیے ان کے (اعمال کے) حساب کا وقت''۔ تو لوگوں نے کہا: بے شک قیامت قریب آ گئی ہے پس وہ رک گئے اور وہ تھوڑا سا وقت رکے رہے اور پھر اپنے برے اعمال کی طرف لوٹ آئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: اَتٰۤى اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ (النحل: 1) ''قریب آ گیا ہے حکم الٰہی پس اس کے لیے عجلت نہ کرو''۔ تو لوگوں نے کہا: یہ اہل ضلالت ہیں، اللہ تعالیٰ کا حکم قریب آ گیا ہے۔ تو لوگ (برے اعمال) سے باز آ گئے۔ لیکن پھر اپنے مکر و فریب اور بری تدبیروں کی طرف لوٹ آئے۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نال فرمائی: وَلَئِنْ اَخَّرْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِلٰۤى اُمَّةٍ مَّعْدُوْدَةٍ۔

امام ابن جریر اور ابن منذر نے اِلٰۤى اُمَّةٍ مَّعْدُوْدَةٍ کا معنی بیان کیا ہے: اِلٰى اَجَلٍ مَعْدُوْدٍ۔ یعنی معین وقت تک (1)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے کہ لَيَقُوْلُنَّ مَا يَحْبِسُهٗ کے بارے میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا وہ اسے جھٹلاتے ہوئے کہیں گے کس چیز نے اس عذاب کو روک دیا ہے حالانکہ ایسی کوئی شے نہیں ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیان کیا ہے کہ وہ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ کے ضمن میں کہتے ہیں کہ وہ عذاب واقع ہوا جس کے ساتھ وہ استہزاء اور تمسخر کرتے رہے۔

امام ابن جریر اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے وَلَئِنْ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً..... الآیہ۔ کے ضمن میں حضرت ابن جریج سے یہ قول بیان کیا ہے: اے ابن آدم! جب تیرے پاس خوش حالی اور امن و عافیت جیسی اللہ تعالیٰ کی نعمتیں موجود ہوں تو تو ان کی ناشکری کرتا ہے۔ اور جب وہ نعمتیں تجھ سے چھین لی جائیں اور رب کریم تجھے ان سے فارغ کر دے تو پھر تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے مایوس اور اس کی رحمت سے بالکل ناامید ہو جاتا ہے۔ اسی طرح منافق اور کافر کا معاملہ ہے اور ارشاد ربانی وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ نَعْمَآءَ سے لے کر ذَهَبَ السَّيِّاٰتُ عَنِّيْ تک کی تفسیر میں فرمایا: تو یہ اسے اللہ تعالیٰ کے بارے میں دھوکہ دیتی ہیں اور اسے اللہ تعالیٰ کے خلاف جرات دلاتی ہے۔ اس طرح وہ انتہائی خوش ہو جاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اس طرح خوش ہونے والوں کو پسند

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 11، دار احیاء التراث العربی بیروت

نہیں کرتا۔ اور وہ تکبر کرتا ہے اور اس پر اتراتا ہے جو نعمت اسے عطا کی گئی ہے اور جو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہیں کرتا۔ پھر اس حکم سے استثناء کرتے ہوئے فرمایا اِلَّا الَّذِیْنَ صَبَرُوْا اگر وہ لوگ جو ابتلاء اور آزمائش کے وقت صبر کرتے ہیں وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور نعمت وفضل کے وقت اعمال صالحہ کرتے ہیں۔ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ ان کے لیے ان کے گناہوں کی بخش بھی ہے وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ اور بہت بڑا اجر یعنی جنت بھی ہے۔ فَلَعَلَّكَ تَارِكٌ بَعْضَ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ یعنی اگر آپ اس میں وہ کریں گے جس کا آپ کو حکم دیا گیا ہے اور اس کی طرف دعوت دیں گے جس کے لیے آپ کو بھیجا گیا ہے۔ اَنْ يَّقُوْلُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ كَنْزٌ ''کہ وہ کہیں گے کیوں نہ اتارا گیا اس پر خزانہ''۔ جب کہ آپ اس کے ساتھ مال نہیں پائیں گے۔ اَوْ جَآءَ مَعَهٗ مَلَكٌ ''کیوں نہ آیا اس کے ساتھ فرشتہ''۔ جو اس کے ساتھ ڈراتا۔ اِنَّمَآ اَنْتَ نَذِيْرٌ آپ تو صرف ڈرانے والے ہیں۔ پس جو آپ کو حکم دیا گیا ہے آپ وہ پہنچایئے کیونکہ آپ تو صرف رسول ہیں۔ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ تحقیق کفار نے یہ کہا (کہ اس نے یہ قرآن خود گھڑ لیا ہے) قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ تو تم بھی قرآن کی مثل دس سورتیں لے آؤ۔ وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ (بقرہ:23) کہ وہ شہادت دیں یہ قرآن کی مثل ہیں(1)۔

امام ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ یہ خطاب حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو ہے (پس کیا اب تم اسلام لے آؤ گے)(2)

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَهُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ ۝۱۵ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ ۖ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝۱۶

''جو طلب گار ہیں دنیوی زندگی اور اس کی زیب وزینت کے تو ہم پورا بدلہ دیں گے انہیں ان کے اعمال کا اس زندگی میں اور انہیں اس میں نقصان نہیں اٹھانا پڑے گا یہ وہ لوگ ہیں نہیں ہے جن کے لیے آخرت میں مگر آگ اور اکارت گیا جو کچھ انہوں نے دنیا میں کیا اور (درحقیقت) مٹ جانے والا تھا جو وہ کیا کرتے تھے''۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آیت کریمہ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا یہود اور نصاریٰ کے بارے میں نازل ہوئی(3)۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ دونوں نے حضرت عبداللہ بن معبد رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ ایک آدمی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس کھڑا ہوا اور عرض کی: ہمیں ان آیات کے بارے میں بتایئے۔ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا سے لے کر تا قول وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ تو آپ نے جواب فرمایا: تو ہلاک ہو جائے۔ یہ اس کے لیے ہیں جو دنیا کا طلب گار ہے اور آخرت کا طلب گار نہیں۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 14-13-12، بیروت (متفرقاً) 2۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 18 3۔ ایضاً

امام نحاس رحمہ اللہ نے ناسخ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس طرح بیان کیا ہے مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا جو طلب گار ہیں دنیوی زندگی کے ثواب کے وَ زِيْنَتَهَا اور اس کے مال کے نُوَفِّ اِلَيْهِمْ تو ہم انہیں ان کے اعمال کا ثواب صحت اور اہل، مال اور اولاد کی خوشی کی صورت میں کثرت سے دیں گے۔ وَ هُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ اور انہیں اس میں نقصان نہیں اٹھانا پڑے گا۔ پھر اسے اس آیت نے منسوخ کر دیا مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ..... الآیہ (الاسراء:18) ابوالشیخ نے حضرت سدی رحمہ اللہ تعالیٰ سے اسی طرح بیان کیا ہے۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جس کسی نے عمل صالح کیا دنیا کی طلب میں چاہے وہ روزہ ہو، نماز ہو یا رات کے وقت نماز تہجد ہو تو اس کا وہ عمل صرف دنیا کی طلب کے لیے ہی ہوگا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: یا وہ عمل جس کا ثواب اس نے دنیا میں طلب کیا۔ تو جو عمل وہ کر رہا تھا اسے اس نے خراب کر دیا اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا (2)۔

امام ابن ابی شیبہ، ہناد اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے اسی آیت کے ضمن میں حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اس سے مراد وہ آدمی ہے جو دنیا کے لیے عمل کرتا ہے اور اس سے اللہ تعالیٰ کی رضا کا طالب نہیں ہوتا۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ یہ آیت اہل شرک کے بارے نازل ہوئی ہے۔

امام ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ دونوں نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اس آیت میں ریا کاروں کا ذکر ہے (2)۔

امام ترمذی اور آپ نے اس روایت کو حسن قرار دیا ہے، ابن جریر، ابن منذر اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ قیامت کے دن سب سے پہلے ایک ایسے آدمی کو بلایا جائے گا جس کے سینے میں قرآن کریم جمع ہوگا (یعنی وہ قرآن کا حافظ ہوگا) اللہ تعالیٰ اسے فرمائے گا کیا میں نے تجھے اس کا علم نہیں دیا تھا جو میں نے اپنے رسول معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل فرمایا؟ تو وہ عرض کرے گا کیوں نہیں اے میرے پروردگار! تو پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: جو میں نے تجھے سکھایا اس کے مطابق تو نے عمل کیسے کیا؟ تو وہ عرض کرے گا: اے میرے رب! میں رات دن اسے پڑھتا رہا۔ تو اللہ تعالیٰ اسے فرمائے گا: تو نے جھوٹ بولا ہے اور ملائکہ بھی کہیں گے تو نے جھوٹ بولا ہے بلکہ تو نے تو یہ ارادہ کیا کہ یہ کہا جائے گا فلاں بہت اچھا قاری ہے (پڑھنے والا ہے) سو وہ کہہ دیا گیا چلا جا آج کے دن تیرے لیے ہمارے پاس اجر میں کوئی شے نہیں ہے۔ پھر مال دار شخص کو بلایا جائے گا۔ تو اللہ تعالیٰ اسے فرمائے گا: اے میرے بندے! کیا میں نے تجھ پر احسان نہیں فرمایا تھا اور تجھے مال کی فراوانی اور خوشحالی عطا نہیں کی تھی؟ تو وہ عرض کرے گا: کیوں نہیں اے میرے پروردگار! تو رب کریم فرمائے گا جو میں نے تجھے عطا فرمایا تو نے اس کے مطابق عمل کس طرح کیا؟ تو وہ عرض کرے گا: اے میرے رب! میں رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کرتا رہا اور صدقہ و خیرات اور

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 16، بیروت 2۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 18

دیگر ایسے ہی معاملات کرتا رہا۔ تو اللہ تعالیٰ اسے فرمائے گا: تو نے جھوٹ بولا ہے۔ بلکہ تیرا ارادہ تو یہ تھا کہ یہ کہا جائے فلاں بڑا سخی ہے۔ سو اس طرح کہا گیا۔ چلا جا آج کے دن تیرے لیے ہمارے پاس کوئی اجر نہیں ہے پھر ایک مقتول کو بلایا جائے گا۔ تو اس کو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اے میرے بندے! تجھے کون سے جرم میں قتل کیا گیا؟ تو وہ عرض کرے گا: اے میرے رب! صرف تیری رضا میں اور تیری راہ میں۔ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تو نے جھوٹ کہا ہے اور ملائکہ بھی کہیں گے۔ تو نے جھوٹ بولا ہے: بلکہ تو نے تو یہ ارادہ کیا تھا کہ یہ کہا جائے فلاں بڑا بہادر اور جری ہے۔ سو ایسا کہہ دیا گیا۔ تو چلا جا آج کے دن تیرے لیے ہمارے پاس کوئی اجر نہیں ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہی تین قسم کے لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے زیادہ شریر اور برے ہیں۔ قیامت کے دن انہیں کے ساتھ جہنم بھڑکائی جائے گی۔ حضرت معاویہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ وَ بٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ تک آیت پڑھی (1)۔

امام بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب قیامت کا دن ہوگا تو میری امت تین فرقوں میں تقسیم ہوگی۔ ایک گروہ وہ ہے جو خالص اللہ تعالیٰ کے لیے عبادت کرتے ہیں۔ ایک گروہ وہ ہے جو اس لیے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں تاکہ اس کے سبب وہ دنیا کو پالیں اور ایک گروہ وہ ہے جو صرف دکھاوے اور ریاکاری کے لیے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں۔ پس وہ گروہ جو دنیا کو پانے کے لیے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں اسے اللہ تعالیٰ فرمائے گا مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم! تو نے میری عبادت سے کیا ارادہ کیا؟ تو وہ عرض کرے گا: دنیا کا۔ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا جو کچھ تو نے جمع کیا بالیقین وہ تجھے نفع نہیں دے گا اور نہ تو اس کی طرف لوٹ کر جائے گا۔ اسے جہنم کی طرف لے چلو۔ پھر وہ گروہ جو ریاکاری کے لیے عبادت کرتا ہے اسے فرمائے گا مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم! تو نے میری عبادت سے کیا ارادہ کیا؟ تو وہ جواباً کہے گا ریا اور دکھاوا۔ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا تیری وہ عبادت جس کے ساتھ تو ریاکاری کرتا رہا اس میں سے کوئی بھی میری بارگاہ تک بلند نہیں ہوگی اور نہ آج وہ تجھے نفع دے گی۔ اسے جہنم کی طرف لے چلو۔ پھر وہ گروہ جو خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے عبادت کرتا رہا۔ اس سے اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میری عزت وجلال کی قسم! تو نے میری عبادت سے کیا ارادہ کیا ہے؟ تو وہ عرض کرے گا: تیری عزت وجلال کی قسم! تو مجھ سے زیادہ بہتر جانتا ہے کہ میں صرف تیری رضا کے لیے اور تیرے دار کے لیے عبادت کرتا رہا۔ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میرے بندے نے سچ کہا ہے۔ لہٰذا اسے جنت کی طرف لے چلو (2)۔

امام علامہ بیہقی رحمہ اللہ نے شعب الایمان میں حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن لوگوں کے درمیان سے کچھ لوگوں کو جنت کی طرف لایا جائے گا۔ یہاں تک کہ جب وہ اس کے قریب ہو جائیں گے وہ اس کی خوشبو کو پانے لگیں گے اور اس کے محلات کی طرف دیکھنے لگیں گے اور ہر اس شے کی طرف دیکھیں گے جو اللہ تعالیٰ نے جنت میں اہل جنت کے لیے تیار فرما رکھی ہے۔ تو وہ کہیں گے: اے ہمارے رب! اگر تو ہمیں یہ دکھانے سے قبل جہنم میں داخل کر دیتا۔ جو کہ تو نے ہمیں ثواب اور جو کچھ تو نے اپنے اولیاء (دوستوں) کے لیے تیار کر رکھا ہے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 18، بیروت 2۔ شعب الایمان، باب فی اخلاص العمل وترک الریا، جلد 5، صفحہ 327، دار الکتب العلمیہ بیروت

اور ہمیں دکھایا ہے۔ تو وہ ہمارے لیے زیادہ آسان تھا۔ تو رب کریم فرمائے گا: میں نے اس سے ارادہ ہی یہ کیا ہے کہ جب تم خلوت میں ہوتے تھے تو تم عظمت وشرف میں میرا مقابلہ کرتے تھے اور جب تم لوگوں سے ملتے تو تم انہیں اس حال میں ملتے کہ تم انتہائی حقیر اور پست ہوتے تھے اور تم میری جلالت شان کا اعتراف نہ کرتے۔ تم نے لوگوں کے لیے چھوڑا ہے۔ میرے لیے نہیں چھوڑا۔ پس آج میں تمہیں ثواب سے محروم کرنے کے ساتھ ساتھ دردناک عذاب چکھاؤں گا(1)۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے اس آیت مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَ زِيْنَتَهَا ..... الآیہ کی یہ تفسیر بیان کی ہے کہ انہیں ان اعمال کا ثواب (بدلہ) دنیا میں دیا جائے گا جو انہوں نے کیے۔ اور آخرت میں ان کے لیے کوئی شے نہیں ہوگی۔ اور یہ سورۂ روم کی اس آیت کی طرح ہے: وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّيَرْبُوَا۟ فِيْٓ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ (الروم:39) ''اور جو روپیہ تم دیتے ہو بیاج پر تا کہ وہ بڑھتا رہے لوگوں کے مالوں میں (سن لو!) اللہ کے نزدیک یہ نہیں بڑھتا''۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ اس آیت کی تفسیر میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: وہ آدمی جس کا ارادہ، فکر، طلب نیت اور حاجت صرف دنیا ہو اللہ تعالیٰ اس کی نیکیوں کا بدلہ اسے دنیا میں عطا فرمادے گا۔ پھر اسے آخرت میں اس طرح پہنچائے گا کہ اس کے لیے کوئی نیکی نہیں ہوگی۔ رہا بندۂ مومن! تو اسے دنیا میں اس کی نیکیوں کی جزا دی جاتی ہے اور آخرت میں ان پر ثواب دیا جائے گا اور وَهُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ کا معنی ہے کہ آخرت میں ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ تفسیر بیان کی ہے وہ آدمی جو دنیا کے لیے عمل کرتا ہے اور اس سے اللہ تعالیٰ کی رضا کا قصد نہیں کرتا تو جو عمل اس نے کیا ہے تو اللہ تعالیٰ دنیا میں اس عمل کو اس کے لیے پورا فرمادے گا۔ اسی لیے فرمایا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَهُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ یعنی وہ نقصان اٹھانے والے نہیں ہوں گے۔ مفہوم یہ ہے کہ جو اعمال انہوں نے کیے انہیں ان پر پورا پورا اجر عطا کیا جائے گا۔

ابوالشیخ نے میمون بن مہران سے بیان کیا ہے کہ جو کوئی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنا مقام ومرتبہ جاننے کا ارادہ کرتا ہے تو اسے اپنے عمل کی طرف دیکھنا چاہیے۔ کیونکہ جیسا وہ عمل کر رہا ہے اس عمل کے مطابق اس کا مقام ہوگا۔ کسی مومن یا کافر کا کوئی نیک عمل نہیں ہے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کا بدلہ عطا فرمائے گا۔ پس مومن کو دنیا اور آخرت میں جتنی چاہے گا جزا عطا فرمائے گا۔ رہا کافر! تو اسے صرف دنیا میں اس کی جزا دیتا ہے پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَ زِيْنَتَهَا۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ یعنی طیباتھم یعنی ہم انہیں ان کے اچھے اعمال کا پورا بدلہ دیں گے۔

امام ابوالشیخ نے ذکر کیا ہے کہ نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا کے ضمن میں حضرت ابن جریر رحمہ اللہ نے کہا: ہم دنیا میں ان کے لیے ہر اچھائی جلدی لائیں گے جو ان کے لیے دنیا میں ہوگی۔ اور جو اچھائیاں انہیں عطا نہ کی گئی ان کے سبب ان پر کوئی

1۔ شعب الایمان، باب فی اخلاص العمل وترک الریا، جلد 5، صفحہ 327، بیروت

ظلم اور زیادتی نہیں کی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ کوئی ظلم نہیں کیا کیونکہ انہوں نے عمل ہی صرف دنیا کے لیے کیا۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے اسی آیت کے تحت یہ قول نقل کیا ہے: تو اس کے لیے جلدی کی جائے گی جس کا عمل قبول نہیں کیا جائے گا(1)۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے وَحَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا کے تحت کہا: جو انہوں نے خیر اور نیکی کا کام کیا وہ اکارت گیا۔ ''وبطل'' اور آخرت میں باطل ہے وہاں ان کے لیے کوئی جزا نہیں ہوگی۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابو مالک سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حَبِطَ بمعنی بطل ہے یعنی مٹ جانا۔ ضائع ہو جانا۔

امام ابو عبید اور ابن منذر رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے اس طرح قرأت کی ہے۔ وَ بٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۔

اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰٓى اِمَامًا وَّ رَحْمَةً ؕ اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ؕ وَ مَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ مِنَ الْاَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهٗ ۚ فَلَا تَكُ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ ۫ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۷﴾

''تو کیا وہ شخص (انکار کر سکتا ہے) جس کے پاس روشن دلیل ہو اپنے رب کی طرف سے اور اس کے پیچھے ایک سچا گواہ بھی آ گیا ہو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور اس سے قبل کتاب موسیٰ بھی آ چکی ہو جو امام اور سراپا رحمت ہے؟ (قطعاً نہیں بلکہ) یہ لوگ تو ایمان لائیں گے اس پر، اور جو کفر کرے اس کے ساتھ مختلف گروہوں سے تو آتش (جہنم) ہی اس کے وعدہ کی جگہ ہے۔ پس (اے سننے والے!) نہ پڑ جا شک میں اس کے متعلق، بلاشبہ یہ حق ہے تیرے رب کی طرف سے لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے''۔

امام ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور ابو نعیم رحمہم اللہ نے المعرفہ میں بیان کیا ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: قریش میں سے کوئی آدمی بھی نہیں ہے مگر اس کے بارے میں قرآن کریم کا ایک طائفہ (چند آیات) نازل ہوا۔ تو ایک آدمی نے پوچھا: آپ کے بارے میں کیا نازل ہوا ہے؟ فرمایا: کیا تو سورۂ ہود نہیں پڑھتا اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ پس رسول اللہ ﷺ اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل ہیں اور میں ان کی جانب سے سچا گواہ ہوں۔

امام ابن مردویہ اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس آیت کے بارے میں یہ بیان کیا ہے: کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے رب کی جانب سے روشن دلیل ہیں اور میں اس کی جانب سے شاہد ہوں۔

امام ابن مردویہ نے ایک دوسری سند سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 17، بیروت

اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ میں ہوں اور وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ کا مصداق حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابوالعالیہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابراہیم رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیان کیا ہے کہ اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ میں روشن دلیل سے مراد حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، طبرانی نے الاوسط میں اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے محمد بن علی بن ابی طالب سے یہ قول بیان کیا ہے کہ میں نے اپنے باپ سے کہا: کہ لوگوں کا خیال ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ میں پیچھے آنے والے سچے گواہ آپ ہیں۔ تو انہوں نے فرمایا: میں پسند تو کرتا ہوں کہ میں ہی وہ ہوں لیکن وہ محمد ﷺ کی زبان ہے(1)۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت محمد بن علی بن حنفیہ رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ میں روشن دلیل سے مراد محمد ﷺ ہیں اور وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ میں شاھد سے مراد آپ ﷺ کی زبان اقدس ہے۔

امام ابوالشیخ نے حضرت ابن ابی نجیح کی سند سے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس آیت میں روشن دلیل سے مراد حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں اور وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ کے بارے فرمایا: کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے اس سے مراد زبان ہے۔ اور حضرت عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ وہ حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں اور ان کی موافقت میں حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ وہ شاہد حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت عطاء رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ سے مراد زبان ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ شاہد حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے کئی طرق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ میں روشن دلیل حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں اور وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ میں شاہد سے مراد حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں۔ پس وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے اس طرح شاہد ہیں کہ وہ اس کتاب اللہ سے تلاوت کرتے ہیں جو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر نازل کی گئی۔ اور وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰٓى کے بارے آپ نے فرمایا: کہ اس سے قبل انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان پر تورات کے تلاوت کی ہے جس طرح حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی زبان پر قرآن کریم پڑھا ہے(2)۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیان کیا ہے کہ اس آیت میں روشن دلیل تو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں اور پیچھے آنے والے شاہد سے مراد وہ فرشتہ ہے جو آپ کی حفاظت کرتا ہے(3)۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ سے یہ قول

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 20، دار احیاء التراث العربی بیروت 2۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 22-23 3۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 23

بیان کیا ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہی اللہ تعالیٰ کی جانب سے شاہد ہیں(1)۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا یہ قول بیان کیا ہے کہ مومن اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل ہیں۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰٓى کی تفسیر میں حضرت ابراہیم رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کہ اس سے پہلے وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف کتاب لے کر آئے۔

امام عبدالرزاق اور ابوالشیخ رحمہما اللہ دونوں نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ مِنَ الْاَحْزَابِ کے بارے فرمایا: کہ کفار کے تمام کے تمام گروہ کفر پر تھے(2)۔

امام ابوالشیخ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ یہود و نصاریٰ میں سے جو کوئی اس کے ساتھ کفر کرے۔

امام سعید بن منصور، ابن منذر، طبرانی اور ابن مردویہ نے سعید بن جبیر کی سند سے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس امت میں سے کسی نے اور کسی یہودی اور عیسائی نے میری بات نہیں سنی اور وہ میرے ساتھ ایمان نہیں لایا مگر یہ کہ وہ اہل نار میں سے ہے۔ حضرت سعید نے بیان کیا کہ میں نے کہا: حضور نبی کریم ﷺ نے نہیں فرمایا مگر وہی جو کتاب اللہ میں ہے پس میں نے یہ آیت پالی: وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ مِنَ الْاَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهٗ۔(3)

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور حاکم رحمہم اللہ اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس امت میں سے جس کسی نے یا کسی یہودی اور عیسائی نے میری بات سنی اور وہ میرے ساتھ ایمان نہ لایا تو وہ جہنم میں داخل ہوگا۔ تو وہ کہنے لگا کتاب اللہ میں اس کی تصدیق کہاں ہے؟ کم ہی میں نے حضور نبی کریم ﷺ کی حدیث طیبہ سنی ہے مگر میں نے اس کی تصدیق قرآن کریم میں پالی ہے یہاں تک کہ میں نے یہ آیت پالی ہے: وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ مِنَ الْاَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهٗ فرمایا الاحزاب سے مراد تمام کی تمام ملتیں ہیں(4)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے جو حدیث بھی کسی موضوع پر مجھ تک پہنچی ہے میں نے اس کا مصداق کتاب اللہ میں پالیا ہے۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث طیبہ بیان کی ہے۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں محمد ﷺ کی جان ہے اس امت میں سے جو کوئی اور یہود و نصاریٰ میں سے جو بھی مجھ سے سنے اور پھر وہ اس حال میں مر گیا کہ وہ اس کے ساتھ ایمان نہ لایا جس کے ساتھ مجھے بھیجا گیا ہے تو وہ بالیقین اصحاب نار میں سے ہے۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ؕ اُولٰٓئِكَ يُعْرَضُوْنَ عَلٰى رَبِّهِمْ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 21، بیروت
2۔ تفسیر عبدالرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2 صفحہ 185، دارالکتب العلمیہ بیروت
3۔ سنن سعید بن منصور، جلد 5، صفحہ 42-341 دارالصمیعی الریاض
4۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 26

وَيَقُوْلُ الْاَشْهَادُ هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ ۚ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۸﴾

''اور کون زیادہ ظالم ہے اس شخص سے جو بہتان لگاتا ہے اللہ تعالیٰ پر جھوٹا۔ یہ لوگ پیش کیے جائیں گے اپنے رب کے سامنے اور کہیں گے گواہ یہی وہ (گستاخ) ہیں جنہوں نے اپنے رب پر جھوٹ بولا تھا۔ خبردار! اللہ کی پھٹکار ہو ظالموں پر''۔

امام ابن جریر اور ابوالشیخ دونوں نے ابو جریج رحمہم اللہ سے اس کی اس طرح تفسیر بیان کی ہے: وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا فرمایا اس سے مراد کافر اور منافق ہے ''یعنی کافر اور منافق سے زیادہ کون ظالم ہے جو بہتان لگاتا ہے اللہ تعالیٰ پر جھوٹا''۔ اُولٰٓئِكَ يُعْرَضُوْنَ عَلٰى رَبِّهِمْ یہ لوگ اپنے رب کے سامنے پیش کیے جائیں گے اور وہ ان سے ان کے اعمال کے بارے میں پوچھے گا۔ وَيَقُوْلُ الْاَشْهَادُ یعنی وہ جو دنیا میں ان کے اعمال محفوظ کرتے تھے (وہ کہیں گے) هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ یعنی انہوں نے اعمال محفوظ کیے اور اسی سبب سے وہ قیامت کے دن ان پر گواہی دیں گے (1)۔

امام ابن جریر نے ذکر کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا يَقُوْلُ الْاَشْهَادُ میں اشہاد سے مراد ملائکہ ہیں (2)۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا الْاَشْهَادُ یعنی ملائکہ بنی آدم کے خلاف ان کے اعمال کی بنا پر شہادت دیں گے۔

امام ابن مبارک، ابن ابی شیبہ، بخاری، مسلم، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے الاسماء والصفات میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ روایت بیان کی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک مومن کو قریب کرے گا یہاں تک کہ اس پر اپنی رحمت کا پردہ ڈال دے گا اور وہ اسے لوگوں سے چھپالے گا اور اس سے اس کے گناہوں کا اقرار کرائے گا۔ اسے فرمائے گا کیا تو اس گناہ کو پہچانتا ہے کیا تو اس گناہ کو پہچانتا ہے؟ تو وہ عرض کرے گا: اے میرے رب! میں انہیں پہچانتا ہوں۔ یہاں تک کہ جب وہ اپنے گناہوں کا اقرار کر لے گا اور اپنے دل میں یہ خیال کرے گا کہ وہ ہلاک ہو گیا ہے۔ تو رب کریم فرمائے گا۔ چونکہ میں نے دنیا میں اسے تجھ پر چھپائے رکھا ہے۔ لہٰذا آج میں تیرے لیے اسے معاف فرمادوں گا پھر اللہ تعالیٰ اسے نیکیوں کا نامہ اعمال عطا فرمائے گا۔ اور رہے کفار اور منافقین۔ تو ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَيَقُوْلُ الْاَشْهَادُ هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ ۚ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ۔ (3)

امام طبرانی اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے ایک دوسری سند سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے: کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ایک مومن کو لائے گا اور اسے اپنے قریب کرے گا۔ یہاں تک کہ وہ اسے تمام مخلوق سے اپنے حجاب میں رکھے گا۔ اور اسے فرمائے گا تو اسے پڑھ پس وہ اسے ایک ایک گناہ کی پہچان

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 27، بیروت 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 28

کرائے گا۔اور فرمائے گا کیا تو اسے جانتا ہے، کیا تو اسے پہچانتا ہے؟ تو وہ جواب دے گا ہاں۔ہاں۔پس وہ بندہ دائیں بائیں متوجہ ہوگا۔تو رب کریم اسے فرمائے گا: اے میرے بندے تجھ پر کوئی حرج اور تکلیف نہیں۔تو تمام مخلوق سے میرے پردے میں چھپا ہوا ہے اور آج میرے اور تیرے درمیان کوئی ایسا نہیں ہے جو تیرے گناہوں پر مطلع ہو جائے۔تو جا۔میں نے ایک ہی حرف کے ساتھ تیری ان تمام گناہوں سے مغفرت فرمادی جنہیں لے کر تو میرے پاس آیا ہے۔تو وہ عرض کرے گا: اے میرے رب! وہ کیا ہے؟ تو رب کریم فرمائے گا تو میرے سوا کسی سے بھی عفو کی امید نہیں رکھتا۔پس تیرے گناہوں کی میرے سامنے کوئی حیثیت نہیں۔لیکن رہا کافر! تو اس کے گناہ گواہوں کی موجودگی میں اللہ تعالیٰ پڑھے گا۔ وَيَقُوْلُ الْاَشْهَادُ هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ ۚ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ۔(1)

امام ابن جریر اور ابن مردویہ رحمہما اللہ دونوں نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ ہم باتیں کرتے تھے کہ اس دن کوئی رسوا نہیں ہوگا۔پس اس کی رسوائی مخلوق میں سے ہر ایک پر مخفی رہے گی(2)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ یہ عمرو بن حزم کے نام رسول اللہ ﷺ کا خط ہے جب کہ آپ ﷺ نے انہیں یمن کی طرف بھیجا۔آپ ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے ظلم کو ناپسند کیا ہے اور اس سے منع فرمایا ہے اور ارشاد فرمایا اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت میمون بن مہران رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے بے شک ایک آدمی نماز پڑھتا ہے اور اپنی قرأت میں اپنے پر ہی لعنت بھیجتا ہے اور وہ کہتا ہے: اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ حالانکہ وہ خود ظالم ہوتا ہے۔

الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۭ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ۝

''جو بدنصیب روکتے ہیں اللہ تعالیٰ کی راہ سے اور چاہتے ہیں کہ اس راہ (راست) کو ٹیڑھا بنا دیں اور یہی آخرت کے منکر ہیں''۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے اس ارشاد کے بارے میں حضرت سدی رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیان کیا ہے کہ قریش نے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابو مالک رحمہ اللہ سے وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا کے تحت بیان کیا ہے: یعنی وہ مکہ مکرمہ میں دین اسلام کے سوا کسی اور دین کی توقع رکھتے ہیں۔

اُولٰۗىِٕكَ لَمْ يَكُوْنُوْا مُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَاۗءَ ۘ يُضٰعَفُ لَهُمُ الْعَذَابُ ۭ مَا كَانُوْا يَسْتَطِيْعُوْنَ السَّمْعَ وَمَا

1۔مجمع الزوائد، کتاب التفسیر، جلد 7، صفحہ 118، دار الفکر بیروت
2۔تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 28، بیروت

كَانُوْا يُبْصِرُوْنَ ﴿٢٠﴾

''یہ لوگ (اللہ تعالیٰ کو) عاجز کرنے والے نہیں تھے زمین میں اور نہ ہی ان کے لیے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی مددگار تھا۔ دوگنا کر دیا جائے گا ان کے لیے عذاب، نہ وہ (آواز حق) سن سکتے تھے اور نہ وہ (نور حق) دیکھ سکتے تھے''۔

امام ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے خبر دی ہے کہ وہ اہل شرک اور اپنی اطاعت کے مابین دنیا اور آخرت میں حائل ہے۔ پس دنیا میں تو اس طرح کہ اس نے کہا ہے: کہ وہ لوگ اس کی اطاعت وفرمانبرداری میں نہ کوئی آواز سن سکتے ہیں اور نہ ہی اس نور حق کو دیکھ سکتے ہیں۔ اور رہا آخرت میں، تو اس نے فرمایا وہ خشوع اور عاجزی کی طاقت نہیں رکھیں گے (1)۔

امام عبدالرزاق، ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے مذکورہ آیت کے ضمن میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ وہ طاقت نہیں رکھتے کہ وہ کوئی کلمہ خیر سنیں اور اس سے منافع حاصل کریں اور نہ وہ یہ طاقت رکھتے ہیں کہ وہ کوئی عمل خیر دیکھیں اور اسے اپنالیں (2)۔

أُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا أَنْفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿٢١﴾ لَا جَرَمَ أَنَّهُمْ فِي الْآخِرَةِ هُمُ الْأَخْسَرُوْنَ ﴿٢٢﴾

''یہی وہ (بدقسمت) ہیں جنہوں نے نقصان پہنچایا اپنے آپ کو اور گم ہوگئیں ان سے وہ باتیں جو وہ تراشا کرتے تھے (21) یقیناً یہی لوگ ہیں جو آخرت میں سب سے زیادہ نقصان اٹھانے والے ہوں گے''۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیان کیا ہے کہ خَسِرُوْٓا أَنْفُسَهُمْ کا معنی ہے (یہی وہ لوگ ہیں) جنہوں نے اپنے آپ کو دھوکا دیا۔

إِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَأَخْبَتُوْٓا إِلٰى رَبِّهِمْ ۙ أُولٰٓئِكَ أَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿٢٣﴾

''بے شک جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے اور عجز و نیاز سے جھک گئے اپنے پروردگار کی طرف، یہی لوگ جنتی ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے''۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: وَأَخْبَتُوْٓا کا معنی ہے خافوا۔ اور وہ ڈر گئے (3)۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا۔ اخبات کا معنی انابت یعنی

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 29، دار احیاء التراث العربی بیروت 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 31

اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری کرنا ہے(1)۔

امام عبدالرزاق، ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اخبات کا معنی ہے خشوع اور تواضع اختیار کرنا(2)۔

امام ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ دونوں نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیان کیا ہے: وَاَخْبَتُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ کا معنی ہے وہ اپنے رب کی طرف جھک گئے(3)۔

مَثَلُ الْفَرِيْقَيْنِ كَالْاَعْمٰى وَالْاَصَمِّ وَالْبَصِيْرِ وَالسَّمِيْعِ ؕ هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۴﴾

''ان دونوں فریقوں کی مثال ایسی ہے جیسے ایک اندھا اور بہرا ہو اور دوسرا دیکھنے والا اور سننے والا ہو۔ کیا یکساں ہے ان دونوں کا حال۔ کیا تم (اس مثال میں) غور وفکر نہیں کرتے؟''۔

امام ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ دونوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ تفسیر بیان کی ہے کہ مَثَلُ الْفَرِيْقَيْنِ كَالْاَعْمٰى وَالْاَصَمِّ میں اعمی اور اصم سے مراد کافر ہے اور وَالْبَصِيْرِ وَالسَّمِيْعِ سے مراد مومن ہے(4)۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖٓ ۫ اِنِّيْ لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۲۵﴾ اَنْ لَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ؕ اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ اَلِيْمٍ ﴿۲۶﴾ فَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا نَرٰىكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا وَمَا نَرٰىكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِيْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا بَادِيَ الرَّاْيِ ۚ وَمَا نَرٰى لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ بَلْ نَظُنُّكُمْ كٰذِبِيْنَ ﴿۲۷﴾ قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَاٰتٰىنِيْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِهٖ فَعُمِّيَتْ عَلَيْكُمْ ؕ اَنُلْزِمُكُمُوْهَا وَاَنْتُمْ لَهَا كٰرِهُوْنَ ﴿۲۸﴾ وَيٰقَوْمِ لَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مَالًا ؕ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ وَمَآ اَنَا بِطَارِدِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ اِنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَلٰكِنِّيْٓ اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ ﴿۲۹﴾ وَيٰقَوْمِ مَنْ يَّنْصُرُنِيْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ طَرَدْتُّهُمْ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَلَآ اَقُوْلُ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 31، بیروت 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً 4۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 32

لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَ لَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَ لَآ اَقُوْلُ اِنِّيْ مَلَكٌ وَّ لَآ اَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ تَزْدَرِيْٓ اَعْيُنُكُمْ لَنْ يُّؤْتِيَهُمُ اللّٰهُ خَيْرًا ؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ۖ اِنِّيْٓ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۳۱﴾ قَالُوْا يٰنُوْحُ قَدْ جٰدَلْتَنَا فَاَكْثَرْتَ جِدَالَنَا فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۳۲﴾ قَالَ اِنَّمَا يَاْتِيْكُمْ بِهِ اللّٰهُ اِنْ شَآءَ وَ مَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿۳۳﴾ وَ لَا يَنْفَعُكُمْ نُصْحِيْٓ اِنْ اَرَدْتُّ اَنْ اَنْصَحَ لَكُمْ اِنْ كَانَ اللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يُّغْوِيَكُمْ ؕ هُوَ رَبُّكُمْ ۫ وَ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۳۴﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ اِنِ افْتَرَيْتُهٗ فَعَلَيَّ اِجْرَامِيْ وَ اَنَا بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُجْرِمُوْنَ ﴿۳۵﴾

''اور بے شک ہم نے بھیجا نوح کو ان کی قوم کی طرف۔ (انہوں نے کہا اے قوم!) میں تمہیں کھلا ڈرانے والا ہوں کہ تم نہ عبادت کرو کسی کی سوائے اللہ تعالیٰ کے۔ بے شک میں ڈرتا ہوں کہ تم پر عذاب کا دردناک دن نہ آ جائے تو کہنے لگے ان کی قوم کے سردار جنہوں نے کفر اختیار کیا تھا (اے نوح!) ہم نہیں دیکھتے تمہیں مگر انسان اپنے جیسا اور ہم نہیں دیکھتے تمہیں کہ پیروی کرتے ہوں تمہاری بجز ان لوگوں کے جو ہم میں حقیر و ذلیل (اور) ظاہر بین ہیں اور ہم نہیں دیکھتے کہ تمہیں ہم پر کوئی فضیلت ہے بلکہ ہم تو تمہیں جھوٹا خیال کرتے ہیں آپ نے فرمایا اے میری قوم! بھلا یہ بتاؤ اگر میرے پاس روشن دلیل ہو اپنے رب کی طرف سے اور اس نے عطا فرمائی ہو مجھے خاص رحمت اپنی جناب سے پھر پوشیدہ کر دی گئی ہو تم پر (اس کی حقیقت) تو کیا ہم جبراً مسلط کریں تم پر یہ دعوت درآنحالیکہ تم اسے ناپسند کرتے ہو اور اے میری قوم! میں طلب نہیں کرتا تم سے اس (تبلیغ) پر کوئی مال۔ نہیں میرا اجر مگر اللہ تعالیٰ کے ذمہ اور میں (تمہیں خوش کرنے کے لیے) ان کو نکالنے والا نہیں جو ایمان لے آئے ہیں۔ بے شک وہ اپنے رب سے ملاقات کرنے والے ہیں البتہ میں تمہیں دیکھتا ہوں کہ تم ایسی قوم ہو جو (حقیقت سے) ناواقف ہے اور اے میری قوم! کون مدد کر سکتا ہے میری اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں اگر میں نکال دوں اہل ایمان کو۔ کیا تم اتنا بھی نہیں سوچتے اور میں نہیں کہتا تم سے کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کے خزانے ہیں اور نہ یہ کہ میں خود بخود جان لیتا ہوں غیب کو اور نہ یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں اور نہ ہی یہ کہتا ہوں کہ جن لوگوں کو تمہاری نگاہیں حقیر جانتی ہیں کہ ہرگز نہیں دے گا انہیں اللہ تعالیٰ کچھ بھلائی۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے جو ان کے دلوں میں ہے۔ (اگر میں ایسا کروں تو) میں بھی ہو جاؤں گا ظالموں سے وہ (برافروختہ ہو کر) بولے اے نوح!

تم نے ہم سے جھگڑا کیا اور اس جھگڑے کو بہت طول دیا (اس مباحثہ کو رہنے دو) اور لے آؤ ہمارے پاس جس (عذاب) کی تم ہمیں دھمکی دیتے رہتے ہو اگر تم سچے ہو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ہی لے آئے گا اسے تمہارے پاس اگر چاہے گا اور نہیں ہو تم عاجز کرنے والے اور نہیں فائدہ پہنچائے گی تمہیں میری خیر خواہی اگر چہ میرا ارادہ ہو کہ میں تمہاری خیر خواہی کروں۔ اگر اللہ تعالیٰ کی مرضی یہ ہو کہ وہ تمہیں گمراہ کر دے، وہ پروردگار ہے تمہارا اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے کیا وہ کہتے ہیں کہ اس نے خود گھڑ لیا ہے اسے۔ آپ فرمایئے اگر میں نے خود گھڑا اسے تو مجھ پر ہو گا وبال میرے جرم کا اور میں بری الذمہ ہوں ان گناہوں سے جو تم کرتے ہو''۔

امام ابن جریر اور ابن منذر رحمہما اللہ، دونوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے وَمَا نَرٰىكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِيْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا بَادِيَ الرَّاْيِ اور ہم نہیں دیکھتے تمہیں کہ پیروی کرتے ہوں تمہاری بجز ان لوگوں کے جن کے بارے میں ہمارے لیے یہ ظاہر ہو چکا ہے کہ وہ ہم میں حقیر و ذلیل ہیں (1)۔

امام ابن جریر اور ابو الشیخ دونوں نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن جریج رحمہ اللہ نے اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ کی تفسیر میں کہا ہے: تحقیق میں نے اسے (روشن دلیل کو) پہچان لیا ہے اور میں نے اس کے سبب اپنے رب کے حکم کو پہچان لیا ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وَاٰتٰىنِيْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِهٖ فرمایا رحمت سے مراد اسلام، ہدایت، ایمان، حکم اور نبوت ہے (2)۔

امام ابن جریر اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے اَنُلْزِمُكُمُوْهَا کی تفسیر میں فرمایا: قسم بخدا! اگر اللہ تعالیٰ کا نبی طاقت رکھتا تو یقیناً وہ اس دعوت کو اپنی قوم پر جبراً مسلط کر دیتا۔ لیکن وہ اس کی طاقت نہیں رکھتا اور نہ ہی وہ اس کا مالک ہے (3)۔

امام سعید بن منصور، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس طرح قرأت کرتے تھے۔ ''اَنُلْزِمُكُمُوْهَا مِنْ شَطْرِ اَنْفُسِنَا وَاَنْتُمْ لَهَا كَارِهُوْنَ'' (کیا ہم تم پر اسے اپنی جانب سے جبراً مسلط کر دیں حالانکہ تم اسے ناپسند کرتے ہو) (4)

امام ابن جریر اور ابن منذر رحمہما اللہ دونوں نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے اس طرح قرأت کی ہے۔ ''اَنُلْزِمُكُمُوْهَا مِنْ شَرِّ قُلُوْبِنَا'' (5)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے اِنْ اَجْرِيَ کا معنی بیان کیا ہے ''جزائی'' یعنی میری جزا نہیں ہے (6)۔

امام ابن جریر اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے کہ قول باری تعالیٰ وَمَا اَنَا بِطَارِدِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا کے ضمن میں حضرت ابن جریج رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ انہوں نے حضرت نوح علیہ السلام سے عرض کی: اے نوح! (علیہ السلام) اگر تم چاہتے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 35، بیروت
2۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 36
3۔ ایضاً
4۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 37
5۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 36
6۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 37

ہو کہ ہم تمہاری اتباع اور پیروی کریں تو انہیں اپنے پاس سے نکال دیجئے۔ ورنہ ہم اس پر کبھی راضی نہیں ہوں گے کہ ہم اور وہ حکم میں برابر ہوں۔ اور اِنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ کی تفسیر میں کہا بے شک وہ اپنے رب سے ملاقات کرنے والے ہیں اور وہ ان سے ان کے اعمال کے بارے باز پرس کرے گا۔ وَ لَاۤ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِیْ خَزَآىٕنُ اللّٰهِ اور میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کے وہ خزانے ہیں جنہیں کوئی شے فناہ نہیں کرسکتی۔ کہ میں تمہیں اس لیے دعوت دیتا دوں تا کہ تم ان کے سبب میری اتباع کرو اور میں تمہیں ان پر ملکیت عطا کردوں گا۔ اور نہ میں تمہیں یہ کہتا ہوں کہ تم میری اتباع کرو اس بنا پر کہ میں خود بخود غیب جانتا ہوں۔ وَ لَاۤ اَقُوْلُ اِنِّیْ مَلَكٌ اور نہ میں یہ کہوں گا کہ میں فرشتہ ہوں جو آسمان سے رسالت کے ساتھ نازل ہوا ہے" ما انا الا بشر مثلکم "میں تو صرف تمہارے جیسا انسان ہوں(1)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ ابن زید نے وَّ لَاۤ اَقُوْلُ لِلَّذِیْنَ تَزْدَرِیْۤ اَعْیُنُكُمْ کی تفسیر میں کہا ہے: نہ میں ان لوگوں کو کہوں گا جنہیں تم حقیر جانتے ہو۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیان کیا ہے کہ لَنْ یُّؤْتِیَهُمُ اللّٰهُ خَیْرًا میں خیر سے مراد ایمان ہے (یعنی اللہ انہیں ہرگز ایمان نہیں عطا کرے گا)۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جٰدَلْتَنَا کا معنی ہے" ماریتنا "یعنی اے نوح! آپ نے تو ہمیں پچھاڑنے کی کوشش کی(2)۔

امام ابن جریر اور ابوالشیخ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ کی تفسیر میں فرمایا کہ انہوں نے عذاب کو جھٹلاتے ہوئے کہ وہ باطل ہے انہوں نے کہا: تم وہ عذاب ہمارے لیے لے آؤ جس کی تم دھمکی دیتے رہتے ہو(3)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا فَعَلَیَّ اِجْرَامِیْ کا معنی ہے کہ میرے عمل کا وبال مجھ پر ہے۔ وَ اَنَا بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُجْرِمُوْنَ اور جو عمل تم کرتے ہو میں ان سے بری الذمہ ہوں۔

وَ اُوْحِیَ اِلٰی نُوْحٍ اَنَّهٗ لَنْ یُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ فَلَا تَبْتَىِٕسْ بِمَا كَانُوْا یَفْعَلُوْنَ ۚ﴿۳۶﴾ وَ اصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْیُنِنَا وَ وَحْیِنَا وَ لَا تُخَاطِبْنِیْ فِی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا ۚ اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ ﴿۳۷﴾

"اور وحی کی گئی نوح (علیہ السلام) کی طرف کہ نہیں ایمان لائیں گے آپ کی قوم سے بجز ان کے جو ایمان لا چکے ہیں اس لیے آپ غمگین نہ ہوں اس سے جو وہ کیا کرتے ہیں اور بنائیے ایک کشتی ہمارے آنکھوں کے سامنے اور ہمارے حکم سے اور نہ بات کیجئے مجھ سے ان لوگوں کے بارے میں جنہوں نے ظلم کیا۔ وہ ضرور غرق کر دیئے جائیں گے"۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 37,39، بیروت 2۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 39 3۔ ایضاً

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے مذکورہ آیت کے ضمن میں بیان کیا ہے کہ جب حضرت نوح علیہ السلام کی طرف مذکورہ وحی کی گئی تو اس وقت آپ نے قوم کے خلاف دعا مانگی اور کہا: رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ۝ (نوح) ''اے میرے رب! نہ چھوڑ روئے زمین پر کافروں میں سے کسی کو بستا ہوا''۔

امام احمد نے الزہد میں، ابن منذر اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کے لیے بددعا نہیں کی۔ یہاں تک کہ آپ پر یہ آیت نازل ہوئی: وَاُوْحِيَ اِلٰى نُوْحٍ اَنَّهٗ لَنْ يُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ تو اس وقت اس سے آپ کی امید کٹ گئی۔ چنانچہ آپ نے ان کے لیے بددعا کی۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ نے محمد بن کعب رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے: جب اللہ تعالیٰ نے مردوں کی صلبوں اور عورتوں کی رحموں سے ہر مومن مرد اور ہر مومنہ عورت کو نکال لیا: تو فرمایا: اے نوح! اَنَّهٗ لَنْ يُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ (ہود:36)

امام اسحاق بن بشر اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کو مارا جاتا تھا پھر موٹے کپڑے میں لپیٹ کر آپ کو گھر میں پھینک دیا جاتا تھا۔ وہ یہ گمان کرتے تھے کہ آپ کا وصال ہو گیا ہے۔ لیکن پھر آپ باہر تشریف لے جاتے اور انہیں دعوت الی الحق دیتے۔ یہاں تک کہ جب آپ اپنی قوم کے ایمان سے مایوس ہو گئے تو آپ کے پاس ایک آدمی آیا اور اس کے ساتھ اس کا بیٹا بھی تھا۔ وہ عصا پر ٹیک لگا کر چل رہا تھا۔ اس نے کہا: اے میرے بیٹے اس بوڑھے شیخ کو دیکھ لے، یہ تجھے دھوکے میں نہ ڈال دے اس نے کہا: اے میرے ابا جان! یہ عصا مجھے دے دیجئے پھر اس نے عصا پکڑ لیا پھر اس نے کہا: مجھے زمین پر بٹھا دے پس اس نے بوڑھے کو زمین پر بٹھایا اور خود آپ کی طرف چل پڑا اور آپ کو ڈنڈا دے مارا اور آپ کے سر پر گہرا زخم لگا دیا۔ خون بہنے لگا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے رب کریم کی بارگاہ میں التجا کی: اے میرے رب! تیرے بندے جو کچھ میرے ساتھ کر رہے ہیں تو دیکھ رہا ہے۔ پس اگر تجھے اپنے ان بندوں کی کوئی ضرورت ہے تو پھر انہیں ہدایت عطا فرما دے اور اس کے سوا کچھ ہے تو مجھے صبر عطا فرما یہاں تک کہ تو کوئی فیصلہ فرما دے اور تو بہترین فیصلہ فرمانے والا ہے۔ تب اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی فرمائی اور آپ کو اپنی قوم کے ایمان قبول کرنے سے مایوس کر دیا۔ آپ کو بتا دیا گیا کہ مردوں کی اصلاب اور عورتوں کے ارحام میں کوئی مومن باقی نہیں رہا۔ لہٰذا فرمایا اَنَّهٗ لَنْ يُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ فَلَا تَبْتَىِٕسْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ پس آپ ان پر غم نہ کھائیں وَاصْنَعِ الْفُلْكَ اور کشتی بنائیں۔ عرض کی: اے میرے رب! کشتی کیا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ لکڑی کا بنا ہوا مکان ہے جو پانی کی سطح پر چلتا ہے۔ پس میں اہل معصیت (کفار) کو غرق کر دوں گا اور اپنی زمین کو ان سے پاک کر دوں گا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے عرض کی: اے میرے رب! پانی کہاں سے آئے گا؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بلاشبہ جو میں چاہتا ہوں اس کی قدرت رکھتا ہوں (1)۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ نقل کیا ہے کہ فَلَا تَبْتَىِٕسْ کا معنی ہے تو غم زدہ نہ

1۔ تاریخ ابن عساکر، باب نوح بن لمک بن متوشلخ علیہ السلام، جلد 2، صفحہ 248، دار الفکر بیروت

2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 41، بیروت

ہو(2)۔ابن جریر اور ابوالشیخ دونوں نے ذکر کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اَلْفُلْكَ سے مراد کشتی ہے اور بِاَعْيُنِنَا وَ وَحْيِنَا کا معنی ہے جیسا ہم تجھے حکم دیں گے(1)۔

امام ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور بیہقی رحمہم اللہ نے الاسماء والصفات میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا کا معنی ہے کشتی بناؤ اللہ تعالیٰ کی نگاہ قدرت کے سامنے اور اس کی وحی کے مطابق۔

امام بیہقی نے حضرت سفیان بن عیینہ سے یہ قول بیان کیا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ نے بذات خود اپنی کتاب میں کوئی وصف بیان نہیں کیا پس اس کی قرأت ہی اس کی تفسیر ہے۔کسی کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اس کی تفسیر عربی اور فارسی میں کرتا رہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نہیں جانتے تھے کہ کشتی کیسے بنائی جاتی ہے۔تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی فرمائی کہ وہ اسے پرندے کے سینے کی مثل بنائیں۔

امام ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ وَلَا تُخَاطِبْنِيْ فِي الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا کے تحت ابن جریج کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آپ میری طرف رجوع نہ کیجئے آگے بڑھیے ان میں سے کسی کے لیے اللہ تعالیٰ کے پاس کوئی سفارش اور شفاعت نہیں کی جائے گی(2)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ اس آیت کے بارے میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو منع فرمادیا کہ وہ اس کے بعد کسی کے بارے اس کی طرف رجوع کریں۔

وَيَصْنَعُ الْفُلْكَ ۖ وَكُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ مَلَأٌ مِّنْ قَوْمِهٖ سَخِرُوْا مِنْهُ ۚ قَالَ اِنْ تَسْخَرُوْا مِنَّا فَاِنَّا نَسْخَرُ مِنْكُمْ كَمَا تَسْخَرُوْنَ ﴿۳۸﴾ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴿۳۹﴾

''اور نوح کشتی بنانے لگے اور جب بھی گزرتے ان کے پاس سے ان کی قوم کے سردار (تو) آپ کا مذاق اڑاتے۔آپ کہتے اگر تم مذاق اڑاتے ہو ہمارا تو (ایک دن) ہم بھی تمہارا مذاق اڑائیں گے جس طرح تم مذاق اڑاتے ہو سو تم جان لو گے کہ کس پر آتا ہے عذاب جو رسوا کردے گا اسے اور (کون ہے) اترتا ہے جس پر عذاب ہمیشہ رہنے والا''۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ، حاکم اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور ذہبی نے کہا ہے کہ یہ روایت ضعیف ہے اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حضرت نوح علیہ السلام ساڑھے نو سو سال اپنی قوم میں سکونت پذیر رہے اور انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے رہے۔یہاں تک کہ ان کا آخری زمانہ تھا۔ایک درخت لگایا وہ خوب بڑھا اور اس نے جہاں تک جانا تھا وہ پہنچا۔پھر آپ نے

1۔تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 42، بیروت 2۔ایضاً، جلد 12، صفحہ 43

اسے کاٹ لیا۔ پھر آپ اس سے کشتی بنانے لگے۔ جو آپ کے پاس سے گزرتے وہ اس کے بارے پوچھتے تھے۔ تو آپ جواباً فرماتے، میں کشتی بنا رہا ہوں۔ تو وہ آپ سے تمسخر کرتے اور کہتے تم خشکی میں کشتی بنا رہے ہو تو کیسے چلے گی؟ تو آپ فرماتے تمہیں معلوم ہو جائے گا۔ سو جب آپ اسے بنانے سے فارغ ہوئے تو تنور (پانی سے) ابل پڑے اور گلیوں میں پانی وافر ہو گیا۔ تو ایک بچے کی ماں کو بچے کے بارے خدشہ لاحق ہوا۔ وہ اس سے انتہائی زیادہ محبت کرتی تھی۔ چنانچہ وہ اسے لے کر پہاڑ کی طرف نکل گئی یہاں تک کہ وہ پہاڑ کے تیسرے حصے تک پہنچ گئی۔ پس جب پانی اس تک پہنچا۔ تو وہ پھر چلی یہاں تک کہ پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ گئی۔ جب پانی وہاں بھی اس کی گردن تک پہنچا تو اس نے بچے کو اپنے سامنے اوپر اٹھا لیا۔ یہاں تک کہ پانی اسے بہا کر لے گیا۔ پس اگر اللہ تعالیٰ ان میں سے کسی پر رحم فرماتا تو اس بچے کی ماں پر ضرور رحم فرماتا(1)۔

امام ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کہ حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کے پر تھے اور پروں کے نیچے کمرے تھے۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سام ابوالعرب ہے اور حام الوالحبش ہے اور یافث ابوالروم (رومیوں کا باپ) ہے اور فرمایا: کشتی کا طول تین سو گز تھا اور اس عرض کا پچاس گز تھا۔ اس کی اونچائی تیس گز تھی اور اس کا دروازہ اس کی چوڑائی میں تھا۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کی لمبائی تیس گز اور اس کی اونچائی بھی تیس گز تھی۔

امام اسحاق بن بشر اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کو جب کشتی بنانے کا حکم دیا گیا تو آپ نے عرض کی: اے میرے رب! لکڑی کہاں ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: درخت لگاؤ۔ چنانچہ آپ نے بیس برس تک ساگوان کا درخت لگائے رکھا۔ آپ دعا سے رکے رہے اور وہ استہزاء سے باز رہے۔ پس جب آپ نے درخت کو مکمل حالت میں پالیا تو آپ کے رب نے آپ کو حکم فرمایا۔ تو آپ نے اسے کاٹا اور اسے خشک کر لیا۔ تو عرض کی: اے میرے رب! میں یہ گھر کیسے بناؤں گا؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اسے تین صورتوں پر بناؤ۔ اس کا سر (سامنے والا حصہ) ہو۔ پھر اس کے طبقات بنا دو۔ اس کی اطراف میں دروازے بنا لو اور لوہے کی میخوں کے ساتھ اسے مضبوط اور پختہ جوڑ دو۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو بھیجا۔ تاکہ وہ آپ کو کشتی بنانا سکھلا دیں۔ پس جو لوگ آپ کے پاس سے گزرتے تھے وہ آپ سے تمسخر کرتے تھے اور کہتے تھے: کیا تم اس مجنون (پاگل) کی طرف نہیں دیکھتے ہو کہ گھر بنا رہا ہے تاکہ اس کے ذریعے پانی پر چلے۔ اور پانی کہاں ہے؟ وہ بہت ہنستے اور قہقہے لگاتے۔ اسی کے بارے یہ ارشاد گرامی ہے وَكُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ مَلَأٌ مِّن قَوْمِهِ سَخِرُوا مِنْهُ پس آپ نے کشتی بنائی۔ اس کی لمبائی چھ سو گز تھی۔ ساٹھ گز زمین میں تھی اور اس کی چوڑائی تین سو تینتیس گز تھی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ وہ تارکول کے ساتھ اس پر طلاء کریں۔ زمین میں تارکول نہیں تھی۔ پس اللہ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 43، بیروت

تعالیٰ نے آپ کے لیے تارکول کا چشمہ پیدا کر دیا، اس طرح کہ جہاں کشتی (کی لکڑیاں) تیار کی جاتی تھیں وہاں سے چشمہ ابلنے لگا یہاں تک کہ آپ نے اس کا طلاء کر لیا۔ پس جب آپ اس سے فارغ ہو گئے تو اس کے تین دروازے بنائے اور انہیں ڈھانپ دیا۔ پس اس میں درندوں اور چوپاؤں کو سوار کر دیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے شیر پر بخار مسلط کر دیا اور اسے دیگر جانوروں سے غافل کر کے اپنی ہی ذات میں مشغول کر دیا۔ دوسرے دروازے میں وحشی اور پرندے وغیرہ رکھے۔ پھر ان پر اسے بند کر دیا۔ اولاد آدم علیہ السلام میں سے چالیس مرد اور چالیس عورتیں اوپر والے دروازے سے داخل کیے اور پھر ان پر اسے بند کر دیا اور اوپر والے دروازے میں اپنے ساتھی درہ بھی رکھا تا کہ چوپائے انہیں کمزور نہ سمجھ کر روند نہ دیں(1)۔

امام عبد بن حمید، ابن منذر، ابن جریر اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ کشتی کی لمبائی تین سو گز، اس کی چوڑائی پچاس گز اور اس کی بلندی تیس گز تھی اور اس کا دروازہ چوڑائی میں تھا۔ ہمیں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ وہ کشتی انہیں لے کر دس رجب کو چلی اور ایک سو پچاس دن پانی میں چلتی رہی۔ پھر وہ جودی پہاڑ پر لنگر انداز ہوئی اور دسویں محرم کو زمین پر اترے(2)۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کی لمبائی ایک ہزار دو سو گز تھی اور اس کا عرض چھ سو گز تھا(3)۔

ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم علیہ السلام کے حواریوں نے آپ سے کہا: اگر آپ ہمارے ساتھ کوئی ایسا آدمی زندہ کریں جس نے کشتی دیکھی ہو۔ تو وہ ہمیں اس کے بارے کچھ بتائے۔ چنانچہ آپ ان کے ساتھ چل پڑے اور مٹی کے ایک ٹیلے کے پاس جا کر رکے۔ آپ نے اس مٹی سے ایک مٹھ مٹی اٹھائی اور فرمایا کیا تم جانتے ہو یہ کیا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا: اللہ اور اس کے رسول ہی بہتر جانتا ہے۔ آپ نے فرمایا: یہ حام بن نوح کا ٹخنہ ہے۔ پس آپ نے اپنے عصا کے ساتھ اس ٹیلے پر ضرب لگائی۔ اور فرمایا: قم باذن اللہ اللہ کے حکم سے اٹھ کھڑا ہو۔ تو اچانک وہ کھڑا ہو گیا۔ اپنے سر سے مٹی جھاڑنے لگا۔ وہ جوان حالت میں تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اسے فرمایا تو اس طرح ہلاک ہوا تھا۔ اس نے کہا: نہیں میں مرا در آنحالیکہ میں جوان تھا۔ لیکن میں نے گمان یہ کیا ہے کہ قیامت قائم ہو چکی ہے پس اسی وجہ سے میں بوڑھا ہو گیا ہوں۔ آپ نے فرمایا حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کے بارے میں ہمیں کچھ بتا۔ تو اس نے کہا: اس کا طول ایک ہزار دو سو گز تھا اور اس کا عرض چھ سو گز تھا۔ اس کے تین طبقات تھے۔ پس ایک طبقہ میں چوپائے اور وحشی جانور تھے۔ ایک طبقہ میں انسان تھے اور ایک طبقہ میں پرندے تھے۔ جب چوپاؤں کا گوبر زیادہ ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ ہاتھی کی دم دباؤ۔ آپ نے اسے دبایا تو اس سے نر اور مؤنث خنزیر گرے اور وہ دونوں گوبر کھانے لگے، پھر جب چوہا گرا تو وہ کاٹ کر کشتی کو خراب کرنے لگا۔ تو اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کی

1۔ تاریخ ابن عساکر، باب نوح بن ملک بن متوشلخ علیہ السلام، جلد 62، صفحہ 49-248، دار الفکر بیروت

2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 43، بیروت 2۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 44

طرف وحی فرمائی کہ شیر کی دونوں آنکھوں کے درمیان ضرب لگاؤ۔ پس اس کے نتھنوں سے بلا اور بلی نکلے اور وہ چوہے پر حملہ آور ہوئے۔ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اسے فرمایا: حضرت نوح علیہ السلام کو کیسے علم ہوا کہ شہر غرق ہو چکے ہیں؟ اس نے کہا: آپ نے کوے کو بھیجا کہ وہ آپ کے پاس خبر لائے۔ پس اس نے مردار پایا اور اس پر گر پڑا۔ تو آپ نے اس کے خلاف خوف اور ڈر کی دعا کی۔ یہی وجہ ہے کہ وہ گھروں کو پسند نہیں کرتا۔ پھر آپ نے کبوتری کو بھیجا۔ تو وہ اپنی چونچ میں زیتون کا پتہ اور اپنے پاؤں کے ساتھ مٹی لائی۔ سو اس سے معلوم ہوا کہ شہر غرق ہو چکے ہیں۔ پس وہ سبز رنگ کا ہار جو اس کی گردن میں ہے وہ آپ نے اسے پہنایا اور اس کے لیے دعا فرمائی کہ وہ انس اور امان میں رہے۔ سو اسی وجہ سے وہ گھروں سے محبت کرتی ہے۔ تو حواریوں نے کہا: اے روح اللہ! کیا آپ اسے ہمارے ساتھ ہمارے گھر والوں کی طرف نہیں لے چلیں گے۔ یہ ہمارے ساتھ بیٹھے گا اور ہمارے ساتھ باتیں کرے گا؟ تو آپ نے فرمایا وہ کیسے تمہارے ساتھ جا سکتا ہے جس کے لیے کوئی رزق نہیں؟ پھر آپ نے اسے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے حکم سے لوٹ جا۔ چنانچہ وہ مٹی ہو گیا ''قَالَ: عُدْ بِإِذْنِ اللّٰهِ فَعَادَ تُرَابًا''(1)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کا طول چار سو گز اور اس کا عرض تیس گز تھا۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیان کیا ہے کہ سلیمان فرائی نے کہا: حضرت نوح علیہ السلام نے چار سو سال تک کشتی کا کام کیا اور چالیس برس میں ساگوان کا درخت اگایا۔ یہاں تک کہ اس کی لمبائی چار سو گز تک پہنچ گئی اور ایک ذراع دونوں کندھوں تک تھا(2)۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت زید بن اسلم رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام ٹھہرے رہے۔ درخت اگاتے رہے اور اسے کاٹ کر خشک کرتے رہے پھر سو برس اس پر کام کرتے رہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کو جب کشتی بنانے کا حکم دیا گیا تو آپ نے عرض کی: اے میرے رب! میں بڑھئی تو نہیں؟ تو اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیوں نہیں۔ بے شک یہ میری آنکھوں کے سامنے ہوگا۔ پس کلہاڑا لے لو اور آپ کے ہاتھ کو اس طرح بنا دیا گیا جیسے کہ وہ ایک ماہر بڑھئی کا ہاتھ ہو۔ اور جو لوگ آپ کے پاس سے گزرتے وہ کہتے: یہ وہی ہے جو اپنے آپ کو نبی گمان کرتا ہے اور اب بڑھئی ہو گیا ہے۔ چنانچہ آپ نے چالیس سال تک کام کیا۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن میناء رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے کہا: مجھے بتائیے کون سا وہ پہلا درخت ہے جو سب سے اول زمین پر اگا؟ تو حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا وہ ساگوان کا درخت ہے اور یہ وہ ہے جس سے حضرت نوح علیہ السلام نے کشتی بنائی۔ تو حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے کہا: تم نے سچ کہا ہے(3)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 44، بیروت۔ 2۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 46 3۔ تاریخ ابن عساکر، جلد 62، صفحہ 251، دار الفکر بیروت

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ میں عذاب سے مراد غرق ہونا ہے۔ اور وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ میں عذاب سے مراد ہمیشہ جہنم کی آگ میں رہنا ہے۔

حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ ۙ قُلْنَا احْمِلْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَاَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ وَمَنْ اٰمَنَ ۭ وَمَآ اٰمَنَ مَعَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلٌ ۝۴۰

''یہاں تک کہ جب آ گیا ہمارا حکم اور ابل پڑا تنور تو ہم نے (نوح کو) فرمایا سوار کر لو کشتی میں ہر جنس سے نر و مادہ دو اور اپنے گھر والوں کو سوائے ان کے جن پر پہلے ہو چکا ہے حکم اور (سوار کر لو) جو ایمان لا چکے ہیں اور نہیں ایمان لائے تھے آپ کے ساتھ مگر تھوڑے لوگ''۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا وَفَارَ التَّنُّوْرُ کا معنی ''پانی کا نکلنا اور پھوٹنا ہے''(1)۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب تو اپنے گھر والوں کا تنور دیکھے کہ اس سے پانی نکل رہا ہے تو یہ تیری قوم کی ہلاکت اور بربادی کی (علامت) ہے(2)۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ تنور پتھر سے بنا ہوا تھا اور وہ حضرت حوا علیہا اسلام کے لیے تھا حتی کہ وہ حضرت نوح علیہ السلام تک جا پہنچا۔ تو آپ کو یہ کہا گیا جب تو پانی کو دیکھے کہ وہ تنور سے ابل رہا ہے تو اپنے اصحاب کو ساتھ لے کر کشتی پر سوار ہو جانا(3)۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ اور حاکم رحمہم اللہ نے حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی دعوت اور آپ کی قوم کی ہلاکت کے درمیان تین سو سال کا فاصلہ تھا۔ ہند میں تنور ابل پڑا اور حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی ہفتہ بھر گھر میں ہی تیرتی رہی(4)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے وَفَارَ التَّنُّوْرُ کے بارے فرمایا: وہ چشمہ جو جزیرہ میں ہے وہی عین الوردہ ہے۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ مسجد کوفہ سے تنور ابل پڑا جو کہ ابواب کندہ کی جانب تھا۔

امام ابو الشیخ نے حبۃ العربی سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ایک آدمی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا اور عرض کی میں نے سواری (اونٹنی) خرید لی ہے اور میرے پاس سامان خوراک ختم ہو گیا ہے۔ میں بیت المقدس جانے کا ارادہ رکھتا ہوں تا کہ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 49، بیروت 2۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 48 3۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 48
4۔ مستدرک حاکم، کتاب التفسیر، جلد 2، صفحہ 373، دار الکتب العلمیہ بیروت

اس میں نماز ادا کرسکوں۔ کیونکہ اس میں ستر انبیاء علیہم السلام نے نمازیں پڑھی ہیں اور وہاں سے یعنی مسجد کوفہ سے تنور ابلا تھا۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت شعبی رحمہ اللہ کی سند سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ قول بیان کیا ہے کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے دانے کو پھاڑا اور نرم و نازک کونپل کو نکالا! تمہاری یہ مسجد مسلمانوں کی چار مساجد میں سے چوتھی مسجد ہے جس میں دو رکعتیں نماز ادا کرنا اس کے سوا کسی اور مسجد میں دس رکعتیں پڑھنے سے میرے نزدیک زیادہ محبوب اور پسندیدہ ہے سوائے مسجد حرام اور مدینہ طیبہ میں رسول اللہ ﷺ کی مسجد کے۔ بے شک اس کی دائیں جانب سے قبلہ کی سمت تنور ابلا تھا۔

امام ابوالشیخ نے حضرت سدی بن اسماعیل ہمدانی رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب حضرت نوح علیہ السلام نے اس مسجد کے وسط میں (یعنی مسجد کوفہ میں) اپنی کشتی بنالی۔ تو اس کی دائیں جانب سے تنور ابل پڑا۔ اس جگہ سے صحرا بارہ میل کی مسافت پر تھا۔ اس میں ایک نماز پڑھنا کسی دوسری مسجد میں چار نمازوں سے افضل ہے۔ سوائے مسجد حرام اور مدینہ طیبہ میں مسجد رسول اللہ ﷺ کے۔ بے شک اس مسجد کی دائیں جانب سے قبلہ کی سمت تنور ابلا تھا۔

امام سعید بن منصور، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا تنور سے مراد سطح زمین ہے۔ یعنی آپ سے یہ کہا گیا کہ جب آپ اس طرح زمین پر پانی دیکھیں تو اپنے ساتھیوں سمیت کشتی میں سوار ہو جایئے اور اہل عرب وجہ الارض کو تنور الارض کہا کرتے ہیں (1)۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عکرمہ رحمہ اللہ نے فرمایا: تنور سے مراد وجہ الارض (سطح زمین) ہے۔

امام عبد بن حمید، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ تنور سے مراد زمین کا اعلیٰ اور بلند حصہ ہے اور اس کا علم حضرت نوح علیہ السلام اور رب کریم کے درمیان راز ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت بسطام بن مسلم رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت معاویہ بن قرہ سے کہا کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ جب اس آیت پر پہنچے تو فرمایا: یہ زمین کا اعلیٰ اور اشرف حصہ ہے۔ اور ساتھ کہا: اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ لیکن میں نے ان سے دو حدیثیں سنی ہیں۔ واللہ اعلم۔ بعض نے یہ کہا ہے کہ تنور سے پانی ابل پڑا اور بعض نے یہ کہا ہے کہ اس سے آگ بھڑک اٹھی۔ اور فار التنور ہر لغت کے مطابق تنور ہی ہے۔

امام ابن جریر اور ابن منذر رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وَفَارَ التَّنُّوْرُ کا معنی ہے فجر طلوع ہوئی۔ آپ کو یہ کہا گیا کہ جب فجر طلوع ہو جائے تو اپنے اصحاب کو ساتھ لے کر سوار ہو جاؤ (2)۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وَفَارَ التَّنُّوْرُ کا معنی ہے صبح کا روشن ہونا (3)۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ قُلْنَا احْمِلْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ کے ضمن میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کلام عرب میں مذکر و مؤنث کو زوجین کہا جاتا ہے۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 47، بیروت 2۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 48 3۔ ایضاً

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت مسلم بن یسار رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کو حکم دیا گیا کہ وہ اپنے ساتھ ہر جنس میں سے نر اور مادہ دو سوار کر لیں اور آپ کے ساتھ ایک فرشتہ تھا۔ پس آپ جوڑا جوڑا کر کے پکڑتے رہے اور انگور باقی بچ رہا۔ پس ابلیس آیا اور اس نے کہا: یہ سارے کا سارا میرے لیے ہے۔ تو حضرت نوح علیہ السلام نے فرشتہ کی جانب دیکھا تو اس نے کہا: بے شک وہ آپ کا شریک ہے، اس کی شرکت کو خوب اچھا کیجئے۔ پس آپ نے کہا: ہاں۔ دو تہائی میرے لیے ہیں اور ایک تہائی اس کے لیے ہے۔ اس فرشتے نے کہا: بے شک وہ آپ کا شریک ہے سو اس شرکت کو خوب اچھا کیجئے۔ تو آپ نے کہا: نصف میرے لیے ہے اور نصف اس کے لیے ہے۔ تو ابلیس نے کہا: یہ سب کا سب میرے لیے ہے۔ پھر آپ نے فرشتے کی جانب دیکھا۔ تو اس نے کہا: بے شک وہ آپ کا شریک ہے سو اس کی شرکت کو خوب اچھا کیجئے۔ آپ نے فرمایا: ایک ثلث میرے لیے ہے اور دو ثلث اس کے لیے ہیں۔ اس نے کہا: تم نے احسان کیا ہے اور میں بھی بہت نیکی کرنے والا ہوں۔ آپ اسے انگور کی صورت میں کھائیں گے، اسے کشمش کی صورت میں بھی کھائیں گے اور اس کا جوس بھی پئیں گے تین دن۔ مسلم نے کہا ہے: وہ یہ خیال کرتے تھے کہ جب وہ اس طرح انگور کا جوس پئیں گے تو اس میں شیطان کا کوئی حصہ نہیں ہوگا۔

امام عبدالرزاق اور ابن منذر رحمہما اللہ نے حضرت محمد بن سیرین رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب حضرت نوح علیہ السلام کشتی میں سوار ہوئے تو انہوں نے ہر اس شے کا نام لکھا جسے انہوں نے اپنے ساتھ کشتی میں سوار کیا اور فرمایا: بے شک تم نے انگور کی بیل کو بھی لکھ لیا ہے حالانکہ وہ یہاں نہیں ہے۔ انہوں نے کہا: آپ نے سچ کہا ہے اسے شیطان نے پکڑ لیا ہے ہم عنقریب اسے بھیجیں گے جو اسے لے آئے گا۔ پس اسے لایا گیا اور شیطان بھی اس کے ساتھ آیا۔ تو حضرت نوح علیہ السلام کو کہا گیا: بے شک یہ آپ کا شریک ہے اس کی شرکت کو خوب اچھا بنایئے۔ تو آگے انہوں نے ماقبل روایت کی طرح بیان کیا اور ان کے قول کے بعد یہ اضافہ کیا کہ آپ اسے جوس کی صورت میں پئیں گے اور اسے پکائیں گے۔ پس اس کے دو ثلث پلیدی اور شیطان کے حصہ کے طور پر ختم ہو جائیں گے اور اس کا ایک ثلث باقی بچ جائے گا پس آپ اسے پی لیں۔

امام ابن منذر، ابوالشیخ، بیہقی نے شعب الایمان میں، ابن عساکر اور ابن النجار رحمہم اللہ نے اپنی تاریخوں میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام شیر کے پاس سے گزرے اور وہ کشتی میں تھا، تو آپ نے اپنے پاؤں کے ساتھ اسے ضرب لگائی۔ تو شیر نے آپ کو تھپڑ لگا دیا اور آپ رات بھر جاگتے رہے۔ اور حضرت نوح علیہ السلام اس کی وجہ سے رونے لگے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی فرمائی کہ بے شک آپ نے اس کے ساتھ زیادتی کی ہے اور میں ظلم و زیادتی کو پسند نہیں کرتا(1)۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب حضرت نوح علیہ السلام نے شیر کو کشتی میں سوار کیا تو عرض کی: اے میرے رب! بے شک وہ تو مجھ سے کھانے کا سوال کرے گا۔ میں اسے کہاں سے کھلاؤں گا؟ تو

1۔ شعب الایمان، باب فی طاعۃ اولی الامر، جلد 6، صفحہ 54، دار الکتب العلمیہ بیروت

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بے شک میں اسے کھانے سے روکوں گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس پر بخار مسلط کر دیا۔ پس حضرت نوح علیہ السلام اس کے پاس مینڈھا لاتے تھے اور اسے کہتے: تو گھوم وہ کھالے گا تو شیر جواباً کہتا: آہ۔ ہائے افسوس۔

امام ابن عدی اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے ایک دوسری سند سے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے اور انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوع روایت بیان کی ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام شیر کے پاس سے گزرے جو کہ پاؤں سمیٹ کر بیٹھا ہوا تھا۔ تو آپ نے اپنے پاؤں کے ساتھ اسے ٹھوکر لگائی۔ پس شیر نے اپنا سر اٹھایا اور آپ کی پنڈلی پر خراش لگا دی۔ تو وہ ضرب جو اس نے آپ کو لگائی اس کے سبب رات بھر آپ کو نیند نہ آئی۔ آپ یہ کہنے لگے: اے میرے رب! تیرے کتے نے مجھے کاٹ لیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی کی کہ اللہ تعالیٰ ظلم سے راضی نہیں ہوتا اور ابتدا آپ نے کی ہے۔ ابن عدی نے کہا: یہ حدیث اس سند کے ساتھ باطل ہے۔ اس میں ایک راوی جعفر بن احمد غافقی ہے جو حدیثیں وضع کرتا ہے(1)۔

امام اسحاق بن بشر اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام پر بکری کو کشتی میں داخل کرنا مشکل ہو گیا۔ چنانچہ آپ نے اسے دم سے پکڑ کر دھکیلا۔ تو اس وجہ سے اس کی دم ٹوٹ گئی اور وہ دم بریدہ ہو گئی اور اس کی جائے شرم ظاہر ہو گئی۔ جب بھیڑ کی باری آئی تو وہ اندر داخل ہو گئی۔ پس آپ نے اس کی دم کو چھوا تو اس نے اس کی شرم گاہ کو ڈھانپ لیا(2)۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت جعفر بن محمد رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کو حکم دیا گیا کہ وہ ہر جنس میں سے نر اور مادہ دو کو سوار کر لیں۔ تو آپ نے اپنے ساتھ یمن کی عجوہ (کھجور) اور بادام کو بھی سوار کر لیا۔

امام احمد نے الزہد میں اور ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب حضرت نوح علیہ السلام کو حکم دیا گیا کہ وہ ہر جنس میں سے جوڑا جوڑا کشتی میں سوار کر لیں۔ تو آپ نے کہا: میں شیر اور گائے کو کیسے اکٹھا کروں گا؟ میں بھیڑ اور بھیڑیے کو کیسے سوار کروں گا؟ اور میں کبوتر اور بلی کے ساتھ کیا کروں گا؟ تو اللہ تعالیٰ نے کہا: ان کے درمیان عداوت کس نے ڈالی ہے؟ عرض کی: اے میرے رب! تو نے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بے شک میں ان کے درمیان اتنی الفت اور محبت پیدا کر دوں گا کہ وہ آپس میں ایک دوسرے کو نقصان نہیں پہنچائیں گے۔

امام ابن عساکر نے حضرت خالد رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جب حضرت نوح علیہ السلام ان تمام کو کشتی میں سوار کر چکے جنہیں سوار کرنا تھا۔ تو بچھو ایک پاؤں پر چلتے ہوئے آیا۔ اور عرض کی: اے اللہ تعالیٰ کے نبی! مجھے بھی اپنے ساتھ داخل کر لیجئے۔ تو آپ نے فرمایا: نہیں کیونکہ تو لوگوں کو ڈستا ہے اور انہیں اذیت دیتا ہے۔ اس نے کہا: نہیں۔ آپ مجھے اپنے ساتھ سوار کر لیجئے اور آپ کے ساتھ میرا یہ وعدہ رہا کہ جو رات کے وقت آپ پر درود پڑھے گا میں اسے نہیں کاٹوں گا(3)۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس

1۔ تاریخ ابن عساکر، جلد 62، صفحہ 56-255 دار الفکر بیروت
2۔ ایضاً، جلد 62، صفحہ 255
3۔ ایضاً، جلد 62، صفحہ 257

کسی نے شام کے وقت یہ کہا ''صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى نُوْحٍ وَّعَلٰى نُوْحِ السَّلَامُ'' تو اس رات بچھوا سے نہیں کاٹے گا(1)۔

امام اسحاق بن بشر اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت عذاء اور ضحاک رحمہما اللہ سے یہ بیان کیا ہے کہ ابلیس کشتی پر سوار ہونے کے لیے آیا تو حضرت نوح علیہ السلام نے اسے دھکیل دیا۔ اس نے کہا: اے نوح! میں دیکھنا چاہتا ہوں۔ تم مجھ پر قابو نہیں پا سکتے۔ تو آپ نے جان لیا کہ یہ سچ کہہ رہا ہے۔ چنانچہ آپ نے اسے حکم دیا کہ کشتی کے بانس پر بیٹھ جائے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو وصیت فرمائی تھی کہ وہ ان کے جسم کو اٹھائیں۔ چنانچہ اس سلسلہ میں حضرت نوح علیہ السلام ان کے وارث بنے اور ہر کوئی یہ وصیت بطور وارث اپنے بیٹے کو کرتا رہا۔ یہاں تک کہ حضرت نوح علیہ السلام نے وصیت کو وصول کیا اور حضرت آدم علیہ السلام کے جسد خاکی کو مردوں اور عورتوں کے درمیان جا رکھا(2)۔

امام ابن ابی دنیا اور ابن عساکر نے مکاید الشیطان میں حضرت ابو العالیہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جب حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی لنگر انداز ہوئی۔ اس وقت ابلیس کوثر السفینہ پر تھا۔ تو حضرت نوح علیہ السلام نے اسے فرمایا: تو ہلاک ہو جائے اہل زمین تیری وجہ سے ہلاک ہوئے ہیں؟ تو ابلیس نے آپ سے کہا: تو میں کیا کروں؟ آپ نے فرمایا: تو توبہ کر۔ اس نے کہا: آپ اپنے رب سے پوچھیے کیا میرے لیے توبہ ہے؟ پس حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے رب سے التجا کی۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی فرمائی: اس کی توبہ یہ ہے کہ وہ حضرت آدم علیہ السلام کی قبر کو سجدہ کرے۔ آپ نے اسے فرمایا: میں نے تیرے لیے توبہ کی راہ بنا دی ہے۔ اس نے پوچھا: وہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ تو حضرت آدم علیہ السلام کی قبر کو سجدہ کرے۔ تو اس نے جواب دیا: میں نے سجدہ نہیں کیا تھا جب کہ وہ زندہ تھے، تو کیا اب میں سجدہ کروں گا جب کہ وہ مر چکے ہیں؟(3)

امام نسائی رحمہ اللہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ انگور کی بیل کے بارے میں حضرت نوح علیہ السلام کا شیطان کے ساتھ تنازعہ رہا۔ اس نے کہا: یہ میرے لیے ہے اور آپ نے فرمایا یہ میرے لیے ہے۔ پھر دونوں کی صلح اس شرط پر ہوئی کہ اس کا ایک تہائی حضرت نوح علی السلام کے لیے ہوگا اور دو تہائی شیطان کے لیے(4)۔

امام اسحاق بن بشر اور ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت بیان کی ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے کشتی میں اپنے ساتھ تمام درخت بھی سوار کیے تھے(5)۔

امام اسحاق بن بشر رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ اہل علم میں سے ایک آدمی نے ہمیں خبر دی ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے ہدہد کا ایک جوڑا بھی کشتی میں سوار کیا اور ہدہد کی ماں کو جوڑے پر اضافی رکھا۔ پس زمین ظاہر ہونے سے پہلے ہی وہ کشتی میں مر گئی۔ ہدہد نے اسے اٹھا لیا اور دنیا کا چکر لگایا تا کہ وہ کوئی ایسی جگہ پائے جہاں اسے وہ دفن کر سکے۔ لیکن اس نے کہیں بھی کیچڑ اور مٹی نہ پائی۔ سو اس کے رب نے اس پر رحم فرمایا اور اس کے لیے اس کی گدی میں قبر کھود دی۔ تو اس نے اسے اس میں دفن کر دیا۔ پس وہ بال و پر جو ہدہد کی گدی میں بڑھے ہوئے ہیں وہ قبر کی جگہ پر ہیں۔ پس یہی وجہ ہے کہ ہدہدوں کی گدیوں کی

1۔ تاریخ ابن عساکر، جلد 62، صفحہ 256 دار الفکر بیروت 2۔ ایضاً، جلد 62، صفحہ 258 3۔ ایضاً، جلد 62، صفحہ 259

4۔ سنن نسائی، باب ذکر ما یجوز شربہ من الطلاء و مالا یجوز، جلد 8، صفحہ 330 القاہرہ 5۔ تاریخ ابن عساکر، جلد 62، صفحہ 261

تعریف کی گئی ہے۔اسے ابن عساکر نے بیان کیا ہے(1)۔

امام اسحاق بن بشر اور ابن عساکر نے حضرت جویبر اور مقاتل کی سند سے حضرت ضحاک سے اور انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو کشتی میں پتھر کے دو نگینے عطا فرمائے۔ان میں سے ایک دن کی سفیدی کی طرح سفید تھا اور دوسرا رات کی سیاہی کی طرح سیاہ تھا۔پس جب وہ شام کرتے تو اس کی سیاہی دوسری کی سفیدی پر غالب آجاتی۔جب وہ صبح کرتے تو اس کی سفیدی دوسرے کی سیاہی پر غالب آجاتی۔دونوں کا وقت بارہ گھنٹے مقرر تھا۔حضرت نوح علیہ السلام نے کشتی میں اوقات کو بارہ بارہ گھنٹوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔دن یا رات میں سے کسی کو دوسرے پر زائد نہیں کرتے تھے۔تاکہ اس سے نماز کے اوقات کو پہچانا جا سکے۔پس کشتی آپ کے مکان سے چلی۔یہاں تک کہ وہ دائیں سمت چلتی رہی اور حبشہ پہنچ گئی پھر وہاں سے پھری اور جدہ کی طرف لوٹ آئی۔پھر روم کی سمت اختیار کی اور روم سے تجاوز کر گئی اور ارض مقدس کی وادیوں پر لوٹتی ہوئی آئی۔اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ یہ پہاڑ کی چوٹی پر قرار پذیر ہوگی۔سو اس لیے پہاڑ بلند ہو گئے۔اسی لیے وہ ظاہر ہوئے اور انہوں نے اپنی جڑیں زمین سے نکال لیں۔اور جودی پہاڑ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عجز وانکساری پیش کرتا رہا۔پس کشتی آئی اور تمام پہاڑوں سے آگے گزر گئی۔جب جودی پہاڑ پر پہنچی، وہاں قرار پذیر ہوگئی اور وہیں لنگر انداز ہوئی تو پہاڑوں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شکایت کی اور کہا اے ہمارے رب! بے شک ہم حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کے لیے ظاہر ہوئے ہیں اور اپنی جڑیں زمین سے نکالی ہیں۔اور جودی سکڑ گیا ہے۔اور نوح علیہ السلام کی کشتی نے اس پر قرار اختیار کیا ہے۔تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بلاشبہ جو اس طرح میرے لیے تواضع کرتا ہے میں اسے بلند کر دیتا ہوں اور جو میرے سامنے بلند ہوتا ہے میں اسے پست اور ذلیل کرتا ہوں۔

کہا جاتا ہے کہ جودی جنت کے پہاڑوں میں سے ہے پس یوم عاشورہ (دسویں محرم الحرام کا دن) تھا تو کشتی اس پر قرار پذیر ہوئی۔اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''یٰٓاَرْضُ ابْلَعِیْ مَآءَكِ'' اے زمین! اپنا پانی نگل لے، جذب کر لے، یہ ارشاد لغت حبشہ کے مطابق ہے ''وَیٰسَمَآءُ اَقْلِعِیْ'' اور اے آسمان تو بھی اپنا پانی روک لے۔یہ بھی حبشی لغت کے مطابق ہے۔پس زمین نے اپنا پانی جذب کر لیا اور آسمان کا پانی بھی اٹھ گیا۔یہاں تک کہ وہ آسمان کی بلندی تک پہنچ گیا اس امید کے تحت کہ وہ اپنی جگہ کی طرف لوٹ آئے گا۔لیکن اللہ تعالیٰ نے اسے حکم دیا واپس لوٹ جا۔کیونکہ تو عذاب اور غضب ہے پس پانی لوٹ آیا اور وہ کھاری ہو گیا اور گرم ہو گیا اور موجیں مارنے لگا۔پس اس سے لوگوں کو اذیت اور تکلیف پہنچنے لگی۔پھر اللہ تعالیٰ نے ہوا کو بھیجا اور اس نے سمندروں کی جگہوں میں اسے جمع کر دیا۔وہ اتنا شدید کھاری ہو گیا کہ اس سے نفع حاصل نہیں کیا جا سکتا۔حضرت نوح علیہ السلام نے جھانک کر دیکھا تو سورج طلوع ہو چکا تھا اور آپ کے لیے آسمان سے ایک ہاتھ ظاہر ہوا۔یہ آپ اور اللہ تعالیٰ کے درمیان غرق ہونے سے امان کی علامت اور نشانی تھی۔ہاتھ سے مراد وہ قوس ہے جسے وہ قوس قزح کہتے ہیں۔اور منع کیا گیا ہے کہ اسے قوس قزح کہا جائے کیونکہ قزح شیطان ہے اور وہ قوس اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے۔انہوں نے یہ گمان کیا کہ یہ تیر

1۔تاریخ ابن عساکر، جلد 62، صفحہ 262 دار الفکر بیروت

کمان پہلے بھی آسمان تک پھیل جایا کرتی تھی۔ پس جب اللہ تعالیٰ نے اہل زمین کو غرق ہونے سے امان دے دی تو اللہ تعالیٰ نے کمان اور تیر پھینک دیئے۔ تو اس وقت حضرت نوح علیہ السلام نے کہا: اے میرے رب! تو نے میرے ساتھ وعدہ کیا ہے کہ تو میرے ساتھ میری اہل کو نجات دے گا۔ حالانکہ میرا بیٹا غرق ہو گیا ہے اِنَّ ابْنِیْ مِنْ اَهْلِیْ وَ اِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ وَ اَنْتَ اَحْكَمُ الْحٰكِمِیْنَ ﴿۴۵﴾ قَالَ یٰنُوْحُ اِنَّهٗ لَیْسَ مِنْ اَهْلِكَ ۚ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ (ہود) اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے: کہ وہ تیرے دین والوں میں سے نہیں ہے۔ اس کا عمل اچھا نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ہماری طرف سے سلامتی کے ساتھ اتر جاؤ۔ تو حضرت نوح علیہ السلام نے اسے بلا بھیجا۔ جو آپ کی طرف زمین کی خبر لائے گا۔ تو ایک گھریلو پرندہ آیا اور اس نے کہا: میں۔ تو آپ نے اسے پکڑا اور اس کے پروں پر مہر لگا دی اور فرمایا تجھ پر میری مہر لگ چکی ہے تو کبھی نہیں اڑے گا، میری اولاد تجھ سے نفع اٹھاتی رہے گی۔ پھر آپ نے کوے کو بھیجا۔ اس نے ایک مردار دیکھا تو اس پر گر پڑا۔ پس آپ نے اسے قید کیا اور اس پر لعنت فرمائی۔ اسی وجہ سے اسے حرم میں قتل کیا جا سکتا ہے۔ پھر فاختہ کو بھیجا یعنی حمامہ سے مراد قمری ہے۔ سو وہ گئی اور اس نے زمین میں کہیں بھی قرار نہ پایا۔ سرزمین سبا میں وہ ایک درخت پر بیٹھی اور زیتون کا پتا اٹھایا اور نوح علیہ السلام کی طرف لوٹ آئی۔ تو آپ کو معلوم ہو گیا کہ اس نے زمین میں سے کہیں مسکن نہیں بنایا۔ پھر اسے چند دنوں کے بعد بھیجا۔ پس وہ نکلی اور وادی حرم میں پہنچ گئی۔ پانی جب جذب ہوا تو سب سے پہلے کعبہ معظمہ کی جگہ سے جذب ہوا۔ اس کی مٹی سرخ تھی۔ پس اس نے اپنے پاؤں کو اس کے ساتھ رنگا اور پھر حضرت نوح علیہ السلام کی طرف واپس آ گئی۔ اور کہا مبارک ہو زمین نے قرار حاصل کر لیا ہے۔ پس آپ نے اپنا دست مبارک اس کی گردن مبارک پر پھیرا اور اسے ہار پہنایا اور اس کی ٹانگوں میں اسے سرخی عطا کی۔ اس کے لیے دعا کی اور اسے حرم پاک میں سکونت عطا کر دی اور اس میں برکت رکھ دی۔ پس اسی وجہ سے لوگ اس کے ساتھ شفقت کرتے ہیں۔ پھر آپ نکلے اور سرزمین موصل میں نزول فرمایا۔ یہ قریۃ الثمانین کہلاتا ہے۔ کیونکہ آپ اسی افراد کے ہمراہ یہاں سکونت پذیر ہوئے تھے۔ پھر ان میں وبا پھیل گئی اور وہ حضرت نوح، سام، حام، یافث اور ان کی عورتوں کے سوا سب کے سب مر گئے۔ پھر زمین ان سے بھر گئی۔ اسی کے بارے یہ ارشاد ہے وَ جَعَلْنَا ذُرِّیَّتَهُمُ الْبٰقِیْنَ ﴿۷۷﴾ (الصافات: 77)(1)

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت خالد الزیات رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ہم تک یہ خبر پہنچی ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام رجب المرجب کی پہلی تاریخ کو کشتی میں سوار ہوئے اور جن وانس میں سے جو آپ کے ساتھ تھے انہیں فرمایا: آج کے دن روزہ رکھو۔ کیونکہ تم میں سے جس نے روزہ رکھا اس سے آگ ایک سال کی مسافت پر دور رہے گی اور تم میں سے جس نے سات روزے رکھے اس پر جہنم کے ساتوں دروازے بند کر دیئے جائیں گے اور جس نے آٹھ روزے رکھے تو اس کے لیے جنت کے آٹھ دروازے کھول دیئے جائیں گے اور جس نے دس دن روزے رکھے تو اللہ تعالیٰ اسے فرمائے گا تو مانگ تجھے عطا کیا جائے گا۔ اور جس نے پندرہ دن روزے رکھے تو اللہ تعالیٰ اسے فرمائے گا نیا عمل کر میں نے تیرے لیے ماضی میں جو کچھ ہوا اسے بخش دیا ہے۔ اور جس نے اور زیادہ کیا اللہ تعالیٰ بھی اضافہ فرمائے گا۔ پس حضرت نوح علیہ السلام نے کشتی میں

1۔ تاریخ ابن عساکر، جلد 62، صفحہ 64-262 دار الفکر بیروت

رجب، شعبان، رمضان، شوال، ذی القعدہ، ذی الحجہ اور محرم کے دس روزے رکھے۔ اور دسویں محرم (یوم عاشورہ) کو کشتی لنگر انداز ہوئی۔ تو حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے ساتھ جن وانس کو ارشاد فرمایا: آج کے دن بھی روزہ رکھو(1)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام رجب کی دس تاریخ کشتی میں سوار ہوئے اور دس محرم الحرام کو اس سے اترے۔ سو آپ اور آپ کے اہل رات سے رات تک روزہ رکھتے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جب حضرت نوح علیہ السلام نے کشتی میں ہر شے کو سوار کیا۔ تو شیر کو بھی سوار کیا اور وہ کشتی والوں کو اذیت پہنچانے لگا۔ تو اس پر بخار مسلط کر دیا گیا۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جب حضرت نوح علیہ السلام کو حکم دیا گیا کہ وہ کشتی میں ہر جنس سے جوڑا جوڑا سوار کر لیں۔ تو آپ نے شیر کو سوار کرنے کی طاقت نہ رکھی۔ یہاں تک کہ اس پر بخار مسلط کر دیا گیا، تو آپ نے اسے اٹھایا اور کشتی میں داخل کر دیا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت زید بن اسلم رحمہ اللہ کی سند سے ان کے باپ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب حضرت نوح علیہ السلام نے کشتی میں ہر جنس سے جوڑا جوڑا سوار کیا۔ تو آپ کے اصحاب نے آپ سے عرض کی: ہم کیسے اطمینان پائیں گے جب کہ ہمارے ساتھ شیر بھی ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے اس پر بخار مسلط کر دیا۔ پس وہی پہلا بخار ہے جو زمین پر اترا۔ پھر انہوں نے چوہیا کا شکوہ کیا اور کہا: یہ چوہیا تو ہمارے کھانے اور سامان کو خراب کر دے گی۔ تو اللہ تعالیٰ نے شیر کی طرف وحی کی۔ تو اس نے چھینک ماری اور اس سے بلی خارج ہوئی تو اسے دیکھ چوہیا چھپ گئی۔

امام حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب حضرت نوح علیہ السلام کشتی میں تھے تو چوہے نے کشتی کی رسیاں کاٹ دیں۔ تو آپ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شکایت کی۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی فرمائی: اور آپ نے شیر کی پیشانی کو چھوا۔ تو اس سے بلی کی طرح کے دو جانور نکلے۔ کشتی میں گندگی تھی۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں التجاء کی۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی فرمائی۔ سو آپ نے ہاتھی کی دم کو چھوا۔ تو دو خنزیر نکلے اور انہوں نے اس غلاظت کو کھالیا(2)۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کشتی والوں نے چوہے کے سبب تکلیف اٹھائی تو شیر نے چھینک ماری۔ اس کے نتھنے سے مذکر اور مونث دو بلیاں نکلیں اور انہوں نے چوہے کو کھالیا۔ مگر جو اللہ تعالیٰ نے باقی رکھنا چاہا اور انہیں اہل کشتی کی غلاظت کے سبب اذیت دی گئی۔ پس ہاتھی نے چھینک ماری اور اس کے نتھنے سے مذکر و مؤنث دو خنزیر نکلے۔ پس انہوں نے کشتی والوں کی ساری غلاظت کو کھالیا۔ اور جب گدھے کو کشتی میں داخل کرنے کا ارادہ فرمایا تو حضرت نوح علیہ السلام نے گدھے کے دونوں کان پکڑے اور ابلیس نے اس کی دم پکڑ لی اور حضرت نوح علیہ السلام نے اسے کھینچنا شروع کر دیا اور ابلیس بھی اسے کھینچنے لگا۔ تو حضرت نوح علیہ السلام نے کہا: شیطان داخل ہو جا۔ پس گدھا داخل

1۔ تاریخ ابن عساکر، جلد 62، صفحہ 264 دار الفکر بیروت 2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 46، بیروت

ہوا اور اس کے ساتھ ابلیس بھی داخل ہو گیا۔ جب کشتی چلی تو وہ اس کے پچھلے حصے پر بیٹھ کر گنگنانے لگا۔ تو حضرت نوح علیہ السلام نے اسے کہا: تو ہلاک ہو جائے تجھے کس نے اجازت دی ہے؟ اس نے کہا: آپ نے۔ آپ نے فرمایا: کب؟ اس نے جواباً کہا: جب تم نے گدھے کو کہا: اے شیطان! داخل ہو، تو میں داخل ہو گیا۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے چوپاؤں میں سے کشتی میں سب سے پہلے اونٹنی کو سوار کیا اور سب سے آخر میں گدھے کو سوار کیا۔ سو جب گدھا داخل ہوا تو اس نے اپنا سینہ داخل کیا اور ابلیس اس کی دم کے ساتھ چمٹ گیا۔ اور اس کے قدم نہ اٹھ سکے تو حضرت نوح علیہ السلام اسے فرمانے لگے: تیری ہلاکت ہو۔ اے شیطان! داخل ہو۔ پس وہ اٹھتا تھا اور طاقت نہ رکھتا تھا۔ یہاں تک کہ حضرت نوح علیہ السلام نے کہا: داخل ہو اگرچہ شیطان تیرے ساتھ ہے۔ آپ کی زبان پر کلمہ پھسل گیا۔ پس جونہی آپ نے وہ کہا تو شیطان نے اسے چھوڑ دیا۔ وہ داخل ہوا اور شیطان بھی اس کے ساتھ داخل ہو گیا۔ پھر حضرت نوح علیہ السلام نے اسے کہا: اے اللہ کے دشمن! تجھے کس نے داخل کیا ہے؟ اس نے جواب دیا: کیا آپ نے نہیں کہا تھا کہ داخل ہو جا اگرچہ شیطان تیرے ساتھ ہے؟ آپ نے فرمایا: میرے پاس سے نکل جا۔ اس نے کہا: آپ کے لیے کوئی چارہ کار نہیں اس سے کہ آپ مجھے سوار کریں۔ پس کشتی کی چھت پر ایسی ہی ہوا جیسا کہ وہ گمان کرتے تھے(1)۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم کو ساڑھے نو سو برس تک دعوت دیتے رہے۔ آپ پہلے انہیں سرا اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے رہے۔ پھر جھرا دعوت شروع کر دی۔ پھر اعلانیہ دعوت عام دینے لگے۔ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اعلان کا معنی انتہائی چیخ و پکار کرنے کے ہیں۔ پس وہ (قوم کے لوگ) آپ کو پکڑ لیتے تھے اور آپ کا گلا دباتے تھے یہاں تک کہ آپ پر غشی طاری ہو جاتی اور وہ آپ کو زمین پر گرا دیتے تھے اس حال میں کہ آپ بیہوش ہوتے۔ پھر جب افاقہ ہو جاتا تو کہتے: اے اللہ! میری قوم کو نور عطا فرما کیونکہ وہ نہیں جانتے۔ پس ان میں سے ایک آدمی اپنے باپ کو کہنے لگا: اے ابا جان! اس بوڑھے شیخ کو کیا ہے یہ ہر روز چیخ و پکار کرتا ہے، یہ سست نہیں پڑتا۔ تو اس نے جواب دیا: کہ میرے باپ نے میرے دادا سے مجھے خبر دی ہے کہ یہ جب سے ہوا ہے یہی کام کرتا رہا ہے پس جب آپ نے اپنی قوم کے لیے بددعا کی تو اللہ تعالیٰ نے اسے قبول فرما کر آپ کو کشتی بنانے کا حکم دیا۔ سو آپ نے کشتی بنائی اور تین سال کے عرصہ میں اس کا کام مکمل کیا۔ آپ کی قوم کے جو لوگ آپ کے قریب سے گزرتے۔ تو وہ آپ سے تمسخر کرتے اور آپ کے کشتی بنانے پر اظہار تعجب کرتے۔ پس جب آپ کشتی بنانے سے فارغ ہو گئے تو آپ کے رب نے آپ کے لیے ایک نشانی مقرر کر دی کہ جب تم تنور کو ابلتا ہوا دیکھو تو ہر شے کا جوڑا جوڑا کشتی میں سوار کر لینا اور تنور کے بارے جو خبر مجھ تک پہنچی ہے وہ یہ ہے کہ وہ کوفہ کی مسجد کے ایک کونے میں تھا۔ پس جب تنور ابل پڑا، تو آپ نے ان تمام کو کشتی میں سوار کر لیا جن کے بارے اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم فرمایا تھا۔ عرض کی: اے میرے رب! شیر اور ہاتھی کو کیسے سوار کروں؟ تو اللہ تعالیٰ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 45

نے فرمایا: میں ان پر بخار مسلط کردوں گا۔ بلاشبہ وہ ثقیل اور بھاری ہے۔ پس آپ نے اپنے گھر والوں، بیٹوں، بیٹیوں اور بہوؤں سب کو سوار کرلیا۔ اور اپنے ایک بیٹے کو بھی بلایا لیکن اس نے انکار کردیا۔ پس جب آپ ہر شے کو کشتی میں داخل کرنے سے فارغ ہوگئے۔ تو دوسری کشتی کے ساتھ انہیں اوپر سے بند کردیا۔ اگر اس طرح نہ ہوتا تو کشتی میں کوئی شے بھی باقی نہ بچتی۔ مگر یہ آسمان کی جانب سے پانی کی شدت سے گرنے کی وجہ سے وہ سب ہلاک ہوجاتے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: فَفَتَحْنَآ اَبْوَابَ السَّمَآءِ بِمَآءٍ مُّنْهَمِرٍ ﴿۱۱﴾ (القمر) ''پھر ہم نے کھول دیئے آسمان کے دروازے موسلا دھار بارش کے ساتھ''۔ ہر قطرے کی مقدار اس طرح تھی جیسا کہ مشکیزے کے منہ سے بہہ رہا ہو۔ سطح زمین پر کوئی شے باقی نہیں رہی مگر وہ اس وقت ہلاک اور برباد ہوگئی۔ سوائے ان کے جو کشتی میں تھے۔ اور اس میں سے کوئی شے حرم میں داخل نہیں ہوئی (1)۔

امام اسحاق بن بشر اور ابن عساکر رحمہما اللہ دونوں نے حضرت عبداللہ بن زیاد بن سمعان رحمہ اللہ سے اور انہوں نے اس آدمی سے جس نے انہیں بیان کیا روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے طوفان سے چالیس سال قبل ان کے مردوں کو بانجھ کردیا تھا اور ان کی عورتوں کو بھی بانجھ کردیا۔ پس حضرت نوح علیہ السلام کی دعا کے وقت سے لے کر چالیس برس تک انہوں نے کسی بچے کو جنم نہیں دیا۔ یہاں تک کہ آپ نے صغیر اور بالغ سبھی کو پالیا اور اللہ تعالیٰ کے لیے ان کے خلاف حجت قائم ہوگئی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر طوفان بھیج دیا (2)۔

امام ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ دونوں نے حضرت ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ لوگ گمان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بچوں کو ان کے آباء کے ساتھ غرق کردیا، حالانکہ اس طرح نہیں ہے۔ بے شک وہ بچہ پرندے کے قائم مقام ہے اور وہ تمام جنہیں اللہ تعالیٰ نے بغیر گناہ کے غرق کیا ہے۔ ان کی موتوں کا وقت آگیا اور وہ اسی کے سبب فوت ہوئے اور مردوں اور عورتوں میں سے جو آپ کو پانے والے ہیں ان کے لیے یہ غرق (طوفان) سزا اور عذاب تھا۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابوالشیخ اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد کی سند سے عبید بن عمیر سے یہ قول بیان کیا ہے جب قوم نوح غرق ہوئی تو اس پر پہاڑ کی چوٹی پر بھی پانی کی بلندی پندرہ گز تھی۔ پس ایک عورت غرق ہوئی اس حال میں کہ اس کے پاس بچہ بھی تھا۔ تو اس نے اسے اپنے سینے پر رکھ لیا۔ جب پانی وہاں تک پہنچا۔ تو اس نے اسے اپنے کندھوں پر بٹھالیا۔ جب پانی وہاں تک پہنچا تو اس نے اس اپنے ہاتھوں پر اٹھا کر ہاتھوں کو بلند کردیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر میں اہل زمین میں سے کسی پر رحم کرتا تو میں اس عورت پر ضرور رحم کرتا۔ لیکن میری جانب سے قول (حکم) ثابت ہوچکا ہے (3)۔

ابن ابی حاتم نے حضرت عطار رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی کنیز کو فرمایا: جب تیرے تنور سے پانی ابل پڑے تو مجھے خبر دینا۔ پس جب وہ آخری روٹی سے فارغ ہوئی تو تنور ابل پڑے۔ وہ بھاگتے ہوئے اپنے آقا کے پاس گئی اور آپ کو جا کر خبر دی۔ پس آپ اور جو آپ کے ساتھ تھے سب کشتی کے اوپر سوار ہوگئے۔ اور اللہ تعالیٰ نے موسلا دھار بارش کے ساتھ آسمان کے دروازے کھول دیئے اور زمین میں چشمے جاری کردیئے۔

1۔ تاریخ ابن عساکر، جلد 62، صفحہ 250 دارالفکر بیروت 2۔ ایضاً، جلد 62، صفحہ 249 3۔ ایضاً، جلد 62، صفحہ 253

امام اسحاق بن بشر اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے کہ ہمیں عبداللہ العمری نے نافع سے اور انہوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے خبر دی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کے اردگرد پانی نکلا تو آپ کی امت کا ایک آدمی اپنے سرداروں میں سے ایک کے پاس گیا اور کہا: یہ ہے وہ جسے تم گمان کرتے تھے کہ مجنون ہے؟ تحقیق جس عذاب سے وہ تمہیں ڈراتا تھا وہ تم پر آچکا ہے، وہ اپنی سواری پر سوار ہوا اور اپنے اصحاب کی ایک جماعت کو لے کر آیا اور آپ نے فرمایا: تحقیق تم پر وہ آچکا ہے جس سے تمہیں ڈرایا جاتا ہے۔ اس نے پوچھا اس کی علامت کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: اپنی سواری کے سر کو پھیر۔ پس اس نے اپنی سواری کو پھیرا تو پانی اس کے پاؤں کے نیچے سے نکلا پڑا۔ پس وہ پانی سے بھاگتے ہوئے پہاڑ کی طرف نکل گیا(1)۔

ابن اسحاق اور ابن عساکر نے حضرت جعفر بن محمد رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے گھر تنور سے پانی ابل پڑا۔ یہ وہ تنور ہے جس میں آپ کی بیٹی روٹیاں پکا رہی تھی۔ حضرت نوح علیہ السلام اس کی توقع رکھتے تھے جب کہ آپ کی صاحبزادی آئی اور اس نے عرض کی: اے ابا جان! تنور سے پانی ابل پڑا ہے۔ پس ایک کے سوا تمام کے تمام بڑھئی حضرت نوح علیہ السلام پر ایمان لے آئے۔ اس نے آپ سے کہا: میری اجرت مجھے دیجئے۔ آپ نے فرمایا: میں تیری اجرت تجھے اس شرط پر دیتا ہوں کہ تو ہمارے ساتھ سوار ہو جائے۔ تو اس نے جواباً کہا: بے شک ود، سوع، یغوث اور نسر مجھے بچالیں گے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی فرمائی اس میں ہر شے کا جوڑا جوڑا سوار کرلو اور اپنے گھر والوں کو مگر وہ جن کے بارے میں حکم ہے پہلے ہو چکا ہے اور وہ جن کے بارحکم پہلے ہو چکا تھا وہ آپ کی بیوی والقہ اور آپ کا بیٹا کنعان تھا۔ آپ نے عرض کی: اے میرے رب! تحقیق میں نے انہیں تو سوار کرلیا۔ لیکن وحشی جانوروں، چوپاؤں، دندوں اور پرندوں کو میں کیسے سوار کروں گا؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں انہیں تیرے پاس جمع کردوں گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو بھیجا اور آپ نے انہیں اکٹھا کردیا۔ پس آپ جوڑے پر ہاتھ مارتے۔ دایاں ہاتھ مذکر پر اور بایاں مؤنث پر لگتا اور آپ اسے کشتی میں داخل کردیتے۔ حتی کہ آپ نے اس تعداد کو داخل کردیا جس کا اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا تھا۔ جب آپ انہیں کشتی میں جمع کر چکے اور چوپاؤں، وحشیوں اور درندوں نے عذاب دیکھا تو وہ حضرت نوح علیہ السلام کے پاؤں چاٹنے لگے اور کہنے لگے: آپ ہمیں اپنے ساتھ کرلیں۔ تو آپ فرماتے: مجھے صرف ہر جنس میں سے جوڑا جوڑا سوار کرنے کا حکم دیا گیا ہے(2)۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت زہری رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے بے شک اللہ تعالیٰ نے ہوا بھیجی اور وہ آپ کی طرف پرندوں، درندوں، وحشی جانوروں اور چوپاؤں میں سے نر اور مادہ دو کو اٹھا کر لے آئی(3)۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ کے تحت فرمایا: کہ ہر جنس سے مذکر اور مونث(4)۔

1۔ تاریخ ابن عساکر، جلد 62، صفحہ 252 دار الفکر بیروت
2۔ ایضاً، جلد 62، صفحہ 53-252
3۔ ایضاً، جلد 62، صفحہ 255
4۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 50

ابن ابی حاتم نے عکرمہ سے اس آیت کے بارے یہ قول بیان کیا ہے کہ مذکر ایک زوج ہے اور مؤنث ایک زوج ہے۔

امام ابن جریر اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ کے بارے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ نے کہا: کہ قول سے مراد عذاب ہے اور وہ آپ کی بیوی تھی جو آپ کے خاندان کا حصہ تھی (1)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے وَمَآ اٰمَنَ مَعَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلٌ کے تحت حکم سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اس سے مراد حضرت نوح علیہ السلام، آپ کے تین بیٹے اور چار بہو تھیں۔

امام ابن جریر اور ابو الشیخ رحمہما اللہ دونوں نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن جریج رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ بیان کیا گیا ہے: حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے ساتھ تین بیٹوں اور اپنے بیٹوں کی تین بیویوں کو سوار کیا اور حام نے کشتی میں اپنی بیوی کے ساتھ مجامعت کی۔ تو حضرت نوح علیہ السلام نے اس کے نطفہ کو بدل دینے کی دعا کی۔ تو سودان پیدا ہوا۔ اسے ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے ابن جریج کی سند سے ابو صالح سے بیان کیا ہے (2)۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے ساتھ کشتی میں اسی آدمیوں کو سوار کیا۔ ان میں سے ایک جرہم تھا، اس کی زبان عربی تھی (3)۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے عکرمہ کی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ کشتی میں اسی آدمی تھے ان کے ساتھ ان کی بیویاں بھی تھیں۔ وہ کشتی میں ایک سو پچاس دن رہے۔ اللہ تعالیٰ نے کشتی کو مکہ مکرمہ کی طرف متوجہ کیا اور چالیس دن تک وہ بیت اللہ کے پاس گھومتی رہی پھر اسے جودی کی طرف پھیر دیا اور اس پر وہ لنگر انداز ہو گئی۔ پھر حضرت نوح علیہ السلام نے کوے کو بھیجا تا کہ وہ آپ کے پاس خبر لے کر آئے۔ وہ گیا اور مردار پر جا گرا اور اس نے آپ کے کام کو مؤخر کر دیا۔ پھر آپ نے فاختہ کو بھیجا وہ آپ کے پاس زیتون کا پتہ لے کر آئی اور اس کے پاؤں کیچڑ سے لتھڑے ہوئے تھے۔ تو اس سے حضرت نوح علیہ السلام نے پہچان لیا کہ پانی جذب ہو گیا۔ پس آپ جودی کی نچلی جانب اترے اور ایک گاؤں آباد کیا اور اس کا نام ثمانین رکھا۔ پس ایک دن انہوں نے صبح کی تو ان کی زبانیں اسی لغتوں پر جاری ہو گئیں۔ ان میں سے ایک عربی زبان ہے اور وہ آپس میں ایک دوسرے کی کلام نہیں سمجھ سکتے تھے اور حضرت نوح علیہ السلام اس کی تعبیر فرماتے تھے (4)۔

امام ابن ابی الدنیا نے مکاید الشیطان میں ابن عساکر رحمہما اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب حضرت نوح علیہ السلام کشتی میں سوار ہوئے اور آپ نے اس میں ہر جنس سے جوڑا جوڑا سوار کیا جیسا کہ آپ کو حکم تھا۔ تو آپ نے کشتی میں ایک بوڑھے کو دیکھا جسے آپ نے نہ پہچانا۔ تو آپ نے اس سے پوچھا تو کون ہے؟ اس نے کہا: ابلیس، میں داخل ہوا ہوں تا کہ تمہارے اصحاب کے دلوں پر قابو پاؤں۔ پس ان کے دل میرے ساتھ ہوں گے اور ان کے جسم

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 51، بیروت
2۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 52
3۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 53
4۔ تاریخ ابن عساکر، جلد 62، صفحہ 267، دار الفکر بیروت

تمہارے ساتھ۔ پھر اس نے کہا: پانچ چیزیں ہیں جن کے ساتھ میں لوگوں کو ہلاک کرتا ہوں۔ ان میں سے تین میں آپ کو بتاؤں گا اور دو کے بارے کوئی بات نہیں کروں گا۔ تو حضرت نوح علیہ السلام کی طرف وحی کی گئی کہ آپ کو ان تین کی کوئی حاجت اور ضرورت نہیں۔ آپ اسے حکم دو کہ وہ دو کے بارے آپ سے گفتگو کرے گا۔ تو اس نے کہا: ایک حسد ہے اور حسد کے سبب مجھ پر لعنت کی گئی اور مجھے شیطان رجیم بنا دیا گیا۔ دوسری حرص ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے لیے ساری جنت مباح کی گئی اور میں نے حرص کے ذریعے ان سے بھی اپنی حاجت پوری کر لی (1)۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے حضرت حکم رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ طوفان کے بعد قوس فزح ظاہر ہوئی جو اہل زمین کے لیے اس سے امان کی علامت تھی کہ وہ سارے کے سارے غرق ہوں گے۔

وَقَالَ ارْكَبُوا فِيهَا بِسْمِ اللَّهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا ۚ اِنَّ رَبِّيْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۴۱﴾

''اور نوح نے کہا سوار ہو جاؤ اس (کشتی) میں، اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ ہی اس کا چلنا اور اس کا لنگر انداز ہونا ہے۔ بے شک میرا پروردگار غفور رحیم ہے''۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کشتی میں سوار ہوئے اور وہ آپ کو لے کر چل پڑی۔ تو آپ کو خوف لاحق ہوا۔ تو آپ یہ پکارنے لگے اِلٰهَا اَتْقِنْ۔ کہتے اے اللہ! احسان فرما۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا کے ضمن میں کہا: جس وقت وہ سوار ہوتے ہیں اور چلتے ہیں اور لنگر انداز ہوتے ہیں (تو وہ یہ پڑھتے ہیں) (2)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب وہ ارادہ کرتے کہ کشتی ٹھہر جائے تو کہتے: بسم اللہ پس وہ ٹھہر جاتی اور جب وہ ارادہ کرتے کہ وہ چل پڑے۔ تو کہتے: بسم اللہ۔ پس وہ چل پڑتی (3)۔

امام سعید بن منصور اور طبرانی رحمہ اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ وہ اس طرح پڑھتے تھے مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا۔ (4)

امام ابویعلی، طبرانی، ابن سنی، ابن عدی، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت کے لیے غرق ہونے سے امان ہے کہ جب وہ کشتیوں پر سوار ہوں تو یہ کہیں: بِسْمِ اللّٰهِ الْمَلِكِ الرَّحْمٰنِ۔ ''بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا ۚ اِنَّ رَبِّيْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۴۱﴾ (ہود) وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ الی آخر الآیۃ۔ (الانعام: 91) (5)

1۔ تاریخ ابن عساکر، جلد 62، صفحہ 259، دار الفکر بیروت

2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 54، دار احیاء التراث العربی بیروت

3۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 55

4۔ سنن سعید بن منصور، جلد 5، صفحہ 47-6-24 دار الصمیعی الریاض

5۔ مسند ابویعلی، جلد 6، صفحہ 32، دار الکتب العلمیہ بیروت

امام ابن ابی حاتم، طبرانی اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اور آپ نے حضور نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: میری امت غرق ہونے سے محفوظ رہے گی۔ جب کہ انہوں نے کشتیوں میں سوار ہوتے وقت یہ کہا: ''بِسْمِ اللّٰهِ۔ وَ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖۤ (الانعام: 91) الآیہ، بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَ مُرْسٰىهَا ؕ اِنَّ رَبِّیْ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۴۱﴾ (ہود)(1)

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے الثواب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوع روایت بیان کی ہے۔ کہ کوئی آدمی بھی نہیں جو کشتی میں سوار ہوتے وقت یہ کہتا ہو ''بِسْمِ اللّٰهِ الْمَلِكِ الرَّحْمٰنِ ''بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَ مُرْسٰىهَا ؕ اِنَّ رَبِّیْ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۴۱﴾ (ہود) وَ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖۤ (الانعام: 91) مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اسے غرق ہونے سے حفظ و امان عطا فرمائے گا۔ یہاں تک کہ وہ اس سے نکل جائے گا۔

وَ هِیَ تَجْرِیْ بِهِمْ فِیْ مَوْجٍ كَالْجِبَالِ ۫ وَ نَادٰى نُوْحُ ابْنَهٗ وَ كَانَ فِیْ مَعْزِلٍ یّٰبُنَیَّ ارْكَبْ مَّعَنَا وَ لَا تَكُنْ مَّعَ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۴۲﴾ قَالَ سَاٰوِیْۤ اِلٰى جَبَلٍ یَّعْصِمُنِیْ مِنَ الْمَآءِ ؕ قَالَ لَا عَاصِمَ الْیَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ ۚ وَ حَالَ بَیْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِیْنَ ﴿۴۳﴾

''اور وہ چلنے لگی انہیں لے کر ایسی موجوں میں جو پہاڑ کی مانند ہیں۔ اور پکارا نوح (علیہ السلام) نے اپنے بیٹے کو اور وہ (ان سے) الگ تھا: بیٹا سوار ہو جاؤ ہمارے ساتھ اور نہ ہو کافروں کے ساتھ بیٹے نے کہا (مجھے کشتی کی ضرورت نہیں) میں پناہ لے لوں گا کسی پہاڑ کی، وہ بچالے گا مجھے پانی سے۔ آپ نے کہا (بیٹا!) آج کوئی بچانے والا نہیں اللہ تعالیٰ کے حکم سے مگر جس پر وہ رحم کرے۔ اور (اسی اثناء میں) حائل ہوگئی ان کے درمیان موج، پس ہو گیا وہ ڈوبنے والوں سے''۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضرت نوح علیہ السلام کا جو بیٹا ڈوب گیا تھا اس کا نام کنعان ہے۔

امام عبدالرزاق، سعید بن منصور، ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: وہ آپ کا بیٹا تھا مگر نیت اور عمل میں آپ کا مخالف تھا(1)۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابوجعفر محمد بن علی رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے وَ نَادٰى نُوْحُ ابْنَهٗ کے ضمن میں فرمایا: یہ لغت طیء کے مطابق ہے وہ آپ کا بیٹا نہیں تھا۔ بلکہ آپ کی بیوی کا بیٹا تھا۔

امام ابن الانباری نے مصاحف میں اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قرأت اس طرح

1۔ معجم کبیر، جلد 12، صفحہ 124، مکتبۃ العلوم والحکم بغداد 2۔ تفسیر عبدالرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 191، دارالکتب العلمیہ بیروت

کی ہے: وَنَادٰی نُوْحُ ۨ ابْنَهٗ۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ دونوں نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ کے ضمن میں فرمایا: کہ آج کشتی والوں کے سوا کوئی نجات پانے والا نہیں۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت قاسم بن ابی بزہ رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے وَحَالَ بَيْنَهُمَا الْمَوْجُ کی تفسیر میں کہا: کہ حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے اور پہاڑ کے درمیان (موج حائل ہوگئی)۔

امام حاکم رحمہ اللہ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ میری اہل بیت کی مثال حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کی طرح ہے۔ جو اس میں سوار ہوا وہ نجات پا گیا اور جو اس سے پیچھے رہا وہ غرق ہوگیا(1)۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت حمید بن ہلال رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کے ایک آدمی کے لیے اس شرط پر اجرت مقرر کی کہ وہ کشتی بنانے کے عمل میں آپ کی معاونت کرے گا۔ چنانچہ اس نے آپ کے ساتھ کام کیا۔ جب آپ فارغ ہوئے تو حضرت نوح علیہ السلام نے اسے فرمایا: بہتر ہے جو تو چاہے کہ یا میں تیری اجرت تجھے دے دوں یا پھر ہم تجھے ظالم قوم سے بچالیں۔ اس نے جواب دیا: میں اپنی قوم سے مشورہ کرلوں۔ پس اس نے اپنی قوم سے مشورہ کیا۔ تو انہوں نے اسے کہا: جا اور اپنی اجرت وصول کرلے۔ سو وہ آپ کے پاس آیا اور کہا میری اجر دے دو۔ پس آپ نے اسے پوری پوری اجرت دے دی۔ سو جو اس نے لیا اسے لے کر وہ آدمی وہاں تک پہنچا جہاں تک آپ اسے دیکھتے رہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے پانی کو اس کے بارے وہی حکم دیا جو قوم کے بارے اسے حکم دیا تھا۔ پس وہ آدمی پانی میں غوطہ زنی کرتے ہوئے آیا اور کہا: جو آپ نے مجھے دیا ہے وہ لے لو۔ تو آپ نے فرمایا: تیرے لیے وہی ہے جس کے ساتھ تو راضی ہے۔ پس وہ اس میں غرق ہوگیا جس میں قوم غرق ہوئی۔

وَقِيْلَ يٰٓاَرْضُ ابْلَعِيْ مَآءَكِ وَيٰسَمَآءُ اَقْلِعِيْ وَغِيْضَ الْمَآءُ وَقُضِيَ الْاَمْرُ وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُوْدِيِّ وَقِيْلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۴﴾

''اور حکم دیا گیا اے زمین! نگل لے اپنے پانی کو اور اے آسمان! تھم جا اور اتر گیا پانی اور حکم الٰہی نافذ ہوگیا اور ٹھہر گئی کشتی جودی (پہاڑ) پر اور کہا گیا ہلاکت و بربادی ہو ظالم قوم کے لیے''۔

امام ابن سعد اور ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت کلبی رحمہ اللہ کی سند سے حضرت ابوصالح رحمہ اللہ سے اور انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جس دن حضرت نوح علیہ السلام کی ولادت ہوئی اس وقت کے بادشاہ کی بادشاہی کو بیاسی سال ہو چکے تھے۔ اس زمانے میں گناہ سے روکنے والا کوئی نہ تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو ان کی طرف بھیجا۔ اس وقت آپ کی عمر چار سو اسی برس تھی۔ پھر آپ نے انہیں اپنے زمانہ نبوت میں ایک سو بیس برس دعوت

1۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 337، بیروت

الی الحق دی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو کشتی بنانے کا حکم دیا۔ تو آپ نے وہ کشتی بنائی اور اس میں سوار ہوئے۔ اس وقت آپ کی عمر چھ سو برس تھی۔ اور جس نے غرق ہونا تھا وہ غرق ہو گیا۔ پھر کشتی سے اترنے کے بعد تین سو پچاس برس تک آپ زندہ رہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا سام پیدا ہوا۔ اس کا رنگ سفید اور گندمی تھا اور حام پیدا ہوا تو اس کا رنگ سیاہ اور سفید تھا۔ یافث پیدا ہوا تو اس کے رنگ میں زردی اور سرخی تھی۔ اور کنعان وہی ہے جو غرق ہو گیا۔ عرب ماں کے نام کے سبب عرب کہلاتے ہیں اور ان تمام کی ماں ایک ہے اور ایک وسیع و عریض وادی کے کنارے نوح علیہ السلام نے کشتی تیار کی اور یہیں سے طوفان ظاہر ہوا۔ پس حضرت نوح علیہ السلام کشتی میں سوار ہوئے، آپ کے ساتھ آپ کے وہ بیٹے اور ان بیٹوں کی بیویاں بھی تھیں۔ اور بنی شیث میں سے تہتر افراد تھے جو آپ کے ساتھ ایمان لائے تھے۔ پس وہ کشتی میں اسی افراد تھے اور آپ نے اپنے ساتھ ہر جنس سے نر اور مادہ دو کو بھی سوار کیا۔ کشتی کی لمبائی تین سو گز تھی اور یہ گز حضرت نوح علیہ السلام کے باپ کے دادا کا مقرر کردہ تھا۔ اور کشتی کی چوڑائی پچاس گز تھی اور آسمان کی جانب اس کی بلندی تیس گز تھی اور وہ چھ گز پانی سے باہر تھی اور وہ کشتی ڈھکی ہوئی تھی۔ آپ نے اس کے لیے تین دروازے بنائے اور وہ بعض بعض سے نیچے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے چالیس دن تک بارش برسائی اور جب بارش وحشی جانوروں، چوپاؤں اور پرندوں کو پہنچی تو وہ سب کے سب حضرت نوح علیہ السلام کے پاس آئے۔ وہ آپ کے لیے مسخر کر دیئے گئے۔ پھر جیسے اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم فرمایا ان میں سے ہر جنس میں سے جوڑا جوڑا آپ نے کشتی میں سوار کر لیا۔ آپ نے اپنے ساتھ حضرت آدم علیہ السلام کے جسد اطہر کو بھی سوار کیا۔ آپ نے اسے مردوں اور عورتوں کے درمیان رکاوٹ بنا دیا۔ پس وہ سب کے سب دس رجب المرجب کو کشتی میں سوار ہوئے۔ دسویں محرم الحرام کو اس سے باہر نکلے۔ اور یوم عاشورا کو جنہوں نے روزہ رکھا اس کی وجہ یہی ہے اس طرح پانی دو حصوں میں تقسیم ہو کر ظاہر ہوا۔ ایک نصف آسمان سے اور ایک نصف زمین سے۔ اسی کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: فَفَتَحْنَآ اَبْوَابَ السَّمَآءِ بِمَآءٍ مُّنْهَمِرٍ ﴿۱۱﴾ (القمر) اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے: کہ آسمان کے دروازوں سے پانی انڈیل دیا گیا اور وَّفَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُيُوْنًا (القمر:12) فرما رہا ہے کہ میں نے زمین کو پھاڑ دیا پس پانی مل گیا عَلٰٓى اَمْرٍ قَدْ قُدِرَ ﴿۱۲﴾ (القمر) اور زمین کے بلند ترین پہاڑ پر بھی پندرہ گز تک پانی بلند ہوا۔ پس کشتی انہیں لے کر چلی اور چھ ماہ تک ساری زمین میں گھومتی رہی اور کسی شے پر قرار نہ پکڑا۔ یہاں تک کہ حرم پاک میں آئی لیکن اس کے اندر داخل نہ ہوئی اور ایک ہفتہ تک حرم کے پاس گھومتی رہی اور کسی شے پر قرار نہ پکڑا۔ یہاں تک کہ حرم پاک میں آئی۔ لیکن اس کے اندر داخل نہ ہوئی۔ اور ایک ہفتہ تک حرم کے پاس گھومتی رہی۔ اس وقت وہ کعبہ جو حضرت آدم علیہ السلام نے بنایا تھا اسے اٹھا لیا گیا تھا اور غرق ہونے سے بچا لیا گیا تھا۔ اور وہی بیت المعمور ہے۔ اور حجر اسود کو جبل ابی قبیس پر اٹھا لیا گیا۔ پس جب کشتی حرم کے پاس گھومی۔ تو وہاں سے انہیں لے کر نکلی اور زمین میں چلتی رہی۔ یہاں تک کہ جودی پر جا رکی۔ جودی سرزمین موصل میں حضین کے ساتھ ایک پہاڑ ہے۔ سال کی تکمیل کے چھ ماہ بعد وہاں کشتی جا کر ٹھہری۔ اور مطلق چھ ماہ کے بعد کا قول بھی کیا گیا ہے: ہلاکت اور بربادی ہو ظالم قوم کے لیے۔ پس جب جودی پر ٹھہر گئی، تو کہا گیا: يٰٓاَرْضُ ابْلَعِيْ مَآءَكِ وَيٰسَمَآءُ اَقْلِعِيْ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے: کہ کوئی اپنا پانی روک لے۔ وَغِيْضَ الْمَآءُ زمین نے پانی کو خشک کر دیا۔ اور ایسا ہو گیا کہ یہ سمندر جو تم زمین

میں دیکھتے ہو آسمان سے اترے ہی نہیں۔ پس وہ آخری پانی جو طوفان میں سے زمین میں باقی رہا وہ پانی ہے جو کھودا جاتا ہے طوفان کے بعد چالیس برس تک وہ زمین میں باقی رہا۔ پھر ختم ہو گیا۔ پس حضرت نوح علیہ السلام ایک گاؤں کی طرف اترے اور وہاں ان میں سے ہر آدمی نے گھر بنایا اور اس گاؤں کا نام سوق الثمانین رکھا گیا۔ بنو قابیل سارے کے سارے غرق ہو گئے۔ حضرت نوح علیہ السلام سے لے کر حضرت آدم علیہ السلام تک درمیان کے آباء اسلام پر نہ تھے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے شیر کے خلاف دعا کی کہ اس پر بخار مسلط کر دیا جائے۔ فاختہ کے لیے انس ومحبت کی دعا کی۔ کوے کو معیشت کی بدبختی قرار دیا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے بنی قابیل کی ایک عورت سے شادی کی۔ اس سے ایک بچہ پیدا ہوا اور اس کا نام یوناطن رکھا۔ پس سوق الثمانین کا گاؤں ان کے لیے تنگ ہو گیا۔ تو وہ بابل کی طرف چلے گئے اور اس کی تعمیر کی۔ یہ فرات اور صراۃ کے درمیان واقع ہے۔ وہ وہاں ٹھہرے رہے حتی کہ ایک لاکھ تک پہنچ گئے اور وہ سب مسلمان تھے۔ جب حضرت نوح علیہ السلام کشتی سے نکلے تو آپ نے حضرت آدم علیہ السلام کو بیت المقدس میں دفن کیا(1)۔

امام عبدالرزاق اور ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے فاختہ کو بھیجا۔ وہ زیتون کا پتہ لے کر آئی۔ تو اسے وہ ہار جو اس کی گردن میں ہے اور اس کے پاؤں کا رنگ عطا کیا گیا(2)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سعید رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے میں نکلا اور میں نے کڑوا پانی پینے کا ارادہ کیا۔ تو کہا گیا: تو کڑوا پانی (سمندر کا پانی) نہ پی۔ کیونکہ جب طوفان کا زمانہ تھا تو اللہ تعالیٰ نے زمین کو حکم دیا کہ وہ اپنا پانی جذب کر لے اور آسمان کو حکم دیا کہ وہ بھی تھم جائے۔ تو اس پر زمین کے بعض ٹکڑوں نے نافرمانی کی اور اللہ تعالیٰ نے اس پر لعنت کی۔ تو اس کا پانی کڑوا ہو گیا۔ اس کی مٹی میں شور ہو گیا اور وہ کوئی شے نہیں اگا سکتی۔

امام ابوالشیخ نے حضرت ابراہیم تیمی رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب زمین کو حکم دیا گیا کہ وہ پانی کو جذب کر لے تو کوفہ کی زمین کے سوا ساری زمین خشک ہو گئی اور اس پر لعنت کی گئی پس ساری زمین دونوروں پر ہو گی اور کوفہ کی زمین چار پر۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عکرمہ رحمہ اللہ نے کہا یٰٓاَرْضُ ابْلَعِیْ یہ حبشی زبان کا لفظ ہے۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ نے وَقِیْلَ یٰٓاَرْضُ ابْلَعِیْ مَآءَكِ کے بارے کہا کہ یہ حبشی زبان ہے۔ انہوں نے کہا: اذردیہ ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت جعفر بن محمد رحمہ اللہ سے اور انہوں نے اپنے باپ سے مذکورہ قول کے بارے یہ کہا ہے کہ ابْلَعِیْ کا لغت ہند کے مطابق معنی ہے۔ اشربی۔ تو پی لے۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اَقْلِعِیْ کا معنی ہے تو روک لے۔ اور وَغِیْضَ الْمَآءُ کے بارے کہا: کہ پانی خشک ہو گیا(3)۔

1۔ طبقات کبری، باب ذکر نوح النبی علیہ السلام، جلد 1، صفحہ 42-40، دار صادر بیروت

2۔ تفسیر عبدالرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 187، دار الکتب العلمیہ بیروت 3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 58، بیروت

امام ابن جریر اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: وَغِيضَ الْمَآءُ کا معنی ہے۔ نُقِصَ الْمَاءُ۔ پانی کا اتر جانا۔ (کمدر ہو جانا) وَقُضِيَ الْأَمْرُ اور قوم نوح کی ہلاکت کا حکم نافذ ہو گیا(1)۔

رہا قول وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُودِيِّ تو اس کے بارے امام احمد، ابو الشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ یہود کے کچھ لوگوں کے پاس سے گزرے اور انہوں نے یوم عاشوراء کا روزہ رکھا ہوا تھا۔ تو آپ ﷺ نے پوچھا: یہ روزہ کیسا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: یہ وہ دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو غرق ہونے سے بچا لیا اور فرعون کو اس دن غرق کر دیا۔ اور یہ وہ دن ہے جس میں حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی جودی پہاڑ پر جا کر ٹھہری۔ تو اس دن حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام دونوں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لیے روزہ رکھا۔ یہ سن کر حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اس دن کے روزے کا زیادہ حق رکھتا ہوں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے خود بھی روزہ رکھا اور صحابہ کرام کو بھی اس دن کے روزے کا حکم فرمایا(2)۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت عبد العزیز بن عبد الغفور رحمہ اللہ سے اور انہوں نے اپنے باپ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ رجب کے پہلے دن حضرت نوح علیہ السلام کشتی میں سوار ہوئے تو آپ نے اور آپ کے ساتھ جمیع اصحاب نے بھی روزہ رکھا۔ کشتی انہیں لے کر چھ ماہ تک چلتی رہی۔ پس وہ سفر محرم پر جا کر رکا اور کشتی یوم عاشورا کو جودی پہاڑ پر لنگر انداز ہوئی۔ تو حضرت نوح علیہ السلام نے روزہ رکھا اور جو آپ کے ساتھ وحشیوں اور چوپاؤں میں سے تھے، انہیں بھی آپ نے حکم دیا، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لیے سب نے روزہ رکھا(3)۔

امام اصبہانی رحمہ اللہ نے ترغیب میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ یوم عاشورہ وہ دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام پر رحمت کی نظر فرمائی اور ان کی توبہ قبول فرمائی۔ یہی وہ دن ہے جس میں حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی جودی پہاڑ پر ٹھہری۔ یہی وہ دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے لیے سمندر کو پھاڑ دیا۔ اور یہی وہ دن ہے جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے اس کا روزہ رکھنا سنت مبرورہ کے موافق ہے۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب کشتی جودی پہاڑ پر پہنچ کر ٹھہری تو جتنا اللہ تعالیٰ نے چاہا آپ وہاں پر ٹھہرے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو اجازت عطا فرمائی۔ تو آپ پہاڑ پر اترے۔ پھر کوے کو بلایا اور اسے کہا: کہ زمین کی خبر لے آؤ۔ پس کوا زمین پر گر پڑا۔ اس میں حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے غرق شدہ لوگ تھے۔ تو کوے نے آپ کا حکم مؤخر کر دیا۔ چنانچہ آپ نے اس پر لعنت کی۔ پھر فاختہ کو بلایا۔ وہ حضرت نوح علیہ السلام کی ہتھیلی پر آ کر بیٹھی۔ تو آپ نے اسے فرمایا: تو اتر جا اور زمین کی خبر میرے پاس لے آ۔ پس وہ اڑ گئی (اور زمین پر اتری) ابھی

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 58، بیروت
2۔ مسند امام احمد، جلد 2، صفحہ 60-359، دار صادر بیروت
3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 57

تھوڑا ہی وقت گزرا تھا کہ آ گئی اور اپنی چونچ میں اپنے پروں کو جھاڑنے لگی اور کہا: اتر جایئے زمین بنادی گئی ہے (یعنی زمین خشک ہوگئی ہے)۔ حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تجھے اور تیرے گھر میں برکت عطا فرمائے اور تجھے لوگوں کے نزدیک پسندیدہ اور محبوب بنائے۔ اگر یہ نہ ہوتا کہ لوگ تیری ذات پر قابض ہو جائیں گے تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا کہ وہ تیرا سر سونے کا بنادے۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جودی جزیرہ میں ایک پہاڑ ہے۔ اس دن غرق ہونے سے بچنے کے لیے پہاڑ بلند ہو گئے اور طویل ہو گئے۔ لیکن اس نے اللہ تعالیٰ کے لیے تواضع اور انکساری کی۔ پس یہ غرق نہیں ہوا اور حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی اس پر بھیج دی گئی (1)۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے العظمہ میں حضرت عطاء رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ جودی کے علاوہ دیگر پہاڑ آسمان کی جانب بلند ہو گئے۔ جودی نے یہ یقین کرلیا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم اسے پہنچ کر رہے گا۔ چنانچہ یہ ساکن رہا۔ فرمایا: اور مجھ تک یہ خبر بھی پہنچی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رکن اسود (حجر اسود) کو جبل ابی قبیس میں چھپا دیا۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جودی موصل میں ایک پہاڑ ہے (2)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جزیرہ کی زمین میں سے بطور عبرت اور نشانی جودی کو باقی رکھا۔ یہاں تک کہ اس امت کے پہلے لوگوں نے اسے دیکھا کہ کتنی کشتیاں اس کشتی کے بعد تھیں اور وہ تباہ ہو گئیں۔

وَ نَادٰى نُوْحٌ رَّبَّهٗ فَقَالَ رَبِّ اِنَّ ابْنِیْ مِنْ اَهْلِیْ وَ اِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ وَ اَنْتَ اَحْكَمُ الْحٰكِمِیْنَ ﴿۴۵﴾

''اور پکارا نوح نے اپنے رب کو اور عرض کی: میرے پروردگار! میرا بیٹا بھی تو میری اہل سے ہے اور یقیناً تیرا وعدہ سچا ہے اور تو سب حاکموں سے بہتر حکم کرنے والا ہے''۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے مذکورہ آیت کے ضمن میں فرمایا کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے رب کی بارگاہ میں عرض کی بے شک تو نے میرے ساتھ وعدہ کیا ہے کہ تو میرے لیے میری اہل کو نجات دے گا اور میرا بیٹا بھی تو میری اہل سے ہے۔

امام عبدالرزاق، فریابی، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ کبھی نبی کی بیوی نے زنا نہیں کیا اور قول باری تعالیٰ اِنَّهٗ لَیْسَ مِنْ اَهْلِكَ کی وضاحت میں کہتے ہیں کہ یہ تیری اس اہل میں سے نہیں ہے جن کے بارے میں نے تیرے ساتھ وعدہ کیا تھا کہ میں انہیں تیرے ساتھ بچالوں گا (3)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 58، بیروت 2۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 59

3۔ تفسیر عبدالرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 95-190، دارالکتب العلمیہ بیروت

قَالَ يٰنُوْحُ اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ ۚ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ ۖ فَلَا تَسْـَٔلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۭ اِنِّىْٓ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ۝۴۶ قَالَ رَبِّ اِنِّىْٓ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَسْـَٔلَكَ مَا لَيْسَ لِىْ بِهٖ عِلْمٌ ۭ وَاِلَّا تَغْفِرْ لِىْ وَتَرْحَمْنِىْٓ اَكُنْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝۴۷

''اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے نوح! وہ تیرے گھر والوں سے نہیں (کیونکہ) اس کے عمل اچھے نہیں۔ پس نہ سوال کیا کرو مجھ سے جس کا تجھے علم نہ ہو۔ میں تجھے نصیحت کرتا ہوں کہ نہ ہو جانا نادانوں سے عرض کرنے لگے: میرے پروردگار! میں پناہ مانگتا ہوں تجھ سے کہ میں سوال کروں تجھ سے ایسی چیز کا جس کا مجھے علم نہیں۔ اور اگر تو مجھے نہ بخشے اور مجھ پر رحم نہ کرے تو میں ہو جاؤں گا زیاں کاروں سے''۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: انبیاء علیہم السلام کی بیویاں زنا نہیں کرتیں۔ وہ یہ آیت پڑھتے اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ تو فرماتے: اے نوح (علیہ السلام) آپ کا مجھے یہ سوال کرنا اچھا عمل نہیں ہے۔ میں اسے تیرے لیے پسند نہیں کرتا۔

امام ابو الشیخ نے سعید کی سند سے ذکر کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے اس آیت کے فرمایا: کہ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو منع فرما دیا کہ وہ کسی کے بارے اللہ تعالیٰ سے رجوع کریں۔ تو پھر اپنے رب کی طرف رجوع کرنا غیر صالح عمل تھا۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی قرأت میں ہے فَلَا تَسْـَٔلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ اور قتادہ کے علاوہ کسی اور سے روایت ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کا وہ بیٹا جو غرق ہوا تھا اس کا نام کنعان تھا۔ اور حضرت قتادہ نے کہا: اس نے نیت اور عمل میں حضرت نوح علیہ السلام کی مخالفت کی۔ ابو الشیخ نے ابو جعفر رازی سے یہ قول بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے زید بن اسلم سے پوچھا کہ تم یہ حرف کیسے پڑھتے ہو؟ تو انہوں نے کہا: عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ۔

ابن منذر نے حضرت علقمہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی قرأت میں ہے اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ کے ضمن میں کہا ہے کہ کہا جاتا ہے کہ آپ کا ایسی چیز کے بارے میں سوال کرنا جس کا آپ کو علم نہیں (یہ عمل غیر صالح ہے)(1)

امام طیالسی، احمد، ابو داؤد، ترمذی، ابن منذر اور ابن مردویہ نے حضرت شہر بن حوشب کی سند سے اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے یہ بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ پڑھتے ہوئے سنا ہے اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ۔ (2)

امام احمد، ابو داؤد، ترمذی، طبرانی، حاکم، ابن مردویہ اور ابو نعیم نے حلیہ میں شہر بن حوشب کی سند سے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو سنا کہ آپ نے یہ آیت پڑھی اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 64، دار احیاء التراث العربی بیروت
2۔ مسند امام احمد، جلد 6، صفحہ 454 دار صادر بیروت

صَالِحٍ(1) عبد بن حمید نے کہا: ام سلمہ رضی اللہ عنہا ہی اسماء بنت یزید ہیں۔ اس لیے میرے نزدیک دونوں حدیثیں ایک ہیں۔

امام بخاری نے تاریخ میں، ابن مردویہ اور خطیب رحمہم اللہ نے کئی طرق سے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت کی ہے کہ حضور نبی مکرم ﷺ اس طرح پڑھتے تھے: اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے اس طرح قرأت کی: اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ بعض حروف میں اس طرح ہے اِنَّهٗ عَمِلَ غَيْرُ صَالِحٍ۔(2)

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ سے اس کے ضمن میں یہ قول بیان کیا ہے کہ اس کا عمل اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرنا تھا۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے پڑھا عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ اور فرمایا کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے نبی کی نافرمانی کا عمل کیا۔

امام ابن جریر اور ابو الشیخ رحمہما اللہ دونوں نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے فَلَا تَسْئَلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ کے تحت یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کے لیے بیان کر دیا کہ وہ ان کا بیٹا نہیں ہے(3)۔

امام ابن جریر اور ابو الشیخ رحمہما اللہ دونوں نے اِنِّيْٓ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ کے ضمن میں حضرت ابن زید رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ یہ نادانی آپ کو آپہنچے کہ میں وہ وعدہ پورا نہیں کروں گا جو میں نے تیرے ساتھ کیا ہے یہاں تک کہ تو مجھ سے سوال کرے آپ نے عرض کی: چونکہ یہ ایک خطا ہے، میرے پروردگار! میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں کہ میں تجھ سے سوال کروں الآیہ (4)۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابن مبارک رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اگر آدمی سو چیزوں سے بچے اور ایک شے سے نہ بچے تو وہ متقین میں سے نہیں۔ اور اگر سو چیزوں سے پرہیز کرے اور ایک شے سے پرہیز نہ کرے تو وہ پرہیز نہیں۔ اور وہ جس میں جہالت کی ایک عادت ہو وہ جاہلوں میں سے ہے۔ کیا تو نے نہیں سنا جب کہ نوح علیہ السلام نے کہا ''اِنَّ ابْنِيْ مِنْ اَهْلِيْ'' تو اللہ تعالیٰ نے جواباً فرمایا: اِنِّيْٓ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے جب اپنے رب سے سوال کیا اور عرض کی: اے میرے رب! بے شک میرا بیٹا بھی تو میری اہل سے ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی فرمائی: اے نوح (علیہ السلام)! تیرا مجھ سے یہ سوال کرنا کہ میرا بیٹا میری اہل سے ہے۔ یہ

1۔ مسند امام احمد، جلد 6، صفحہ 294، دار صادر بیروت
2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 62، بیروت
3۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 61
4۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 66

عمل اچھا نہیں فَلَا تَسْـَٔلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ؕ اِنِّيْۤ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ فرمایا کہ مجھ تک خبر پہنچی ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد پر اِنِّيْۤ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ چالیس سال تک روئے۔

امام احمد رحمہ اللہ نے الزہد میں حضرت وہیب بن ورد حضرمی رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو ان کے بیٹے کے بارے میں عتاب فرمایا اور آپ پر یہ آیت نازل فرمائی اِنِّيْۤ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ تو آپ تین سو سال تک روتے رہے یہاں تک کہ رونے کے سبب آپ کی آنکھوں کے نیچے نالیاں بن گئیں (1)۔

قِيْلَ يٰنُوْحُ اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا وَ بَرَكٰتٍ عَلَيْكَ وَ عَلٰۤى اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَكَ ؕ وَ اُمَمٌ سَنُمَتِّعُهُمْ ثُمَّ يَمَسُّهُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۴۸﴾

''ارشاد ہوا اے نوح! (کشتی سے) اتریئے امن وسلامتی کے ساتھ ہماری طرف سے اور برکتوں کے ساتھ جو آپ پر ہیں اور ان قوموں پر جو آپ کے ہمراہ ہیں اور (آئندہ) کچھ قومیں ہوں گی ہم لطف اندوز کریں گے انہیں، پھر پہنچے گا انہیں ہماری طرف سے دردناک عذاب''۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن زید رحمہ اللہ نے اس آیت کے ضمن میں فرمایا: اتریئے درآنحالیکہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہے، اور اتریئے اللہ تعالیٰ کی جانب سے سلامتی کے ساتھ۔ وہ اس زمانے کے باسیوں میں سے اہل رحمت تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد ان سے ایک نسل نکالی اور اس سے امتیں پیدا کیں۔ ان میں سے بعض پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہوئی اور بعض کو عذاب دیا گیا۔ پھر انہوں نے یہ آیت پڑھی وَ عَلٰۤى اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَكَ ؕ وَ اُمَمٌ سَنُمَتِّعُهُمْ اور فرمایا: بے شک امتیں پیدا ہوئیں اس جماعت سے جو اس پانی سے نکلی اور سلامتی کے ساتھ رہی۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے اس آیت کے تحت یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلسل ہمارے لیے حصہ لیتا رہا ہے۔ اسی طرح وہاں وہ ہمارا ذکر کرے گا جہاں ہم اپنا ذکر نہیں کریں گے۔ جب بھی کوئی قوم ہلاک ہوئی اس نے ہمیں ان کی اصلاب میں رکھا جو اس کے لطف ومہربانی کے ساتھ نجات پاتے رہے۔ یہاں تک کہ جو امتیں لوگوں کے لیے نکالی گئیں اس نے ہمیں ان میں سے بہترین امت بنایا۔

امام ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن سنی رحمہم اللہ نے طب نبوی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے کشتی سے نکلنے کے بعد سب سے پہلے جو درخت لگایا وہ آس (مورد کا درخت جس کے پتے بہت سبز اور تروتازہ ہوتے ہیں) ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت عثمان بن ابی العاتکہ رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ سب سے پہلا کلام جو حضرت نوح علیہ السلام نے اس وقت کیا جب کہ کشتی سے نکلتے وقت آپ نے اپنے دونوں پاؤں زمین پر رکھے وہ یہ ہے کہ آپ نے کہا ''یا

1۔ کتاب الزہد، قصہ نوح علیہ السلام، صفحہ 66، بیروت

مود، اتقن ''یہ سریانی زبان ہے۔ معنی یہ ہے اے میرے مولا! تو اصلاح فرما۔

ابوالشیخ اور ابن عساکر نے حضرت وہب بن منبہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کو غرق کر دیا تو حضرت نوح علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی: بے شک میں نے مخلوق کو اپنے دست قدرت سے تخلیق فرمایا اور میں نے انہیں اپنی اطاعت وفرمانبرداری کا حکم دیا۔ تو انہوں نے میری نافرمانی کی اور انہوں نے میرے غضب کو ترجیح دی۔ پس میں نے نافرمانی کرنے والوں کے گناہ کے سبب اپنی مخلوق میں سے انہیں بھی عذاب دیا جنہوں نے نافرمانی نہیں کی۔ پس میں نے قسم اٹھائی ہے اور کون سی شے میری مثل ہے۔ میں اس کے بعد عام غرق کرنے کا عذاب (یعنی کل مخلوقات کو غرق کرنے کا عذاب) نہیں دوں گا، میں نے قیامت کے دن تک اپنے بندوں اور اپنے شہروں کو غرق سے امان دینے کے لیے اپنی قوس بنا دی ہے۔ اس قوس میں تیر اور کمان تھی۔ پس جب اللہ تعالیٰ حضرت نوح علیہ السلام کے یہ کلام کرنے سے فارغ ہوا تو قوس سے کمان اور تیر نکال لیے اور اسے اپنے بندوں اور اپنے شہروں کو غرق سے بچنے کے لیے امان بنا دیا(1)۔

امام ابن عساکر نے حضرت خصیف سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب حضرت نوح علیہ السلام کشتی سے اترے اور جبل حسماء سے اوپر چڑھے تو دو دریاؤں کے درمیان حران کا ٹیلہ دیکھا۔ پس آپ حران آئے اور اس کا نقشہ بنایا۔ پھر آپ دمشق تشریف لائے اور اس کا نقشہ بنایا۔ پس حران وہ پہلا شہر ہے طوفان کے بعد جس کا نقشہ بنایا گیا اور اس کے بعد دمشق ہے(2)۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ طوفان کے بعد جو پہلی دیوار اس طرح زمین پر بنائی گئی وہ حران اور دمشق کی دیوار ہے پھر بابل کی(3)۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت محمد بن کعب قرظی رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اس سلامتی اور ان برکتوں میں یوم قیامت تک ہر مومن مرد اور ہر مومن عورت داخل ہے اور اس لطف اندوزی اور درد عذاب میں یوم قیامت تک ہر کافر مرد اور عورت داخل ہے(4)۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ضحاک رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ وَعَلٰٓى اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَكَ کا معنی ہے کہ وہ جو ابھی پیدا نہیں کیے گئے اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے پہلے سے برکتیں ثابت کر دی ہیں ان سعادتوں کے باعث جو پہلے سے ان کے لیے علم الٰہی میں موجود ہیں۔ وَاُمَمٌ سَنُمَتِّعُهُمْ یعنی دنیوی زندگی کا لطف پھر ہماری جانب سے انہیں دردناک عذاب پہنچے گا جو کہ ان کی شقاوت کے باعث پہلے سے علم الٰہی میں موجود ہے(5)۔

امام احمد رحمہ اللہ نے الزہد میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے بعد زمین میں اہل زمین سے مسلسل چودہ بار عذاب دور کیا گیا۔

تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ ۚ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَآ اَنْتَ وَلَا

1۔ تاریخ ابن عساکر، جلد 62، صفحہ 260 دار الفکر بیروت
2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 12، تاریخ مدینہ دمشق ومعرفۃ من بناہا
3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 11
4۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 67
5۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 68

قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا ۛ فَاصْبِرْ ۛ اِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۴۹﴾

''یہ قصہ غیب کی خبروں سے ہے جنہیں ہم وحی کر رہے ہیں آپ کی طرف۔ نہ آپ جانتے تھے اسے اور نہ ہی آپ کی قوم اس سے پہلے۔ پس آپ صبر کریں۔ یقیناً نیک انجام پرہیز گاروں کے لیے ہے''۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو مالک نے بیان کیا ہے کہ آیت میں تِلْكَ بمعنی هذه (یہ) ہے۔ اور ''انباء'' سے مراد باتیں ہیں۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ پھر حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کی طرف رجوع فرمایا: اور ارشاد فرمایا تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ ۚ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَآ اَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ یعنی اس قرآن سے قبل نہ آپ جانتے تھے اور نہ عرب جانتے تھے۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے۔ یعنی اس قرآن سے پہلے حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ اور آپ کی قوم وہ نہیں جانتی تھی جو نوح علیہ السلام اور ان کی قوم نے کہا: اگر اللہ تعالیٰ آپ کے لیے اپنی کتاب میں بیان نہ فرماتا(1)۔

وَ اِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ۛ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۛ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُفْتَرُوْنَ ﴿۵۰﴾ يٰقَوْمِ لَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا ۛ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى الَّذِيْ فَطَرَنِيْ ۛ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۵۱﴾ وَ يٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا وَّ يَزِدْكُمْ قُوَّةً اِلٰى قُوَّتِكُمْ وَ لَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِيْنَ ﴿۵۲﴾ قَالُوْا يٰهُوْدُ مَا جِئْتَنَا بِبَيِّنَةٍ وَّ مَا نَحْنُ بِتَارِكِيْٓ اٰلِهَتِنَا عَنْ قَوْلِكَ وَ مَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۵۳﴾ اِنْ نَّقُوْلُ اِلَّا اعْتَرٰىكَ بَعْضُ اٰلِهَتِنَا بِسُوْٓءٍ ۛ قَالَ اِنِّيْٓ اُشْهِدُ اللّٰهَ وَ اشْهَدُوْٓا اَنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿۵۴﴾ مِنْ دُوْنِهٖ فَكِيْدُوْنِيْ جَمِيْعًا ثُمَّ لَا تُنْظِرُوْنِ ﴿۵۵﴾ اِنِّيْ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ رَبِّيْ وَ رَبِّكُمْ ۛ مَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِيَتِهَا ۛ اِنَّ رَبِّيْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۵۶﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ مَّآ اُرْسِلْتُ بِهٖٓ اِلَيْكُمْ ۛ وَ يَسْتَخْلِفُ رَبِّيْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ۚ وَ لَا تَضُرُّوْنَهٗ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 69، بیروت

شَيْءٍ حَفِيظٌ ﴿٥٧﴾ وَلَمَّا جَاءَ أَمْرُنَا نَجَّيْنَا هُودًا وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَنَجَّيْنَاهُم مِّنْ عَذَابٍ غَلِيظٍ ﴿٥٨﴾ وَتِلْكَ عَادٌ جَحَدُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ وَعَصَوْا رُسُلَهُ وَاتَّبَعُوا أَمْرَ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيدٍ ﴿٥٩﴾ وَأُتْبِعُوا فِي هَٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ أَلَا إِنَّ عَادًا كَفَرُوا رَبَّهُمْ أَلَا بُعْدًا لِّعَادٍ قَوْمِ هُودٍ ﴿٦٠﴾

''اور عاد کی طرف (ہم نے) ان کے بھائی ہود کو بھیجا۔ آپ نے کہا: اے میری قوم! عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی نہیں ہے تمہارا کوئی معبود اس کے سوا۔ نہیں ہو تم مگر افترا پرداز اے میری قوم! نہیں مانگتا میں تم سے اس (تبلیغ) پر کوئی اجرت، نہیں ہے میری اجرت مگر اس (ذات پاک) کے ذمہ جس نے مجھے پیدا فرمایا۔ کیا تم (اس حقیقت کو) نہیں سمجھتے اے میری قوم! مغفرت طلب کرو اپنے رب سے پھر (دل و جان سے) رجوع کرو اس کی طرف وہ اتارے گا آسمان سے تم پر موسلا دھار بارش اور بڑھا دے گا تمہیں قوت میں تمہاری پہلی قوت سے اور نہ منہ موڑو (اللہ تعالیٰ سے) جرم کرتے ہوئے انہوں نے کہا: اے ہود! نہیں لے کر آیا تو ہمارے پاس کوئی دلیل اور نہیں ہیں ہم چھوڑنے والے اپنے خداؤں کو تمہارے کہنے سے اور نہیں ہیں ہم تجھ پر ایمان لانے والے۔ ہم تو یہی کہیں گے کہ مبتلا کر دیا ہے تجھے ہمارے کسی خدا نے دماغی خلل میں۔ ہود نے کہا: میں گواہ بناتا ہوں اللہ تعالیٰ کو اور تم بھی گواہ رہنا کہ میں بیزار ہوں ان بتوں سے جنہیں تم شریک ٹھہراتے ہو اس کے سوا پس سازش کر لو میرے خلاف سب مل کر پھر مجھے مہلت نہ دو۔ بلاشبہ میں نے بھروسہ کر لیا ہے اللہ تعالیٰ پر جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے۔ کوئی جاندار بھی ایسا نہیں ہے مگر اللہ تعالیٰ نے پکڑا ہوا ہے اسے پیشانی کے بالوں سے۔ بے شک میرا رب سیدھی راہ پر ہے پھر اگر تم روگردانی کرو تو میں نے تو پہنچا دیا ہے تمہیں وہ پیغام جسے دے کر مجھے بھیجا گیا ہے تمہاری طرف۔ اور جانشین بنا دے گا میرا رب کسی اور قوم کو تمہارے علاوہ اور تم اس کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکو گے۔ بے شک میرا رب ہر چیز کا نگہبان ہے۔ اور جب آ گیا ہمارا حکم تو ہم نے نجات دے دی ہود کو اور جو ایمان لائے تھے ان کے ساتھ بوجہ اپنی رحمت کے اور ہم نے نجات دے دی انہیں سخت عذاب سے۔ اور یہ قوم عاد (کی داستان) ہے، انہوں نے انکار کیا اپنے رب کی آیتوں کا اور نافرمانی کی اس کے رسولوں کی اور پیروی کرتے رہے ہر متکبر منکر حق کے حکم کی۔ اور ان کے پیچھے لگا دی گئی اس دنیا میں بھی لعنت اور قیامت کے دن بھی۔ سنو! عاد نے انکار کیا اپنے رب کا۔ سنو! ہلاکت و بربادی ہو عاد کے لیے جو ہود کی قوم تھی''۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا: عَلَى الَّذِي

فَطَرَنِیْ کا معنی ہے ''خَلَقَنِیْ'' یعنی اس پر جس نے مجھے پیدا کیا(1)۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تین سال تک قوم عاد سے بارش روک لی۔ تو حضرت ہود علیہ السلام نے انہیں فرمایا: اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا پس انہوں نے محض سرکشی کی بنا پر انکار کر دیا۔

امام ابن سعد نے طبقات میں، سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ نے مصنف میں، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ اور بیہقی رحمہم اللہ نے سنن میں حضرت شعبی رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بارش طلب کرنے کے لیے (نماز استسقاء) کے لیے نکلے۔ لیکن آپ نے استغفار سے زائد کچھ نہ کیا اور واپس لوٹ آئے۔ آپ سے عرض کی گئی کہ ہم نے آپ کو بارش طلب کرتے ہوئے نہیں دیکھا؟ آپ نے فرمایا: تحقیق میں نے ان مخاذیج السماء سے بارش طلب کی ہے جن کے سبب بارش نازل ہوتی ہے۔ پھر آپ نے یہ آیات پڑھیں وَيٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا۔ اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ۝ يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ۝ (النوح)(2)

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ہارون تیمی رحمہ اللہ سے يُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا کے ضمن میں یہ قول نقل کیا ہے کہ اس کا معنی ہے وہ ان پر لگاتار بارش برسائے گا۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے وَّيَزِدْكُمْ قُوَّةً اِلٰى قُوَّتِكُمْ کے ضمن میں فرمایا کہ وہ تمہارے بیٹوں کو اولاد عطا فرما کر تمہاری پہلی قوت سے اور قوت میں اضافہ کر دے گا(3)۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ اعْتَرٰىكَ بَعْضُ اٰلِهَتِنَا بِسُوْٓءٍ کا مفہوم ہے کہ ہمارے کسی خدا نے تجھے جنون میں مبتلا کر دیا ہے(4)۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے اسی آیت کا یہ مفہوم نقل کیا ہے کہ بتوں نے آپ کو جنون میں مبتلا کر دیا ہے(5)۔

امام عبد الرزاق، ابن جریر اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے اسی آیت کی تفسیر میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کا یہ قول بیان کیا ہے کہ آپ کو ہمارے خداؤں کی مذمت پر صرف یہ چیز ابھارتی ہے کہ ان کی جانب سے آپ کو کوئی تکلیف اور نقصان پہنچا ہے(6)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت یحییٰ بن سعید رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جو کوئی عادی چور، نقصان دہ درندے یا سرکش شیطان سے ڈرتا ہو تو اسے چاہیے کہ وہ یہ آیت پڑھا کرے اِنِّيْ تَوَكَّلْتُ عَلَي اللّٰهِ رَبِّيْ وَرَبِّكُمْ ۭ مَا مِنْ دَاۗبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِيَتِهَا ۭ اِنَّ رَبِّيْ عَلٰي صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ تو اللہ تعالیٰ اسے اس سے پھیر دے گا۔

امام ابن جریر اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیان کیا ہے کہ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ سے مراد حق ہے۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 70، بیروت
2۔ سنن سعید بن منصور، جلد 5، صفحہ 353، دار الصمیعی الریاض
3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 70
4۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 72
5۔ ایضاً
6۔ ایضاً

یعنی بلاشبہ میرا رب حق پر ہے(1)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابو مالک سے بیان کیا ہے کہ غَلِيظٌ کا معنی شدید ہے۔یعنی شدید اور سخت عذاب۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیان کیا ہے كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيدٍ سے مراد مشرک ہے۔یعنی وہ ہر مشرک کے حکم کی پیروی کرتے رہے۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت سدی رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ بیان کیا ہے کہ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيدٍ سے مراد میثاق (وعدہ) ہے۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ عَنِيدٍ کا معنی ہے وہ حق سے پھر گئے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے کہ وَاُتْبِعُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً کے تحت حضرت سدی رحمہ اللہ نے کہا: قوم عاد کے بعد کوئی نبی نہیں بھیجا گیا مگر یہ کہ اس کی زبان سے قوم عاد پر لعنت کی گئی۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: کہ ان کے لیے ایک لعنت اس دنیا میں ان کے پیچھے لگادی گئی اور قیامت کے دن دوسری لعنت ہوگی۔

امام ابن منذر اور ابو الشیخ رحمہما اللہ دونوں نے بیان کیا ہے کہ اسی آیت کی تفسیر میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ان پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے پے در پے دو لعنتیں ہیں۔ایک لعنت دنیا میں ہے اور دوسری لعنت آخرت میں ہوگی۔

وَ اِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ۘ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ
غَيْرُهٗ ؕ هُوَ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَ اسْتَعْمَرَكُمْ فِيْهَا فَاسْتَغْفِرُوْهُ ثُمَّ
تُوْبُوْۤا اِلَيْهِ ؕ اِنَّ رَبِّيْ قَرِيْبٌ مُّجِيْبٌ ﴿۶۱﴾ قَالُوْا يٰصٰلِحُ قَدْ كُنْتَ فِيْنَا
مَرْجُوًّا قَبْلَ هٰذَاۤ اَتَنْهٰىنَاۤ اَنْ نَّعْبُدَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا وَ اِنَّنَا لَفِيْ شَكٍّ
مِّمَّا تَدْعُوْنَاۤ اِلَيْهِ مُرِيْبٍ ﴿۶۲﴾ قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ
مِّنْ رَّبِّيْ وَ اٰتٰىنِيْ مِنْهُ رَحْمَةً فَمَنْ يَّنْصُرُنِيْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ عَصَيْتُهٗ ۫
فَمَا تَزِيْدُوْنَنِيْ غَيْرَ تَخْسِيْرٍ ﴿۶۳﴾ وَ يٰقَوْمِ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً
فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْۤ اَرْضِ اللّٰهِ وَ لَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ
قَرِيْبٌ ﴿۶۴﴾ فَعَقَرُوْهَا فَقَالَ تَمَتَّعُوْا فِيْ دَارِكُمْ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ ؕ ذٰلِكَ وَعْدٌ
غَيْرُ مَكْذُوْبٍ ﴿۶۵﴾ فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا صٰلِحًا وَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ

1۔تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 73، بیروت

بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَ مِنْ خِزْيِ يَوْمِئِذٍ ۗ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ ﴿٦٦﴾ وَ
اَخَذَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿٦٧﴾ كَاَنْ لَّمْ
يَغْنَوْا فِيْهَا ۗ اَلَا بُعْدًا لِّثَمُوْدَ ﴿٦٨﴾

''اور قوم ثمود کی طرف (ہم نے) ان کے بھائی صالح کو بھیجا۔ آپ نے کہا: اے میری قوم! عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی نہیں ہے تمہارا کوئی معبود اس کے سوا۔ اس نے پیدا فرمایا تمہیں زمین سے اور بسا دیا تمہیں اس میں پس مغفرت طلب کرو اس سے پھر (دل و جان سے) رجوع کرو اس کی طرف۔ بے شک میرا رب قریب ہے (اور) التجائیں قبول فرمانے والا ہے۔ انہوں نے کہا: اے صالح! تم ہی ہم میں (ایک شخص) تھے جس سے امیدیں وابستہ تھیں اس سے پہلے۔ کیا تم روکتے ہو ہمیں اس سے کہ ہم عبادت کریں ان (بتوں) کی جن کی عبادت کرتے تھے ہمارے باپ دادا اور بے شک ہم اس امر کے بارے میں جس کی طرف تو ہمیں بلاتا ہے ایک بے چین کر دینے والے شک میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ آپ نے کہا: اے میری قوم! بھلا یہ تو بتاؤ اگر میں روشن دلیل پر ہوں اپنے رب کی طرف سے اور اس نے عطا کی ہو مجھے اپنی جناب سے خاص رحمت تو کون ہے جو بچائے گا مجھے اللہ (کے عذاب سے) اگر میں اس کی نافرمانی کروں۔ تم تو نہیں زیادہ کرنا چاہے میرے لیے سوا نقصان کے۔ اور اے میری قوم! یہ اللہ کی اونٹنی ہے تمہارے لیے نشانی ہے۔ پس چھوڑ دو اسے کھاتی پھرے اللہ تعالیٰ کی زمین میں اور نہ ہاتھ لگاؤ اسے برائی سے ورنہ پکڑ لے گا تمہیں عذاب بہت جلد۔ پس انہوں نے اس کی کونچیں کاٹ ڈالیں تو صالح نے فرمایا: لطف اٹھالو اپنے گھروں میں تین دن تک۔ یہ (اللہ کا) وعدہ ہے جسے جھٹلایا نہیں جا سکتا۔ پھر جب آ گیا ہمارا حکم تو ہم نے بچا لیا صالح کو اور انہیں جو ایمان لائے تھے ان کے ساتھ اپنی رحمت سے نیز (بچا لیا) اس دن کی رسوائی سے، بے شک (اے محبوب) تیرا رب ہی بہت قوت والا بہت عزت والا ہے اور پکڑ لیا ظالموں کو ایک خوف ناک کڑک نے اور صبح کی انہوں نے اس حال میں کہ وہ اپنے گھروں میں گھٹنوں کے بل اوندھے گرے پڑے تھے (انہیں یوں نابود کر دیا گیا) گویا وہ یہاں کبھی آباد ہی نہ ہوئے تھے سنو! ثمود نے انکار کیا اپنے رب کا، سنو! بربادی ہو ثمود کے لیے''۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیان کیا ہے کہ هُوَ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ کا معنی ہے اس نے تمہیں زمین سے پیدا کیا۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيْهَا کا معنی ہے اس نے تمہیں زمین میں آباد کیا (1)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 76، دار احیاء التراث العربی بیروت

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے اس کا یہ معنی بیان کیا ہے کہ اس نے تمہیں زمین میں خلیفہ بنایا۔

امام ابن جریر اور ابو الشیخ رحمہما اللہ دونوں نے بیان کیا ہے کہ فَمَا تَزِيدُونَنِي غَيْرَ تَخْسِيرٍ کی تفسیر میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ تم تو خسارے اور نقصان کے سوا کچھ اضافہ نہیں کرو گے(1)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے حضرت عطاء خراسانی سے اس کا یہ معنی بیان کیا ہے کہ جو عمل تم کر رہے ہو اس کے سبب میرے لیے اضافہ نہیں کرو گے مگر اس کا جو تمہارے لیے باعث ضرر اور خسارہ ہوگا، تم اس سے نقصان اٹھاؤ گے۔

امام ابو الشیخ نے ابن جریج سے ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ کے ضمن میں یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کی کونچیں کاٹنے کے وقت ان کی قوم کی مدت سے تین دن باقی تھے۔ پس انہیں عذاب نہ دیا یہاں تک کہ انہوں نے وہ مکمل کر لیے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ نَجَّيْنَا صٰلِحًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ..... الآیہ کی تفسیر میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی خاص رحمت کے سبب نجات عطا فرمائی۔ اور اس دن کی رسوائی سے بھی آپ کو بچا لیا(2)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے جٰثِمِيْنَ کا معنی "مَيِّتِيْنَ" نقل کیا ہے۔ یعنی انہوں نے صبح کی اس حال میں کہ وہ اپنے گھروں میں مرے پڑے تھے۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا کا معنی ہے گویا کہ انہوں نے کبھی اس میں زندگی گزاری ہی نہیں(3)۔

ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول کیا ہے گویا کہ وہ کبھی اس میں آباد ہوئے ہی نہیں۔

امام ابن الانباری نے الوقف والابتداء میں اور طستی رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ حضرت نافع بن ازرق رحمہ اللہ نے ان سے کہا: کہ مجھے ارشاد باری تعالیٰ كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا کا مفہوم بتائیے۔ تو آپ نے فرمایا: گویا وہ دنیا میں نہیں تھے جب کہ انہیں عذاب دیا گیا اور وہ کبھی اس میں آباد نہیں ہوئے۔ انہوں نے کہا: کیا عرب یہ معنی جانتے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں۔ کیا تم نے لبید بن ربیعہ کو نہیں سنا کہ وہ کہتا ہے:

غَنِيْتُ شَيْئًا قَبْلَ نَحْرِيْ وَاَحْسَنَ لَوْكَانَ لِلنَّفْسِ اللَّجُوْجِ خُلُوْدُ

"میرے اونٹ ذبح کرنے سے قبل بھی تو میں زندگی کی لذتوں سے شاد کام ہوا اور کتنا ہی اچھا ہوتا کہ اگر بہت ہی جھگڑالو نفس کو دوام حاصل ہوتا"۔

ابن ابی حاتم نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے یہ معنی بیان کیا ہے: گویا انہوں نے کبھی اس میں زندگی کی لذت نہیں پائی۔

وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى قَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ سَلٰمٌ فَمَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ ﴿٦٩﴾

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 77، بیروت 2۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 78 3۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 81

''اور بلاشبہ آئے ہمارے بھیجے ہوئے (فرشتے) ابراہیم کے پاس خوش خبری لے کر۔ انہوں نے کہا (اے خلیل!) آپ پر سلام ہو۔ آپ نے فرمایا: تم پر بھی سلام ہو، پھر آپ جلدی لے آئے (ان کی ضیافت کے لیے) ایک بچھڑا بھنا ہوا''۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت عثمان بن محسن سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مہمانوں کے بارے میں بیان کیا ہے کہ وہ چار تھے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام، حضرت میکائیل علیہ السلام، حضرت اسرافیل علیہ السلام اور حضرت رفائیل علیہ السلام۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے یہ پڑھا قَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ سَلٰمٌ اور ہر شے پر ملائکہ نے سلام کیا۔ پس انہوں نے کہا: تم پر سلام ہو۔ تو جواب میں آپ نے بھی کہا تم پر بھی سلام ہو۔

امام ابن جریر اور ابن منذر رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ کا معنی ہے پکا ہوا بچھڑا (1)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بیان کیا ہے کہ حَنِيْذٍ کا معنی ''بھنا ہوا'' ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ کا معنی ''سمیط'' ہے یعنی جس کے بال صاف کر کے بھون دیا گیا ہو۔

امام طستی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ نافع بن ازرق نے آپ سے کہا: کہ ارشاد باری تعالیٰ بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ کے بارے مجھے کچھ بتایئے۔ تو آپ نے فرمایا: حنیذ سے مراد وہ پکا ہوا گوشت ہے جسے پتھروں پر بھونا جائے۔ انہوں نے کہا کیا عرب اس معنی کو جانتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں کیا تو نے شاعر کا یہ قول نہیں سنا۔ وہ کہتا ہے:

لَهُمْ رَاحٌ وَفَارَ الْمِسْكُ فِيْهِمْ وَشَاوٌ هُمْ إِذَا شَاوَا حَنِيْذٌ

''اس کے پاس شراب ہے اور اس میں خوشبو بھڑکی ہوئی ہے اور انہوں نے اس کا اس وقت قصد کیا جب کہ انہوں نے بھونے ہوئے گوشت کا قصد کیا''۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ معنی بیان کیا ہے کہ حَنِيْذٍ سے مراد وہ ہے جسے پتھروں کے ساتھ پکایا جائے۔

فَلَمَّا رَآ اَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَيْهِ نَكِرَهُمْ وَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ؕ قَالُوْا لَا تَخَفْ اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمِ لُوْطٍ ؕ ﴿٧٠﴾ وَامْرَاَتُهٗ قَآئِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ ۙ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ ﴿٧١﴾ قَالَتْ يٰوَيْلَتٰٓى ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّهٰذَا بَعْلِىْ شَيْخًا ؕ اِنَّ هٰذَا لَشَىْءٌ عَجِيْبٌ ﴿٧٢﴾ قَالُوْٓا

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 83، دار احیاء التراث العربی بیروت

اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ ؕ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ﴿۷۳﴾

''پھر جب دیکھا کہ ان کے ہاتھ نہیں بڑھ رہے کھانے کی طرف تو اجنبی خیال کیا انہیں اور دل ہی دل میں ان سے اندیشہ کرنے لگے۔ فرشتوں نے کہا: ڈریئے نہیں۔ ہمیں تو بھیجا گیا ہے قوم لوط کی طرف۔ اور آپ کی اہلیہ (سارہ پاس) کھڑی تھیں۔ وہ ہنس پڑیں۔ تو ہم نے خوش خبری دی سارہ کو اسحاق کی اور اسحاق کے بعد یعقوب کی۔ سارہ نے کہا: وائے حیرانی! کیا میں بچہ جنوں گی حالانکہ میں بوڑھی ہوں اور یہ میرے میاں ہیں یہ بھی بوڑھے ہیں۔ بلاشبہ یہ تو عجیب وغریب بات ہے فرشتے کہنے لگے: کیا تم تعجب کرتی ہو اللہ کے حکم پر؟ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں تم پر اے ابراہیم کے گھرانے والو! بے شک وہ ہر طرح تعریف کیا ہوا بڑی شان والا ہے''۔

امام عبداللہ بن احمد نے زوائد الزہد میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ ہم تک یہ خبر پہنچی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سدوم پر برتری کا اظہار فرما رہے تھے اور کہہ رہے تھے: اے سدوم! قیامت کے دن تیرے لیے ہلاکت ہو۔ پھر فرمایا'' وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى قَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ سَلٰمٌ فَمَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ ﴿۶۹﴾'' چونکہ آپ آنے والے فرشتوں کو مہمان گمان کر رہے تھے اس لیے آپ انتہائی جلدی میں ان کے لیے ایک بھونا ہوا بچھڑا لے کر آئے۔ جب آپ نے دیکھا کہ ان کے ہاتھ کھانے کی طرف نہیں بڑھ رہے تو آپ نے انہیں اجنبی خیال کیا اور دل ہی دل میں ان سے اندیشہ کرنے لگے۔ فرشتوں نے کہا: ڈریئے نہیں ہمیں تو قوم لوط کی طرف بھیجا گیا ہے۔ آپ کی اہلیہ پاس کھڑی تھیں وہ ہنس پڑیں۔ تو ہم نے اسے (سارہ کو) اسحاق کی اور اسحاق کے بعد یعقوب کی خوش خبری دی''۔ یعنی پوتے کی بشارت دی۔ انہوں نے کہا:'' وائے حیرانی! کیا میں بچہ جنوں گی حالانکہ میں بوڑھی ہوں اور یہ میرے میاں ہیں یہ بھی بوڑھے ہیں۔ بلاشبہ یہ تو عجیب وغریب بات ہے'' تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے انہیں کہا:'' کیا تم اللہ تعالیٰ کے حکم پر تعجب کرتی ہو؟ تم پر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں اے ابراہیم کے گھرانے والو! بے شک وہ ہر طرح تعریف کیا ہوا بڑی شان والا ہے۔'' حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان سے قوم لوط کے بارے میں گفتگو کی۔ کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ان میں شامل تھے۔ تو فرشتوں نے کہا: يٰۤاِبْرٰهِيْمُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا (ہود: 76) اس قول تک وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِيْٓءَ بِهِمْ (ہود: 77)'' اے ابراہیم اس بات کو رہنے دیجئے..... الآیہ) (اور جب آئے ہمارے بھیجے ہوئے (فرشتے) لوط (علیہ السلام) کے پاس وہ دل گیر ہوئے ان کے آنے سے''۔ کہا ان کے مقام ومرتبہ نے آپ کو پریشان کر دیا۔ جب آپ نے اس کے حسن و جمال کو دیکھا۔'' وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّقَالَ هٰذَا يَوْمٌ عَصِيْبٌ ﴿۷۷﴾'' (اور بڑے پریشان ہوئے ان کی وجہ سے اور بولے آج کا دن تو بڑی مصیبت کا دن ہے)۔ فرمایا میری قوم کے لیے بڑی پریشانی اور مصیبت کا دن ہے۔ پھر آپ انہیں اپنے گھر کی

طرف لے گئے اور آپ کی بیوی آپ کی قوم کی طرف گئی۔ ''وَ جَآءَهٗ قَوْمُهٗ یُهْرَعُوْنَ اِلَیْهِ ؕ وَ مِنْ قَبْلُ كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ السَّیِّاٰتِ ؕ قَالَ یٰقَوْمِ هٰۤؤُلَآءِ بَنَاتِیْ هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ '' (ہود:78) (اور مہمانوں کی خبر سنتے ہی) آئے ان کے پاس ان کی قوم کے لوگ دوڑتے ہوئے اور اس سے پہلے ہی وہ کیا کرتے تھے برے کام۔ لوط نے کہا: اے میری قوم! (دیکھو!) یہ میری قوم کی بیٹیاں ہیں وہ پاک اور حلال ہیں تمہارے لیے) تم ان سے شادی کرو۔ اَلَیْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِیْدٌ ﴿۷۸﴾ قَالُوْا لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا فِیْ بَنٰتِكَ مِنْ حَقٍّ ۚ وَ اِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِیْدُ ﴿۷۹﴾ ''کیا تم میں ایک بھی سمجھ دار آدمی نہیں؟ کہنے لگے تم خوب جانتے ہو ہمیں تمہاری (قوم کی) بیٹیوں سے کوئی سروکار نہیں۔ اور تم یہ بھی اچھی طرح جانتے ہو کہ ہم کیا چاہتے ہیں''۔ آپ نے مہمانوں کی اپنے گھر میں داخل کیا اور خود گھر کے دروازے پر بیٹھ گئے۔ قَالَ لَوْ اَنَّ لِیْ بِكُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِیْۤ اِلٰی رُكْنٍ شَدِیْدٍ ﴿۸۰﴾ ''لوط نے (بصد حسرت) کہا اے کاش! میرے پاس بھی تمہارے مقابلہ کی قوت ہوتی یا میں پناہ ہی لے سکتا کسی مضبوط سہارے کی''۔ یعنی میرے پاس ایسی جماعت ہوتی جو تمہیں روک سکتی۔ راوی کا بیان ہے: پس مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے۔ کہ حضرت لوط علیہ السلام کے بعد کوئی رسول بھی نہیں مبعوث کیا گیا مگر ایسا جو اپنی قوم میں سے معزز اور غالب تھا۔ سو جب بھیجے ہوئے مہمانوں نے دیکھا کہ لوط علیہ السلام ان کی وجہ سے پریشانی اور غم میں مبتلا ہیں۔ تو انہوں نے کہا قَالُوْا یٰلُوْطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ ''اے لوط! ہم آپ کے رب کے بھیجے ہوئے (ملائکہ) ہیں''۔ لَنْ یَّصِلُوْۤا اِلَیْكَ فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّیْلِ وَ لَا یَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ اِلَّا امْرَاَتَكَ ؕ اِنَّهٗ مُصِیْبُهَا مَاۤ اَصَابَهُمْ ؕ اِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ ؕ اَلَیْسَ الصُّبْحُ بِقَرِیْبٍ ﴿۸۱﴾ ''یہ لوگ آپ کو کوئی گزند نہ پہنچا سکیں گے پس آپ لے کر نکل جایئے اپنے اہل وعیال کو جب رات کا کچھ حصہ گزر جائے اور پیچھے مڑ کر تم میں سے کوئی نہ دیکھے مگر اپنی بیوی کو ساتھ نہ لے جایئے۔ بے شک وہی (عذاب) اسے بھی پہنچے گا جو ان (دوسرے مجرموں) کو پہنچا۔ ان پر عذاب آنے کا مقررہ وقت صبح کا وقت ہے۔ کیا نہیں ہے صبح (بالکل) قریب؟''۔ پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام ان کی طرف نکلے اور اپنے پر سے ان کے چہروں پر شدید ضرب لگائی اور ان کی آنکھیں ختم کر دیں۔ پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ان کی زمین کی سطح کو اٹھا لیا۔ یہاں تک کہ آسمان دنیا کے باسیوں نے ان کے کتوں کے بھونکنے کی آواز اور ان کے مرغوں کی آوازیں سنیں۔ پھر اسے ان پر الٹا کر دیا۔ ''وَ اَمْطَرْنَا عَلَیْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ سِجِّیْلٍ ﴿۸۲﴾ ''(الحجر) اور ہم نے ان کے بادیہ نشینوں پر، ان کے چرواہوں پر اور ان کے مسافروں پر آگ میں پکے ہوئے پتھر برسائے سو ان میں سے کوئی بھی باقی نہ بچا۔

امام اسحاق بن بشر اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے حضرت جویبر رحمہ اللہ کی سند سے حضرت ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ سے اور انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دیکھا کہ ان کے ہاتھ بچھڑے کی جانب نہیں بڑھ رہے تو آپ نے انہیں اجنبی خیال کیا اور دل ہی دل میں ان سے اندیشہ کرنے لگے اور ان سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خوف زدہ ہونے کا سبب یہ تھا کہ اس زمانہ میں ان میں سے کوئی جب کسی کو تکلیف اور اذیت پہنچانے کا ارادہ کرتا تو اس کے پاس سے کچھ نہ کھاتا اور یہ کہتا کہ جب میں نے اس کے کھانے کے سبب تکریم حاصل کر لی ہے تو اب اسے اذیت دینا مجھ پر حرام ہے۔ تو اسی لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی اندیشہ ہوا کہ وہ آپ کو کوئی اذیت دینے کا

ارادہ رکھتے ہیں۔ پس آپ کے مفاصل مضطرب ہو گئے۔ آپ کی بیوی حضرت سارہ پاس کھڑے ہو کر ان کی خدمت بجالا رہی تھی۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے مہمانوں کی تکریم کا ارادہ فرماتے تو آپ حضرت سارہ کو ان کی خدمت کے لیے پاس کھڑا کرتے۔ چنانچہ وہ ہنس پڑی۔ جب وہ ہنسی تو اس دوران انہوں نے کہا: اے ابراہیم! کیا آپ ڈر رہے ہیں حالانکہ وہ تین آدمی ہیں اور تمہارے ساتھ تمہارے گھر والے اور تمہارے غلام بھی ہیں؟ تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضرت سارہ کو کہا: اے ہنسنے والی! بے شک عن قریب تو ایک بچے کو جنم دے گی، اسے اسحاق کہا جائے گا اور اس کے بعد ایک اور بچہ ہوگا اس کا نام یعقوب ہوگا ''فَاَقْبَلَتِ امْرَاَتُهٗ فِیْ صَرَّةٍ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا'' (الذاریات:29) پس وہ انتہائی حیرت انگیز انداز میں متوجہ ہوئیں اور کہا اے کاش اے ہلاک! اور حیا کرتے ہوئے اپنا ہاتھ اپنے چہرے پر رکھا۔ اور اسی کے متعلق یہ ارشاد ہے ''فَصَكَّتْ وَجْهَهَا وَقَالَتْ عَجُوْزٌ عَقِیْمٌ وَّهٰذَا بَعْلِیْ شَیْخًا فرمایا جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کے قول کے ساتھ بشارت دی گئی۔ ''فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ اِبْرٰهِیْمَ الرَّوْعُ وَجَآءَتْهُ الْبُشْرٰی'' پھر جب ابراہیم (علیہ السلام) سے خوف دور ہو گیا اور مل گیا انہیں اسحاق علیہ لاسلام کے بارے میں مژدہ۔ ''یُجَادِلُنَا فِیْ قَوْمِ لُوْطٍ'' (تو وہ ہم سے قوم لوط کے بارے میں جھگڑنے لگے) اور ان کے جھگڑنے کا سبب یہ تھا کہ انہوں نے پوچھا: اے جبرائیل! تم کہاں کا ارادہ رکھتے ہو اور کن کی طرف تمہیں بھیجا گیا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا: قوم لوط کی طرف۔ تحقیق ہمیں انہیں عذاب دینے کا حکم دیا گیا ہے۔ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا ''اِنَّ فِیْهَا لُوْطًا ؕ قَالُوْا نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَنْ فِیْهَا ؕ لَنُنَجِّیَنَّهٗ وَاَهْلَهٗۤ اِلَّا امْرَاَتَهٗ'' (العنکبوت:32) (اس میں تو لوط بھی رہتا ہے۔ فرشتوں نے عرض کی: ہم خوب جانتے ہیں جو وہاں رہتے ہیں ہم ضرور بچا لیں گے اسے اور اس کے گھر والوں کو سوائے اس کی عورت کے) جس عورت کے بارے میں انہوں نے یہ خیال ظاہر کیا اس کا نام واقفہ ہے۔ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا: اگر ان میں سو مومن ہوں تو کیا تم انہیں عذاب دو گے؟ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے جواباً کہا: نہیں۔ آپ نے پھر پوچھا تو اگر ان میں نوے مومنین ہوں تو کیا تم انہیں عذاب دو گے؟ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا: نہیں۔ انہوں پھر کہا اور اگر ان میں اسی مومن ہوں تو کیا تم انہیں عذاب دو گے؟ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا۔ نہیں۔ حتی کہ آخر میں انہوں نے ایک مومن کے بارے سوال کیا تو جبرائیل علیہ السلام نے کہا: نہیں۔ پس جب انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے ان میں ایک مومن بھی نہ ہونے کا ذکر کیا۔ تب انہوں نے کہا اِنَّ فِیْهَا لُوْطًا ؕ قَالُوْا نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَنْ فِیْهَا ؕ لَنُنَجِّیَنَّهٗ وَاَهْلَهٗۤ اِلَّا امْرَاَتَهٗ (العنکبوت:32)

امام ابن جریر اور ابن منذر رحمہما اللہ نے حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب قوم نے آگ میں پھینکنے کے واقعہ کے بعد وطن سے نکال دیا تو آپ اپنی رفیقہ حیات حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو ساتھ لے کر نکلے۔ آپ کے ساتھ ان کے بھائی حضرت لوط علیہ السلام بھی تھے۔ یہ دونوں آپ کے بھائی کی اولاد تھے۔ چنانچہ یہ دونوں سرزمین شام کی طرف متوجہ ہوئے اور پھر مصر میں پہنچے۔ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا حسین ترین لوگوں میں سے تھیں۔ جب وہ مصر میں داخل ہوئیں تو لوگ ان کے حسن و جمال کی باتیں کرنے لگے۔ انہوں نے اس پر انتہائی کی اظہار تعجب کیا۔

یہاں تک کہ یہ خبر بادشاہ وقت تک پہنچ گئی۔ اس نے آپ کے خاوند کو بلا بھیجا اور ان سے ان کے متعلقہ سوال کیے۔ پس آپ کو یہ اندیشہ ہوا کہ اگر اس کو خاوند ہونے کے بارے بتایا تو وہ آپ کو قتل کر دے گا۔ اس لیے آپ نے کہا: میں اس کا بھائی ہوں۔ تو بادشاہ نے کہا: تو مجھ سے اس کی شادی کر دے۔ پس وہ اسی حال پر تھا یہاں تک کہ وہ رات کے وقت سو گیا اور اسے ایک خواب آیا، سو اس نے اس کا گلا گھونٹا اور اسے خوب خوف زدہ کیا۔ پس وہ خود اور اس کے اہل خانہ انتہائی خوف زدہ ہو گئے اور ڈر گئے۔ یہاں تک کہ اسے یہ معلوم ہوا کہ یہ سب کچھ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کی جانب سے آیا ہے۔ چنانچہ اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بلایا اور کہا تجھے کس شے نے اس پر ابھارا ہے کہ تو مجھے دھوکہ دے کہ تو نے یہ کہا: یہ تیری بہن ہے۔ تو آپ نے فرمایا: بے شک مجھے یہ خوف ہوا کہ اگر میں نے یہ ذکر کیا کہ یہ میری بیوی ہے تو تیری جانب سے مجھے ایسی صورت حال کا سامنا ہوگا جسے میں پسند نہیں کروں گا۔ تو اس نے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو ہاجرہ عطا کی جو کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ محترمہ ہے۔ اس نے انہیں سوار کیا اور انہیں ساز و سامان مہیا کیا۔ یہاں تک کہ جبل ایلیاء پر ان کی سکونت کو مزید پختہ کر دیا۔ پس وہ وہیں رہے یہاں تک کہ ان کے اموال اور ان کے مویشی انتہائی کثیر ہو گئے۔ پس حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چرواہوں اور حضرت لوط علیہ السلام کے چرواہوں کے درمیان باہم حق جوار بھی تھا اور لڑائی جھگڑا بھی۔ تو حضرت لوط علیہ السلام نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا۔ کہ ان چرواہوں کے درمیان فساد برپا ہو گیا ہے اور چراگاہیں ان کے لیے تنگ ہو گئی ہیں اور ہمیں یہ خوف ہے کہ یہ زمین ہمیں برداشت نہیں کرے گی۔ سو اگر آپ پسند کریں کہ میں آپ کے لیے تخفیف کر دوں، تو میں کر دیتا ہوں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا: اگر آپ چاہتے ہیں تو میں بھی چاہتا ہوں۔ پس اگر آپ پسند کریں تو آپ یہاں سے منتقل ہو جائیں اور اگر چاہیں تو میں یہاں سے کسی اور طرف منتقل ہو جاتا ہوں۔ حضرت لوط علیہ السلام نے کہا: نہیں بلکہ میں زیادہ حق رکھتا ہوں کہ میں آپ کے لیے تخفیف اور آسانی پیدا کروں۔ چنانچہ آپ اپنے اہل و عیال اور مال کو ساتھ لے کر اردن کی سرزمین کی طرف چلے گئے۔ اسی مقام پر تھے کہ فلسطین کے رہنے والوں نے آپ پر حملہ کر دیا اور آپ کے اہل و عیال اور مال کو انہوں نے قیدی بنا لیا۔

پس حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ خبر پہنچی تو آپ نے اپنے اہل اور غلاموں وغیرہ سے مل کر ان پر حملہ کر دیا، اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ تین سو سے زائد افراد تھے اور آپ نے فلسطینیوں کی قید سے اہل لوط کو رہائی دلائی۔ یہاں تک کہ انہیں اپنے مسکن کی طرف لوٹا دیا۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام واپس اپنے شہر کی طرف آ گئے۔ اہل سدوم وہ ہیں جن میں حضرت لوط علیہ السلام تشریف فرما تھے۔ یہ ایک ایسی قوم تھی جو مردوں کے سبب عورتوں سے مستغنی تھے (یعنی یہ لواطت کے عادی تھے)۔ پس جب اللہ تعالیٰ نے انہیں اس حال میں دیکھا، تو ملائکہ کو بھیجا، تا کہ وہ انہیں عذاب دیں چنانچہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے، جب آپ نے انہیں دیکھا، تو ان کی ہیئت اور ان کے جمال نے آپ کو مضطرب کر دیا، انہوں نے آپ کو سلام پیش کیا اور آپ کے پاس بیٹھ گئے۔ آپ اٹھے تا کہ مہمان نوازی کے لیے ان کے قریب ہوں۔ تو انہوں نے کہا: آپ اپنی جگہ پر رہیے۔ آپ نے کہا: بلکہ تم مجھے اجازت دو، میں تمہاری ضرورت کی چیز (کھانا) لے کر آتا

ہوں، کیونکہ یہ تمہارا حق ہے۔ ہمارے پاس تم سے بڑھ کر عزت وتکریم کا حق دار کوئی نہیں آیا۔ چنانچہ آپ نے ایک موٹا تازہ بچھڑا ذبح کرنے کا حکم دیا اور اسے ان کے لیے بھون دیا گیا اور آپ نے کھانا اس کے قریب رکھا۔ فَلَمَّا رَآ اَیْدِیَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَیْهِ نَكِرَهُمْ وَ اَوْجَسَ مِنْهُمْ خِیْفَةً پس جب آپ نے دیکھا کہ ان کے ہاتھ کھانے کی طرف نہیں بڑھ رہے تو آپ نے انہیں اجنبی خیال کیا اور دل ہی دل میں ان سے اندیشہ کرنے لگے۔ اور حضرت سارہ رضی اللہ عنہا دروازے کے پیچھے سن رہی تھیں ''قَالُوْا لَا تَخَفْ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمٍ حَلِیْمٍ'' فرشتوں نے کہا ڈریئے نہیں بے شک ہم تجھے ایک بردبار بچے کی خوش خبری دیتے ہیں، جو سراپا برکت ہوگا، تو آپ نے یہ خوش خبری اپنی بیوی حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو سنائی۔ تو وہ ہنس پڑیں۔ تعجب کا اظہار کیا مجھ سے آپ کا بیٹا کیسے ہوسکتا ہے۔ حالانکہ میں بھی بوڑھی ہوں اور آپ بھی بوڑھے ہو چکے ہیں۔ قَالُوْۤا اَتَعْجَبِیْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ انہوں نے کہا: تم اللہ تعالیٰ کے حکم پر تعجب کرتی ہو حالانکہ وہ جو چاہتا ہے اس کی قدرت رکھتا ہے۔ تحقیق اللہ تعالیٰ نے بیٹا تمہیں عطا فرمایا ہے۔ لہٰذا تمہیں اس کی بشارت ہو۔ پھر وہ اٹھ کھڑے ہوئے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی ان کے ساتھ اٹھے اور وہ اکٹھے چل پڑے۔ آپ نے ان سے پوچھا: مجھے یہ تو بتاؤ، تم کیوں بھیجے گئے ہو اور تم نے کہاں جانا ہے؟ تو فرشتوں نے جواب دیا: ہم اہل سدوم کی طرف بھیجے گئے ہیں، تاکہ ہم انہیں تباہ و برباد کردیں کیونکہ وہ انتہائی بری قوم ہے۔ ان کی صورت حال یہ ہے کہ وہ مردوں کے سبب عورتوں سے مستغنی ہو چکے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا: بلاشبہ ان میں صالحین اور نیک کار لوگوں کی جماعت بھی ہے۔ پس انہیں وہ عذاب کیسے پہنچے گا جس میں بدکاری کا عمل کرنے والے مبتلا ہوں گے؟ فرشتوں نے پوچھا: ان کی کتنی تعداد ہے؟ آپ نے جواب دیا: تمہارا کیا خیال ہے اگر اس میں پچاس نیک اور صالح آدمی ہوں؟ تو فرشتوں نے کہا: تب ہم انہیں عذاب نہیں دیں گے۔ آپ نے پھر پوچھا: اور اگر ان میں چالیس افراد نیک ہوں؟ تو انہوں نے جواب دیا: تب بھی ہم انہیں عذاب نہیں دیں گے۔ پس آپ اسی طرح کم کرتے رہے حتی کہ آپ دس تک پہنچ گئے پھر آپ نے کہا: تو اہل بیت (گھر والوں) کا کیا ہوگا؟ فرشتوں نے جواباً کہا: پس اگر بستی میں کوئی صالح گھر ہوا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا: حضرت لوط علیہ السلام اور ان کے گھر والے کیا ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: بلاشبہ ان کی بیوی خواہشات اور پسند قوم کے ساتھ ہے۔ پس ایسی بستی والوں سے (عذاب) کو کیسے پھیرا جاسکتا ہے جس میں صالحین کے اہل بیت بھی کامل نہیں۔

پس جب حضرت ابراہیم علیہ السلام ان سے مایوس ہوگئے تو واپس لوٹ آئے اور وہ اہل سدوم کی طرف چلے گئے اور حضرت لوط علیہ السلام کے پاس گئے۔ جب آپ کی بیوی نے انہیں دیکھا تو ان کی ہیئت اور حسن و جمال نے اسے انتہائی متعجب کیا۔ چنانچہ اس نے بستی والوں کی طرف پیغام بھیجا کہ ہمارے پاس ایسے لوگ آئے ہوئے ہیں جن سے زیادہ حسین و جمیل کبھی کوئی نہیں دیکھا گیا۔ پس جونہی انہوں نے اس کے بارے سنا تو انہوں نے حضرت لوط علیہ السلام کے گھر کو ہر جانب سے گھیر لیا اور ان پر دیواروں کو پھلانگنا شروع کردیا۔ حضرت لوط علیہ السلام ان سے ملے اور فرمایا: اے میری قوم! تم مجھے میری گھر میں رسوا نہ کرو۔ میں اپنی بیٹیوں کی تم سے شادی کیے دیتا ہوں اور وہ تمہارے لیے حلال اور پاک ہیں۔ قوم نے کہا اگر ہم

تمہاری بیٹیوں کو چاہتے تو ہم تمہارے مکان کو جانتے ہیں۔ لیکن ہمیں تو ان لوگوں کی ضرورت ہے جو تمہارے پاس آئے ہوئے ہیں۔ آپ ہمارے اور ان کے درمیان سے ہٹ جایئے۔ اور انہیں ہمارے حوالے کر دیں۔ تو آپ کے لیے معاملہ انتہائی پریشان کن ہو گیا۔ تو اس وقت آپ نے کہا ''لَوْ اَنَّ لِیْ بِکُمْ قُوَّۃً اَوْ اٰوِیْٓ اِلٰی رُکْنٍ شَدِیْدٍ ﴿۸۰﴾'' جب ان بھیجے ہوئے فرشتوں نے آپ سے یہ کلام سنا۔ تو انہوں نے کہا: بلاشبہ آپ کا سہارا مضبوط اور پختہ ہے۔ بے شک وہ ان پر ایسا عذاب لانے والے ہیں جسے لوٹایا نہیں جائے گا۔ پس ان میں سے ایک نے اپنا پر ان کی آنکھوں پر مارا تو ان کی بصارت ختم ہو گئی۔ تو انہوں نے کہا: ہم پر جادو کر دیا گیا ہے۔ (ملائکہ نے کہا) تم ہمارے ساتھ چلو یہاں تک کہ آپ ان کے پاس آئیں جب کہ رات ان پر چھا چکی ہو۔ پھر ان کا معاملہ اس طرح ہوا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بیان کیا ہے۔ پس عذاب لانے والے فرشتے حضرت میکائیل علیہ السلام تھے۔ انہوں نے اپنا پیر زمین کی نچلی تہ میں داخل کیا اور ان کی بستیوں کو اٹھا کر ان پر الٹا کر دیا۔ اور آسمان سے ان پر پتھر برسے اور جو گاؤں میں نہیں تھے ان کا پیچھا انہی جگہوں پر کیا گیا جہاں وہ تھے۔ پس اللہ تعالیٰ نے انہیں ہلاک کر دیا اور حضرت لوط علیہ السلام اور ان کے گھر والوں کو سوائے ان کی بیوی کے سبھی کو نجات عطا فرمائی۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت یزید بن ابی یزید البصری رحمہ اللہ سے فَلَمَّا رَآٰ اَیْدِیَھُمْ لَا تَصِلُ اِلَیْہِ کے تحت یہ روایت بیان کی ہے کہ آپ نے ان کے ہاتھوں کو کھانے کی طرف بڑھتے ہوئے نہیں دیکھا تو آپ نے انہیں اجنبی خیال کیا۔

امام عبدالرزاق، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ ''نکرھم'' کی تفسیر میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا جب ان کے پاس کوئی مہمان آتا اور وہ ان کے کھانے میں سے کچھ نہ کھاتا، تو وہ یہ گمان کرتے کہ خیر اور اچھے ارادے سے نہیں آیا۔ بے شک یہ اپنے دل میں کوئی شر اور برائی رکھتا ہے۔ پھر جب انہوں نے اس کے بارے گفتگو کی جس بشارت کے لیے وہ آئے تھے تو آپ کی زوجہ محترمہ ہنس پڑیں (1)۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے حضرت عمرو بن دینار رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جب ملائکہ علیہم السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس مہمان بن کر تشریف لائے تو آپ نے ان کے سامنے بچھڑا رکھا۔ انہوں نے کہا: ہم اسے نہیں کھائیں گے مگر ثمن کے عوض۔ آپ نے کہا: کھاؤ اور اس کے ثمن ادا کرو۔ انہوں نے پوچھا: اس کے ثمن کیا ہیں؟ آپ نے کہا: جب تم کھاؤ تو اللہ تعالیٰ کا نام لینا (یعنی شروع کرنے سے پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنا) اور جب فارغ ہو تو اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کرنا (یعنی الحمدللہ کہنا): آپ نے فرمایا کہ انہوں نے آپس میں ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور کہا: اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو خلیل بنایا ہے ''لِھٰذَا اتَّخَذَکَ اللّٰہُ خَلِیْلًا''

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ملائکہ علیہم السلام کو بھیجا، تا کہ وہ قوم لوط کو تباہ و برباد کر دیں۔ تو وہ نوجوان مردوں کی صورت میں چلتے ہوئے آئے یہاں تک کہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آ کر ٹھہرے اور ان کے مہمان بن گئے، جب آپ نے ان کی طرف دیکھا تو آپ جلدی سے اپنے گھر والوں

1۔ تفسیر عبدالرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 189، دارالکتب العلمیہ بیروت

کی طرف گئے اور ایک موٹا سا بچھڑا لا کر اسے ذبح کر دیا۔ پھر اسے گرم پتھروں پر بھونا اور یہی حنیذ ہے۔ پھر آپ ان کے پاس آئے اور ان کے ساتھ بیٹھ گئے۔ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا ان کی خدمت کے لیے کھڑی رہیں۔ پس اسی کے بارے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''وَامْرَاَتُهٗ قَآئِمَةٌ'' اور قرأت ابن مسعود میں ہے۔ کہ آپ کی بیوی کھڑی تھی اور آپ بیٹھے ہوئے تھے فَقَرَّبَهٗۤ اِلَيْهِمْ قَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ۝ (الذاریات) پس جب آپ نے کھانا ان کے قریب کیا تو کہا کیا تم نہیں کھاؤ گے؟ انہوں نے جواب دیا: اے ابراہیم! بے شک ہم ثمن ادا کیے بغیر کھانا نہیں کھائیں گے۔ تو آپ نے کہا: بلاشبہ اس کے بھی ثمن ہیں۔ انہوں نے پوچھا: اس کے ثمن کیا ہیں؟ آپ نے کہا: کہ اس کے شروع میں تم اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو اور آخر میں اس کی حمد وثناء بیان کرو۔ تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضرت میکائیل علیہ السلام کی طرف دیکھا اور کہا ان کا حق ہے کہ ان کا رب انہیں خلیل بنائے۔ پس جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دیکھا کہ ان کے ہاتھ کھانے کی طرف نہیں بڑھ رہے تو کہنے لگے: وہ نہیں کھائیں گے۔ آپ ان سے گھبرا گئے اور دل ہی دل میں ڈر محسوس کرنے لگے۔ جب حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے آپ کی طرف دیکھا کہ آپ نے ان کی عزت وتکریم کی ہے اور وہ بھی ان کی خدمت کے لیے کھڑی ہیں تو آپ ہنس پڑیں اور کہا ہمارے یہ مہمان بھی عجیب ہیں کہ ہم ان کی عزت وتکریم کے لیے بذات خود خدمت میں لگے ہوئے ہیں اور یہ ہمارا کھانا نہیں کھاتے۔ اس وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ سے کہا: تجھے بچے کی خوش خبری ہو، اس کا نام اسحاق ہے اور اسحاق کے پیچھے یعقوب ہے۔ تو آپ نے تعجب کے ساتھ ہاتھ چہرے پر مارا۔ اسی کے بارے یہ ارشاد ہے ''فَصَكَّتْ وَجْهَهَا وَقَالَتْ يٰوَيْلَتٰۤى ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّهٰذَا بَعْلِيْ شَيْخًا ؕ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عَجِيْبٌ۝ قَالُوْۤا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ ؕ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ ؕ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۝'' حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اس کی نشانی کیا ہے؟ تو انہوں نے اپنے ہاتھ میں ایک خشک ٹہنی پکڑی اور اسے اپنی انگلیوں کے درمیان ٹیڑھا کیا۔ پھر اسے ہلایا تو وہ سبز ہوگئی۔ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا: تب وہ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں ذبح کیا جائے گا(1)۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ مصحف ابن مسعود میں اس طرح ہے ''وَامْرَاَتُهٗ قَائِمَةٌ وَهُوَ جَالِسٌ'' کہ ان کی بیوی کھڑی تھی اور وہ خود بیٹھے ہوئے تھے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے وَامْرَاَتُهٗ قَآئِمَةٌ کی تفسیر میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ آپ کی بیوی آپ کے مہمانوں کی خدمت کے لیے پاس کھڑی تھی۔

امام عبدالرزاق، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے دل میں اندیشہ کرنے لگے تو فرشتوں نے اس وقت آپ کو اس عذاب کے متعلق قوم لوط میں غفلت تھی اور جو ان پر عذاب آنے والا تھا اس پر تعجب کرتے ہوئے ہنس پڑیں(2)۔

امام عبد بن حمید، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ''فضحکت'' کے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 87-86، بیروت

2۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 87

بارے میں یہ قول نقل کیا ہے کہ آپ حائضہ ہوگئیں درآں حالیکہ آپ کی عمر اٹھانوے سال تھی۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے فضحکت کے بارے میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: انہیں حیض آنے لگا جب کہ ان کی عمر نوے سال سے زائد تھی۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر سو سال تھی (1)۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے فضحکت کے بارے میں حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: اس کا معنی ہے کہ آپ کو حیض آنے لگا۔ شاعر کا قول ہے۔

اِنِّیْ لَاَتِی الْعُرْسَ عِنْدَ طُهُوْرِهَا وَاَهْجُرُهَا یَوْمًا اِذَاهِیَ ضَاحِكُ

''بے شک میں اپنی دلہن کے پاس طہارت کے وقت آتا ہوں اور اس روز اسے چھوڑ دیتا ہوں جب وہ حاضرہ ہو''۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت ضحاک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: حضرت سارہ کا نام یسارہ تھا۔ پھر جب حضرت جبریل علیہ السلام نے انہیں یوں بلایا اے سارہ! تو آپ نے کہا: بے شک میرا نام تو یسارہ ہے تو آپ مجھے سارہ کیسے کہہ رہے ہیں؟ حضرت ضحاک نے فرمایا: یسارہ اس بانجھ عورت کو کہتے ہیں جو بچے جننے کے قابل نہ ہو اور سارہ اس عورت کو کہتے ہیں جو آزاد رحم والی ہو اور بچہ جننے کے قابل ہو۔ پس حضرت جبریل علیہ السلام نے انہیں کہا: بے شک آپ یسارہ تھیں، حاملہ ہونے کے قابل نہ تھیں لیکن اب سارہ ہوگئی ہیں اور بچے کے ساتھ حاملہ ہونے اور اسے جننے کے قابل ہیں۔ اس پر حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اے جبریل! تم نے میرا نام کم کر دیا ہے۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا: بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ سے وعدہ فرمایا ہے کہ آپ کے نام کے اس حرف کو آنے والے زمانے میں آپ کی اولاد میں سے ایک بچے کے نام میں رکھے گا اور وہ یہ کہ اس کا نام اللہ تعالیٰ کے نزدیک زندہ ہے پس اس کا نام یحییٰ رکھا (2)۔

امام ابن عبدالحکیم رحمہ اللہ نے فتوح مصر میں حضرت کلبی عن ابی صالح عن ابن عباس رضی اللہ عنہما کی سند سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کا حسن حضرت حوا علیہا السلام کے حسن کی مانند تھا۔

امام ابن عبدالحکیم رحمہ اللہ نے فتوح مصر میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت سارہ ایک بادشاہ کی بیٹی تھیں اور آپ کو حسن عطا کیا گیا تھا۔

ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے اس ارشاد ''فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ ۙ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ یَعْقُوْبَ'' کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: حضرت یعقوب علیہ السلام آپ کے پوتے ہیں (3)۔

امام ابن انباری رحمہ اللہ نے کتاب الوقف والابتداء میں حضرت حسان بن ابحر رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس تھا۔ تو آپ کے پاس بنی ہذیل کا ایک آدمی آیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اسے پوچھا فلاں کو کیا ہوا ہے؟ اس نے جواب دیا: وہ مر گیا ہے۔ اس نے چار بچے چھوڑے ہیں اور ان کے پیچھے تین ہیں۔ تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ ۙ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ یَعْقُوْبَ میں بیٹے کا بیٹا (پوتا) مراد ہے۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 88، بیروت

2۔ تاریخ ابن عساکر، ذکر سارۃ بنت ہاران بن باحوراء علیہا السلام، جلد 69، صفحہ 181، بیروت 3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 90

امام ابن الانباری نے حضرت شعبی رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیان کیا ہے کہ آیت میں بیٹے کے بیٹے (پوتے) کا ذکر ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ضمرہ بن حبیب سے بیان کیا ہے کہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو جب بھیجے ہوئے فرشتوں نے اسحاق کی بشارت دی۔ راوی کا بیان ہے اسی اثناء میں کہ وہ چل رہی تھیں اور ان سے باتیں کر رہی تھیں انہیں حیض شروع ہو گیا۔ پس وہ اسحاق سے حاملہ ہونے سے قبل حائضہ ہوئیں۔ جب فرشتوں نے انہیں بشارت دی تھی تو انہوں نے فرشتوں کو یہ کہا تھا۔ تحقیق میں بوڑھی ہو گئی ہوں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی بوڑھے ہو چکے ہیں۔ سو میں حاملہ نہیں ہوں گی۔ جب کہ میں بھی بوڑھی ہوں اور وہ بھی بوڑھے ہی تو کیا میں بچے کو جنم دے سکتی ہوں؟ تو فرشتوں نے جواباً کہا: اے سارہ! کیا اس پر تعجب کر رہی ہے؟ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے کتنے ایسے کام کیے ہیں جو اس سے بھی بہت عظیم اور بڑے ہیں۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت اور اپنی برکتیں تم پر فرمائی ہیں۔ اے گھرانے والو! بے شک وہ ہر طرح تعریف کیا ہوا بڑی شان والا ہے۔

امام ابن الانباری اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ اَلِدُ وَ اَنَا عَجُوْزٌ وَّ هٰذَا بَعْلِیْ شَیْخًا کی تفسیر میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ ان دنوں حضرت سارہ رضی اللہ عنہ کی عمر ستر برس تھی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر نوے برس۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابو مالک رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ بَعْلِیْ کا معنی ''زوجی'' ہے یعنی میرا خاوند۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ضرار بن مرہ رحمہ اللہ سے اور انہوں نے اہل مسجد کے شیخ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ایک سو سترہ برس کی عمر کے بعد بشارت دی گئی۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت زید بن علی رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جب ملائکہ نے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو بشارت دی تو انہوں نے کہا: اَلِدُ وَ اَنَا عَجُوْزٌ وَّ هٰذَا بَعْلِیْ شَیْخًا ؕ اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عَجِیْبٌ تو ملائکہ نے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے جواب میں کہا: اَتَعْجَبِیْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَ بَرَكٰتُهٗ عَلَیْكُمْ اَهْلَ الْبَیْتِ ؕ اِنَّهٗ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ فرمایا یہ اس ارشاد گرامی کی طرح ہے۔ وَ جَعَلَهَا كَلِمَةًۢ بَاقِیَةً فِیْ عَقِبِهٖ (الزخرف:28) یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پیچھے حضرت محمد مصطفیٰ اور آپ کی آل کو باقی رہنے والا بنایا۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم، حاکم اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں بیان کیا ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَ بَرَكٰتُهٗ عَلَیْكُمْ اَهْلَ الْبَیْتِ ؕ اِنَّهٗ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ کے ضمن میں حضرت عطاء بن ابی رباح نے فرمایا: میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس تھا کہ آپ کے پاس ایک آدمی آیا اور اس نے سلام عرض کیا تو میں نے جواب میں یہ الفاظ کہے: ''وَعَلَیْكُمُ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ وَ مَغْفِرَتُهٗ'' تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: وہاں رک جاؤ جہاں ملائکہ پہنچ کر رک گئے۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت کی: رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَیْكُمْ اَهْلَ الْبَیْتِ۔ (1)

بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ایک سائل دروازے پر کھڑا ہوا اور آپ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھے۔ تو اس نے کہا ''اَلسَّلَامُ عَلَیْكُمْ اَهْلَ الْبَیْتِ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهٗ وَ صَلَوَاتُهٗ وَ مَغْفِرَتُهٗ'' تو

1۔ شعب الایمان، باب فی مقاربۃ ومسادۃ اہل الدین، جلد 6، صفحہ 455، دار الکتب العلمیہ بیروت

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: سلام وہیں ختم کردو جہاں تک اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ۔

امام ابو الشیخ اور بیہقی رحمہما اللہ نے شعب الایمان میں حضرت عطاء رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس تھا۔ تو ایک سائل آیا اور اس نے کہا ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ وَ مَغْفِرَتُهٗ وَصَلَوَاتُهٗ'' تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ کیسا سلام ہے۔ آپ غصے میں آ گئے حتی کہ آپ کے رخسار سرخ ہو گئے۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے سلام کی ایک حد بیان کی ہے پھر اس کی انتہا ہے اور اس کے آگے سے منع کیا ہے۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ ؕ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔(1)

امام بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ ایک آدمی نے آپ سے کہا ''سَلَامٌ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ وَ مَغْفِرَتُهٗ'' تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اسے جھڑک دیا اور فرمایا تیرے لیے اتنا کافی تھا کہ تو وَبَرَكَاتُهٗ پر رک جاتا، جتنا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے(2)۔

فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ اِبْرٰهِيْمَ الرَّوْعُ وَ جَآءَتْهُ الْبُشْرٰى يُجَادِلُنَا فِيْ قَوْمِ لُوْطٍ ؕ ﴿۷۴﴾

''پھر جب دور ہو گیا ابراہیم (علیہ السلام) سے خوف اور مل گیا انہیں مژدہ تو وہ ہم سے جھگڑنے لگے قوم لوط کے بارے میں''۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیان کیا ہے کہ آیت طیبہ میں الرَّوْعُ سے مراد غرق ہے اور يُجَادِلُنَا کا معنی ہے وہ ہم سے جھگڑنے لگے(3)۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: الرَّوْعُ کا معنی خوف ہے اور الْبُشْرٰى سے مراد حضرت اسحاق علیہ السلام کی بشارت ہے(4)۔

امام عبد الرزاق اور ابو الشیخ رحمہما اللہ دونوں نے بیان کیا ہے کہ وَجَآءَتْهُ الْبُشْرٰى کے تحت حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب فرشتوں نے آپ کو خبر دی کہ انہیں قوم لوط کی طرف بھیجا گیا ہے اور یہ کہ وہ صرف اس کے ارادے سے نہیں آئے۔ اور يُجَادِلُنَا فِيْ قَوْمِ لُوْطٍ کی تفسیر میں کہا: کہ آپ نے اس دن فرشتوں سے کہا: تمہارا کیا خیال ہے اگر ان میں پچاس مسلمان ہوں؟ انہوں نے جواب دیا: اگر ان میں پچاس مسلمان ہوئے تو ہم انہیں عذاب نہیں دیں گے۔ پھر آپ نے کہا: اگر چالیس ہوں تو؟ انہوں نے جواب دیا: چالیس بھی ہوں تو بھی ہم انہیں عذاب نہیں دیں گے۔ پھر آپ نے پوچھا: اگر تیس ہوں تو؟ انہوں نے جواباً کہا: تیس ہوں تو بھی۔ حتی کہ آپ دس تک پہنچ گئے۔ انہوں نے جواب دیا اگر اس میں دس بھی ہوں تو

1۔ شعب الایمان، باب فی مقاربۃ ومسادۃ اہل الدین، جلد 6، صفحہ 456، دار الکتب العلمیہ بیروت
2۔ ایضاً
3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 94
4۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 93

بھی۔آپ نے فرمایا: کوئی قوم ایسی نہیں ہوتی جس میں دس افراد بھی ایسے نہ ہوں جن میں خیر اور نیکی ہو۔حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بے شک حضرت لوط علیہ السلام کی بستی میں چار لاکھ افراد تھے یا ان میں سے جتنے اللہ نے چاہے(1)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ یُجَادِلُنَا فِیْ قَوْمِ لُوْطٍ کے بارے میں حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے کہا کہ جب ضرت جبرائیل علیہ السلام اپنے ساتھ فرشتوں کو لے کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے اور آپ کو بتایا کہ وہ قوم لوط کو ہلاک کرنے والے ہیں۔تو آپ نے کہا: کیا تم اس بستی کو ہلاک کردو گے جس میں چار سو مومن ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا: نہیں۔پھر آپ نے پوچھا جس میں تین سو مومن ہوں؟ تو انہوں نے جواب دیا: نہیں۔آپ نے پھر پوچھا: اگر دو سو مومن ہوں تو؟ تو انہوں نے جواب دیا: نہیں۔آپ نے پوچھا: اگر سو مومن ہوں تو؟ انہوں نے جواباً کہا: نہیں۔آپ نے پھر پوچھا: کیا پچاس مومن ہوں؟ انہوں نے جواب دیا: نہیں۔آپ نے پوچھا: کیا چالیس ہوں تو؟ آپ نے فرمایا: نہیں۔آپ نے پھر کہا۔کیا چودہ مومن ہوں تو؟ آپ نے فرمایا: نہیں۔اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خیال یہ کیا کہ حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی سمیت وہ چودہ افراد ہیں اور ان میں تیرہ مومن ہیں اور حضرت جبرائیل علیہ السلام نے بھی اسے پہچان لیا تھا۔

امام ابن جریر اور ابن منذر رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ جب ملائکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے تو انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کہا: اگر ان میں پانچ افراد بھی نماز پڑھتے ہوتے تو ان سے عذاب اٹھالیا جاتا(2)۔

اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَحَلِيْمٌ اَوَّاهٌ مُّنِيْبٌ ﴿۷۵﴾ يٰۤاِبْرٰهِيْمُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا ۚ اِنَّهٗ قَدْ جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ ۚ وَ اِنَّهُمْ اٰتِيْهِمْ عَذَابٌ غَيْرُ مَرْدُوْدٍ ﴿۷۶﴾

”بے شک ابراہیم بڑے بردبار، رحم دل (اور) ہر حال میں ہماری طرف رجوع کرنے والے تھے اے ابراہیم! اس بات کو رہنے دیجئے۔بے شک آ گیا تیرے رب کا حکم۔اور ان پر آ کر رہے گا عذاب جو پھیرا نہیں جا سکتا“۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: حلم اپنے موصوف کے لیے دنیا اور آخرت کی عظمتیں جمع کرتا ہے۔کیا تم نے نہیں سنا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو حلم کے ساتھ متصف فرمایا ہے اور فرمایا ہے اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَحَلِيْمٌ اَوَّاهٌ مُّنِيْبٌ۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ضمرہ رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حلم عقل سے زیادہ بلند اور اعلیٰ ہے۔کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا نام بھی ہے۔ابو الشیخ نے حضرت عمرو بن میمون رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا: کہ اَوَّاهٌ کا معنی الرحیم (رحم دل) ہے۔اور الحلیم کا معنی الشیخ (بزرگ) ہے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے شعب الایمان میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے اسی آیت کے تحت یہ بیان کیا ہے کہ حضرت

1۔تفسیر عبد الرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 93-192، دار الکتب العلمیہ بیروت 2۔تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 95، بیروت

ابراہیم علیہ السلام اس طرح تھے کہ انہوں نے جب کوئی بات کی۔ تو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کی۔ جب کوئی عمل کیا تو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے کیا اور جب نیت کی تو خالص اللہ تعالیٰ کے لیے کی (1)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: مُنِیْبٌ وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری کی طرف بڑھنے والا اور متوجہ ہونے والا ہو۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن زید سے یہ قول بیان کیا ہے کہ منیب الی اللہ وہ ہے جو اس اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے والا ہو، جس نے اسے اپنی اطاعت اور امر کی طرف متوجہ کیا ہے اور وہ ان امور کو چھوڑ دے جو وہ اس سے پہلے کر رہا تھا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ مُنِیْبٌ وہ ہوتا ہے جو اپنے عمل میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے مخلص ہو۔

وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِیْٓءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّقَالَ هٰذَا يَوْمٌ عَصِيْبٌ ﴿۷۷﴾

''اور جب آئے ہمارے بھیجے ہوئے (فرشتے) لوط (علیہ السلام) کے پاس وہ دلگیر ہوئے ان کے آنے سے اور بڑے پریشان ہوئے ان کی وجہ سے۔ اور بولے آج کا دن تو بڑی مصیبت کا دن ہے''۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کے ضمن میں فرمایا ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام اپنی قوم کی بری عادات کی وجہ سے انتہائی دل گیر اور غم زدہ ہوئے اور اپنے مہمانوں کی وجہ سے انتہائی پریشان ہوئے اور فرمایا: عَصِیْبٌ بمعنی شدید ہے۔ یعنی انتہائی سخت دن (2)۔

امام عبد الرزاق اور عبد بن حمید رحمہما اللہ نے اس آیت کے ضمن میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے آپ اپنی قوم کے بارے میں بدگمانی کے سبب اپنے مہمانوں پر ان سے خوف کھانے لگے اور اپنے مہمانوں کے بارے میں خوف رکھنے کے سبب آپ انتہائی پریشان ہوئے۔

امام ابن الانباری نے الوقف والابتداء میں اور طستی رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ نافع بن ازرق نے ان سے کہا: مجھے یَوْمٌ عَصِیْبٌ کا مفہوم بتایئے۔ تو آپ نے فرمایا: اس کا معنی ہے یوم شدید۔ انتہائی سخت دن۔ تو انہوں نے کہا: کیا عرب یہ معنی جانتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں کیا تو نے شاعر کو نہیں سنا۔ وہ کہتا ہے:

هُمْ ضَرَبُوْا قَوَانِسَ خَيْلِ حِجْرٍ بِجَنْبِ الرَّدْءِ فِيْ يَوْمٍ عَصِيْبِ

''ایک انتہائی سخت دن بوجھ کے پہلو میں سے حجر کے گھوڑے کی چوٹی پر انہوں نے تلوار کا وار کیا''۔

اور عدی بن زید نے کہا:

1۔ شعب الایمان باب فی اخلاص العمل اللہ وترک الریا، جلد 5، صفحہ 350، بیروت
2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 98-97

فَكُنْتُ لَوْ اَنِّیْ خَصْمُكَ لَمْ اُعَوِّدْ وَقَدْ سَلَكُوْكَ فِیْ یَوْمٍ عَصِیْبٍ

''پس میں اگر تیرا دشمن ہوں تو میں بوڑھا نہیں ہوا اور لوگوں نے تجھے ایک سخت دن میں داخل کر دیا''۔

وَ جَآءَهٗ قَوْمُهٗ یُهْرَعُوْنَ اِلَیْهِ ؕ وَ مِنْ قَبْلُ كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ السَّیِّاٰتِ ؕ قَالَ یٰقَوْمِ هٰۤؤُلَآءِ بَنَاتِیْ هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ لَا تُخْزُوْنِ فِیْ ضَیْفِیْ ؕ اَلَیْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِیْدٌ ﴿۷۸﴾ قَالُوْا لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا فِیْ بَنٰتِكَ مِنْ حَقٍّ ۚ وَ اِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِیْدُ ﴿۷۹﴾ قَالَ لَوْ اَنَّ لِیْ بِكُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِیْۤ اِلٰی رُكْنٍ شَدِیْدٍ ﴿۸۰﴾ قَالُوْا یٰلُوْطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَنْ یَّصِلُوْۤا اِلَیْكَ فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّیْلِ وَ لَا یَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ اِلَّا امْرَاَتَكَ ؕ اِنَّهٗ مُصِیْبُهَا مَاۤ اَصَابَهُمْ ؕ اِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ ؕ اَلَیْسَ الصُّبْحُ بِقَرِیْبٍ ﴿۸۱﴾ فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِیَهَا سَافِلَهَا وَ اَمْطَرْنَا عَلَیْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّیْلٍ ۙ مَّنْضُوْدٍ ﴿۸۲﴾ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ ؕ وَ مَا هِیَ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ بِبَعِیْدٍ ﴿۸۳﴾

''اور (مہمانوں کی خبر سنتے ہی) آئے ان کے پاس ان کی قوم کے لوگ دوڑتے ہوئے اور اس سے پہلے ہی وہ کیا کرتے تھے برے کام۔ لوط نے کہا: اے میری قوم! (دیکھو) یہ میری قوم کی بیٹیاں ہیں، وہ پاک ہیں اور حلال ہیں تمہارے لیے تم خدا کا خوف کرو اور مجھے رسوا نہ کرو میرے مہمانوں کے معاملہ میں۔ کیا تم میں سے ایک بھی سمجھ دار آدمی نہیں؟ کہنے لگے تم خوب جانتے ہو ہمیں تمہاری (قوم کی) بیٹیوں سے کوئی سروکار نہیں۔ اور تم یہ بھی اچھی طرح جانتے ہو کہ ہم کیا چاہتے ہیں۔ لوط نے (بصد حسرت) کہا: اے کاش! میرے پاس بھی تمہارے مقابلہ کی قوت ہوتی یا میں پناہ ہی لے سکتا کسی مضبوط سہارے کی فرشتوں نے کہا: اے لوط! ہم آپ کے رب کے بھیجے ہوئے ہیں۔ یہ لوگ آپ کو کوئی گزند نہ پہنچا سکیں گے۔ پس آپ لے کر نکل جایئے اپنے اہل وعیال کو جب رات کا کچھ حصہ گزر جائے اور پیچھے مڑ کر تم میں سے کوئی نہ دیکھے مگر اپنی بیوی کو ساتھ نہ لے جایئے۔ بے شک وہی (عذاب) اسے بھی پہنچے گا جو ان (دوسرے مجرموں) کو پہنچا۔ ان پر عذاب آنے کا مقررہ وقت صبح کا وقت ہے۔ کیا نہیں ہے صبح (بالکل) قریب پھر جب آپہنچا ہمارا حکم تو ہم نے کر دیا اس کی بلندی کو اس کی پستی اور

ہم نے برسائے ان پر پتھر آگ میں پکے ہوئے پے در پے۔ جو نشان زدہ تھے آپ کے رب کی جانب سے۔ اور نہیں (لوط کی) بستی (مکہ کے) ظالموں سے کچھ دور''۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: آیت میں يُهْرَعُوْنَ کا لفظ یسرعون کے معنی میں ہے یعنی تیز چلتے ہوئے اور وَمِنْ قَبْلُ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ کا مفہوم یہ ہے کہ وہ مردوں کے ساتھ لواطت کرتے تھے(1)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ يُهْرَعُوْنَ کا معنی ہے ان کی طرف دوڑتے ہوئے آئے۔

امام طستی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ نافع بن ازرق نے آپ سے کہا کہ مجھے يُهْرَعُوْنَ اِلَيْهِ کا مفہوم تو بتایئے۔ تو آپ نے فرمایا: اس کا معنی ہے۔ کہ وہ انتہائی غضب اور غصے کے ساتھ آپ کی طرف آئے۔ انہوں نے کہا: کیا عرب اس معنی سے آشنا ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں۔ کیا تو نے شاعر کو نہیں سنا کہ وہ کہتا ہے:

اَتَوْنَا يُهْرَعُوْنَ وَهُمْ اُسَارٰى سُيُوْفُهُمْ عَلٰى رَغْمِ الْاُنُوْفِ

''وہ ہماری جانب غصے سے لبریز تیز رو آئے درآنحالیکہ وہ قیدی تھے اور ان کی تلواریں خاک آلود ناپسندیدہ حال میں تھیں''۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سدی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ کا مفہوم یہ ہے کہ وہ مردوں سے نکاح کرتے تھے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ قَالَ يٰقَوْمِ هٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِيْ کے ضمن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی قوم پر اپنی بیٹیاں پیش نہیں کیں نہ زنا کے لیے اور نہ ہی نکاح کے لیے۔ بلکہ انہوں نے صرف یہ کہا: یہ تمہاری عورتوں کی بیٹیاں ہیں۔ کیونکہ نبی جب اپنی قوم کے درمیان موجود ہو، تو وہ ان کا باپ ہوتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے: وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ (الاحزاب: 6) اور حضرت ابی رضی اللہ عنہ کی قرأت میں ہے ''وھو ابوھم'' کہ نبی کی بیویاں ان کی مائیں ہیں اور نبی خود ان کا باپ ہے)۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ هٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِيْ کے بارے میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ آپ کی اپنی بیٹیاں نہیں تھیں بلکہ آپ کی امت میں سے تھیں اور ہر نبی اپنی امت کا باپ ہوتا ہے(2)۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ آپ نے انہیں ان کی اپنی عورتوں کی طرف بلایا اور ہر نبی اپنی امت کا باپ ہوتا ہے۔

امام ابن ابی الدنیا اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سدی رحمہ اللہ تعالیٰ نے هٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِيْ کی تفسیر میں

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 101، بیروت 2۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 101

کہا: کہ آپ نے ان پر اپنی امت کی عورتیں پیش کیں اور ہر نبی سوا اپنی امت کا باپ ہے۔ اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی قرأت میں ہے اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَهُوَ اَبٌ لَّهُمْ وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ (الاحزاب:6)(1)

امام اسحاق بن بشر اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے حضرت جویبر اور مقاتل رحمہما اللہ کی سند سے حضرت ضحاک رحمہ اللہ سے اور انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ جب فاسقوں نے حضرت لوط علیہ السلام کے مہمانوں کے بارے میں سنا تو وہ آپ کے دروازے تک آ گئے۔ تو حضرت لوط علیہ السلام نے ان پر دروازہ بند کر دیا۔ پھر آپ نے اوپر سے جھانک کر انہیں فرمایا: یہ میری بیٹیاں ہیں، پس آپ نے ان پر اپنی بیٹیاں نکاح و تزویج کے لیے پیش کیں۔ آپ نے ان پر انہیں بدکاری اور زنا کے لیے تو پیش نہیں کیا۔ وہ کفار تھے اور آپ کی بیٹیاں مسلمان تھی۔ پس جب آپ نے مصیبت دیکھی تو آپ کو رسوائی کا خوف لاحق ہوا، تو آپ نے انہیں شادی کی پیش کش کر دی۔ آپ کی دو بیٹیاں تھیں ان میں سے ایک کا نام رغوثا اور دوسری کا نام ریثا تھا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس کا نام دیونا تھا۔ آپ انہیں نیکی کا حکم دیتے رہے اور برائی سے روکتے رہے۔ پس جب وہ باز نہ آئے اور نہ آپ انہیں واپس لوٹا سکے اور نہ انہوں نے اس پیش کش کو قبول کیا جو آپ نے بیٹیوں کے معاملہ میں انہیں کی تھیں۔ تو آپ نے کہا لَوْ اَنَّ لِیْ بِكُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِیْۤ اِلٰی رُكْنٍ شَدِیْدٍ یعنی اگر میری بھی کوئی جماعت یا گروہ ہوتا تو وہ یقیناً تمہارے اور اس کے درمیان حائل ہو جاتا۔ پس انہوں نے دروازہ توڑ دیا اور اندر داخل ہو گئے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اپنی وہ صورت اختیار فرمائی جس صورت میں وہ آسمان میں رہتے ہیں۔ پھر کہا: اے لوط! ڈریئے نہیں۔ ہم ملائکہ ہیں۔ وہ آپ کو ہرگز گزند نہیں پہنچا سکیں گے اور ہمیں ان کو عذاب دینے کا حکم دیا گیا ہے۔ تو حضرت لوط علیہ السلام نے کہا: اے جبرائیل! علیہ السلام ابھی تم انہیں عذاب دو گے۔ درآنحالیکہ آپ ان پر انتہائی غمگین اور پریشان تھے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا: ان پر عذاب آنے کا مقررہ وقت صبح کا وقت ہے، کیا صبح (بالکل) قریب نہیں ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کو عذاب دینے کا ارادہ کرتے تو بے شک رات کے پہلے حصہ میں وہ عذاب تیار کرتا ہے۔ پھر صبح طلوع ہوتے ہی ان پر عذاب مسلط کر دیتا ہے۔ فرمایا قوم لوط کے لیے رات کے پہلے حصہ میں پتھر تیار کیے گئے تاکہ صبح کے وقت وہ پتھر ان پر برسائے جائیں۔ اسی طرح قوم عاد اور ثمود کو بھی صبح سویرے عذاب دیا گیا۔ پس جب صبح طلوع ہوئی تو حضرت جبرائیل علیہ السلام قوم لوط کی ان بستیوں کی طرف گئے جن میں ان کے مرد، عورتیں اور باغات وغیرہ تھے اور انہیں اڑا دیا۔ پہلے انہیں اکٹھا کیا اور لپیٹا، پھر انہیں زمین کی جڑ سے اکھیڑا پھر نیچے سے اپنے پر کے ساتھ انہیں اٹھا لیا اور آسمان دنیا تک انہیں بلند کر دیا کہ آسمان دنیا کے باسیوں نے کتوں، پرندوں، عورتوں اور مردوں کی آوازیں جبرئیل علیہ السلام کے پر کے نیچے سے سنیں۔ پھر انہیں الٹا کر کے چھوڑ دیا۔ پھر اس کے بعد اس پر پتھر برسائے۔ اور وہ پتھر چرواہوں، تاجروں اور جو لوگ اپنے شہروں سے باہر تھے ان تمام تک پہنچے (اور وہ سب تباہ و برباد ہو گئے)(2)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت لوط علیہ السلام نے ان

1۔ تاریخ ابن عساکر، ذکر لوط بن ہارون علیہ السلام، جلد 50، صفحہ 317، دار الفکر بیروت 2۔ تاریخ ابن عساکر، جلد 50، صفحہ 14-313، بیروت

پر اپنی بیٹیاں شادی کے لیے پیش کیں اور ارادہ یہ کیا کہ وہ اپنی بیٹیوں کی شادی کے سبب اپنے مہمانوں کو بچالیں گے۔

امام عبدالرزاق، ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ هٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِيْ هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ کی تفسیر میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ حضرت ہود علیہ السلام نے انہیں عورتوں کے ساتھ شادی کرنے کا حکم دیا اور فرمایا: وہ تمہارے لیے پاک اور حلال ہیں(1)۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیان کیا ہے کہ وَلَا تُخْزُوْنِ فِيْ ضَيْفِيْ کا معنی ہے اور تم مجھے رسوا نہ کرو میرے مہمانوں کے معاملہ میں۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابو مالک رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیان کیا ہے کہ رَجُلٌ رَّشِيْدٌ سے مراد ایسا آدمی ہے جو نیکی کا حکم دیتا ہو اور برائی سے روکتا ہو۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا رَجُلٌ رَّشِيْدٌ وہ ہوتا ہے جو نیکی کا حکم دیتا ہے اور برائی سے منع کرتا ہے۔

امام ابن ابی حاتم اور بیہقی رحمہما اللہ نے الاسماء والصفات میں آپ ہی سے یہ قول بیان کیا ہے اَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِيْدٌ کا معنی ہے کیا تم میں سے ایک آدمی بھی نہیں ہے جو یہ کہتا ہو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ ''لا الہ الا اللہ''

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے بھی اسی طرح بیان کیا ہے۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سدی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ لَتَعْلَمُ مَا نُرِيْدُ کا معنی ہے بے شک ہم صرف مردوں کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اور ''الی رکن شدید'' کی تفسیر میں کہا ہے کہ میں پناہ لے سکتا ایک ایسے مضبوط لشکر کی تو بالیقین میں تمہارے ساتھ قتال کرتا(2)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: اِلٰى رُكْنٍ شَدِيْدٍ سے مراد جماعت اور باپ کی جانب سے آدمی کے رشتہ دار ہیں۔

امام عبدالرزاق، ابن جریر اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے بھی یہی معنی نقل کیا ہے(3)۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے خطبہ ارشاد فرمایا اور کہا: آدمی کا خاندان آدمی کے لیے زیادہ مفید ہے بنسبت آدمی کے اپنے خاندان کے لیے۔ کیونکہ اگر اس نے ایک ہاتھ روکا تو وہ باوجود اپنی محبت، حفاظت اور نصرت کے بہت سے ہاتھ اس سے روک لیں گے۔ یہاں تک کہ بسا اوقات ایک آدمی دوسرے آدمی کے لیے ناراض اور غصے میں ہوتا ہے اور وہ اسے صرف اپنے ذہن اور گمان کے مطابق ہی پہچان سکتا ہے۔ میں عنقریب تم پر اس سے متعلق اللہ تعالیٰ کی کتاب سے کئی آیات تلاوت کروں گا۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت کی: لَوْ اَنَّ لِيْ بِكُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِيْٓ اِلٰى رُكْنٍ شَدِيْدٍ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اِلٰى رُكْنٍ شَدِيْدٍ سے مراد العشیرۃ ہے۔ یعنی خاندان، باپ کی جانب سے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 101، بیروت 2۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 103-04 3۔ ایضاً

آدمی کے رشتہ دار۔ حضرت لوط علیہ السلام کے لیے ایسا خاندان نہیں تھا۔ پس قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا اور کوئی الٰہ نہیں! حضرت لوط علیہ السلام کے بعد اللہ تعالیٰ نے کوئی نبی نہیں بھیجا، مگر ایسا جو اپنی قوم میں اہل ثروت وشوکت میں سے تھا۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے لَوْ اَنَّ لِیْ بِکُمْ قُوَّۃً اَوْ اٰوِیْ اِلٰی رُکْنٍ شَدِیْدٍ کی تفسیر میں حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام کے بعد کوئی نبی نہیں بھیجا گیا مگر وہ جو اپنی قوم میں اہل ثروت میں سے تھا حتی کہ حضور نبی کریم ﷺ بھی (1)۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: لَوْ اَنَّ لِیْ بِکُمْ قُوَّۃً اَوْ اٰوِیْ اِلٰی رُکْنٍ شَدِیْدٍ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ میرے بھائی لوط علیہ السلام پر رحم فرمائے۔ تحقیق وہ مضبوط سہارے کی طرف پناہ لیتے رہے۔ سو کون سی شے کے لیے انہوں نے عاجزی اختیار کی (2)۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول ذکر کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ جب یہ آیت پڑھا کرتے تو فرماتے اللہ تعالیٰ حضرت لوط علیہ السلام پر رحم فرمائے۔ بے شک وہ مضبوط سہارے کی طرف پناہ لیتے رہے۔ ہمیں بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط علیہ السلام کے بعد کوئی نبی نہیں بھیجا مگر وہ جو کہ اپنی قوم میں سے صاحب ثروت تھا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی ﷺ کو بھی اپنی قوم میں سے ثروت (وسطوت) میں بھیجا (3)۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام نے کہا: لَوْ اَنَّ لِیْ بِکُمْ قُوَّۃً اَوْ اٰوِیْ اِلٰی رُکْنٍ شَدِیْدٍ تو بھیجے ہوئے فرشتوں نے آپ کو بہت غمگین پایا۔ پس انہوں نے کہا: اے لوط! بے شک تمہارا سہارا انتہائی مضبوط ہے (4)۔

امام سعید بن منصور اور ابو الشیخ رحمہما اللہ دونوں نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط علیہ السلام کے بعد کوئی نبی نہیں بھیجا مگر ایسا جو اپنی قوم میں سے صاحب عزت وجاہ ہو (5)۔

امام بخاری نے الادب میں، ترمذی اور آپ نے اس روایت کو حسن قرار دیا ہے ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ، حاکم اور آپ نے روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابو سلمہ رحمہ اللہ کی سند سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مذکورہ آیت کی تفسیر میں یہ حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ حضرت لوط علیہ السلام پر رحم فرمائے وہ مضبوط سہارے کی طرف پناہ لیتے رہے اور اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے کوئی نبی نہیں بھیجا مگر وہی جو اپنی قوم میں سے خوش حال اور صاحب مال تھا (6)۔

امام سعید بن منصور، بخاری اور ابن مردویہ نے اعرج رحمہم اللہ کی سند سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 104، بیروت
2۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 105
3۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 106
4۔ ایضاً
5۔ سنن سعید بن منصور، جلد 5، صفحہ 358، دار الصمیعی الریاض
6۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 105

بیان کی ہے کہ حضور نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ حضرت لوط علیہ السلام کی مغفرت فرمائے۔ بے شک وہ مضبوط سہارے کی طرف پناہ لیتے رہے(1)۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ لوط علیہ السلام پر رحم فرمائے، بے شک وہ مضبوط سہارے کی طرف پناہ لیتے رہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عبدالرحمٰن بن بشر انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک لوگوں نے قوم لوط کو ڈرایا ہوا تھا پھر شام کے وقت ان کے پاس فرشتے آئے اور وہ انہیں ندا دیتے ہوئے گزرے۔ تو قوم لوط کے بعض افراد نے بعض کو آپس میں کہا: تم انہیں بھاگنے نہ دینا۔ انہوں نے ملائکہ سے زیادہ حسین قوم کبھی نہ دیکھی تھی۔ پس جب وہ حضرت لوط علیہ السلام کے گھر داخل ہوئے۔ انہوں نے آپ کو اپنے مہمانوں کے بارے میں گناہ کی ترغیب دی۔ اور وہ مسلسل کھڑے رہے یہاں تک کہ آپ نے ان پر اپنی بیٹیاں پیش کیں۔ تو انہوں نے انکار کر دیا۔ پس ملائکہ نے کہا اِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَنْ يَّصِلُوْٓا اِلَيْكَ آپ نے کہا۔ کیا میرے رب کے بھیجے ہوئے ہیں؟ فرشتوں نے جواب دیا: ہاں۔ تو حضرت لوط علیہ السلام نے کہا: پس اب درست ہوگا۔

امام عبدالرزاق، ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب قوم لوط کی طرف فرشتے بھیجے گئے تا کہ وہ انہیں ہلاک کر دیں۔ تو ان سے کہا گیا تم قوم لوط کو تباہ نہ کرنا یہاں تک کہ تین بار حضرت لوط علیہ السلام ان کے خلاف شہادت دے دیں۔ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جانب سے ہو کر آئے تھے۔ فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ اِبْرٰهِيْمَ الرَّوْعُ وَ جَآءَتْهُ الْبُشْرٰى يُجَادِلُنَا فِيْ قَوْمِ لُوْطٍ (ہود) آپ کا ان کے ساتھ مجادلہ (مباحثہ) اس طرح تھا کہ آپ نے کہا تمہارا کیا خیال ہے کہ اگر ان میں پچاس مومن ہوں تو کیا تم انہیں ہلاک کر دو گے؟ فرشتوں نے جواب دیا: نہیں۔ پھر آپ نے کہا اگر چالیس ہوں تو؟ انہوں نے جواب دیا: نہیں۔ حتی کہ آپ اس تعداد کو کم کرتے کرتے دس یا پانچ تک پہنچ گئے۔ راوی کا بیان ہے: پھر وہ حضرت لوط علیہ السلام کے پاس آئے اور آپ اپنی اس زمین میں تھے جہاں کام کرتے تھے۔ تو آپ نے انہیں مہمان خیال کیا۔ پس آپ اپنے گھر والوں کی طرف آئے یہاں تک کہ شام ہوگئی اور وہ بھی آپ کے ساتھ چل پڑے۔ تو آپ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا: تم کیا رائے رکھتے ہو اس کے بارے جو کچھ یہ کر رہے ہیں؟ فرشتوں نے پوچھا یہ کیا کرتے ہیں؟ تو آپ نے کہا: لوگوں میں کوئی بھی ان سے بڑھ کر شریر اور بدکردار کوئی نہیں۔ پس وہ آپ کے ساتھ چلتے رہے یہاں تک کہ آپ نے تین بار یہی کہا۔ اور آپ انہیں لے کر اپنے گھر والوں کے پاس پہنچ گئے۔ تو آپ کی عورت جو کہ بداخلاق بڑھیا تھی تو وہ چل نکلی اور آپ کی قوم کے پاس آ کر کہا: آج کی رات حضرت لوط نے ایسی قوم کو مہمان بنایا ہے کہ میں نے ان سے بڑھ کر حسین اور پاکیزہ خوشبو والے کبھی نہیں دیکھے۔ پس وہ دوڑتے ہوئے آپ کے گھر کی طرف آئے اور انہوں نے دروازے کو دھکیلنا شروع کر دیا یہاں تک کہ وہ آپ پر غالب آنے کے

1۔ سنن سعید بن منصور، جلد 5، صفحہ 357، دارالصمیعی الریاض

قریب ہو گئے تو ایک فرشتے نے اپنے پر کے ساتھ ان پر دروازہ کو بند کر دیا اور آپ اوپر چڑھ گئے اور وہ بھی آپ کے ساتھ اوپر چڑھے۔ تو اس وقت آپ یہ کہنے لگے: هٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِيْ هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ۔ الیٰ قولہ۔ اَوْاٰوِيْ اِلٰى رُكْنٍ شَدِيْدٍ تو فرشتوں نے کہا اِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَنْ يَّصِلُوْٓا اِلَيْكَ پس اس وقت آپ کو معلوم ہوا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے بھیجے ہوئے ہیں اور ایک فرشتے نے اپنا پر مارا۔ اس رات ان میں سے ہر کوئی پر لگنے کے سبب اندھا ہو گیا۔ پس انہوں نے اندھے ہو کر انتہائی تکلیف کی حالت میں رات گزاری اور وہ عذاب کا انتظار کرنے لگے۔ پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ان کی ہلاکت اور تباہی کے بارے اجازت طلب کی اور انہیں اجازت دے دی گئی۔ تو آپ نے اس زمین کو اٹھا لیا جس پر وہ رہتے تھے اور انہیں اتنی بلندی تک لے گئے یہاں تک کہ آسمان دنیا کے باسیوں نے ان کے کتوں کی آوازیں سنیں اور آپ نے ان کے نیچے آگ جلائی۔ پھر آپ نے اس زمین کو ان کے ساتھ الٹا کر دیا۔ پس حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی نے ایک دھماکہ سنا اور وہ ان کے ساتھ تھی۔ وہ متوجہ ہوئی تو اتنے میں عذاب اسے پہنچ چکا تھا اور ان کے جو لوگ سفر پر تھے ان پر پتھر برسائے گئے (1)۔

امام سعید بن منصور، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ، حاکم رحمہم اللہ اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کی جانب سے بھیجے ہوئے فرشتے حضرت لوط علیہ السلام کے پاس آئے تو آپ نے یہ خیال کیا کہ یہ آپ کی قوم کے کچھ مہمان ہیں۔ چنانچہ آپ نے انہیں قریب کیا اور بالکل قریب کر کے بٹھایا۔ پھر آپ اپنی بیٹیوں کو بھی لے آئے۔ وہ تین تھیں۔ انہیں اپنے مہمانوں اور اپنی قوم کے درمیان بٹھا دیا۔ پھر آپ کی قوم دوڑتے ہوئے آپ کے گھر کی طرف آئی۔ پس جب آپ نے انہیں دیکھا تو کہا هٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِيْ هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ فِيْ ضَيْفِيْ ۭ اَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِيْدٌ ۝ قَالُوْا لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا فِيْ بَنٰتِكَ مِنْ حَقٍّ ۚ وَاِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِيْدُ ۝ قَالَ لَوْ اَنَّ لِيْ بِكُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِيْٓ اِلٰى رُكْنٍ شَدِيْدٍ پس حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ان کی طرف مڑ کر دیکھا تو کہا اِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَنْ يَّصِلُوْٓا اِلَيْكَ پس جب وہ قریب ہوئے تو آپ نے ان کی بینائی ختم کر دی اور اندھے ہو کر چلنے لگے اور ایک دوسرے سے ٹکرانے لگے۔ یہاں تک کہ جب وہ ان لوگوں تک پہنچے جو دروازے پر تھے تو انہوں نے کہا: ہم تمہارے پاس سب سے بڑے جادوگر کے پاس سے ہو کر آئے ہیں۔ پھر آدھی رات کے وقت انہیں اٹھا لیا گیا یہاں تک کہ وہ آسمان کی فضا میں پرندوں کی آواز سننے لگے۔ پھر وہ زمین ان پر الٹ دی گئی پس جو بھی اس میں الٹا کر دیا گیا۔ وہ ہلاک ہو گیا۔ اور جو ان سے باہر تھے تو وہ جہاں بھی تھے پتھر ان پر برسے اور پتھروں نے انہیں تباہ و برباد کر دیا۔ حضرت لوط علیہ السلام اپنی بیٹیوں کو ساتھ لے کر سفر پر نکلے یہاں تک کہ جب آپ شام کے فلاں مقام تک پہنچے تو آپ کی بڑی بیٹی فوت ہو گئی۔ پس اس کے پاس ایک چشمہ جاری ہو گیا۔ پھر آپ وہاں تک چلے جہاں تک اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ آپ پہنچیں۔ تو وہاں آپ کی چھوٹی بیٹی فوت ہو گئی اور اس کے پاس بھی چشمہ جاری ہوا۔ نتیجۃً صرف درمیانی بیٹی آپ کے پاس زندہ باقی رہی۔

امام ابن ابی الدنیا رحمہ اللہ نے کتاب العقوبات میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت

1۔ مستدرک حاکم، کتاب التفسیر، جلد 2، صفحہ 375، بیروت

لوط علیہ السلام نے اپنے مہمانوں پر دروازہ بند کرلیا۔ پس وہ آئے اور انہوں نے دروازہ توڑا اور اندر داخل ہو گئے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ان کی آنکھوں پر پر سے ضرب لگائی تو ان کی بینائی ختم ہوگئی۔ انہوں نے کہا: اے لوط! تو ہمارے پاس جادوگر لے آیا ہے چنانچہ انہوں نے آپ کو بڑی دھمکیاں دیں اور آپ دل ہی دل میں ڈرنے لگے کہ یہ جب چلے جائیں گے تو وہ مجھے اذیتیں دیں گے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا "لا تخف انا رسل ربك....." بے شک انہیں عذاب دینے کا مقررہ وقت صبح کا وقت ہے۔ حضرت لوط علیہ السلام نے کہا: اسی وقت۔ تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا۔ اَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيْبٍ کیا صبح قریب ہی نہیں۔ تو آپ نے کہا: اسی وقت۔ چنانچہ بستی کو اٹھالیا گیا یہاں تک کہ آسمان دنیا والوں نے کتوں کے بھونکنے کی آواز سنی۔ پھر انہیں الٹا کیا گیا اور ان پر پتھر برسائے گئے۔

ابن ابی حاتم نے حضرت سدی رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیان کیا ہے کہ فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ کا معنی ہے اپنے گھر والوں کے ساتھ چلے جایئے۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ سے مراد رات کا وسط (آدھی رات کا وقت) ہے(1)۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ بِقِطْعٍ سے مراد رات کی سیاہی ہے(2)۔

امام عبدالرزاق نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ سے مراد رات کا کچھ حصہ ہے(3)۔

امام ابن الانباری رحمہ اللہ نے الوقف والابتداء میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ حضرت نافع بن ازرق رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: مجھے یہ تو بتایئے کہ ارشاد باری تعالیٰ فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ میں قطع سے کیا مراد ہے؟ تو آپ نے فرمایا: رات کا آخر سحری کا وقت، جیسا کہ مالک بن کنانہ نے کہا ہے:

وَنَائِحَةٍ تَقُوْمُ بِقِطْعِ لَيْلٍ عَلٰى رَجُلٍ اَهَانَتْهُ شُعُوْبُ

"نوحہ کرنے والی سحری کے وقت اس آدمی پر نوحہ کرنے کے لیے اٹھ کھڑی ہوتی ہے جسے قبیلے والوں نے ذلیل ورسوا کیا"۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ کا معنی ہے تم میں سے کوئی پیچھے نہ رہے۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ معنی بیان کیا ہے کہ تم میں سے کوئی اپنے پیچھے مڑ کر نہ دیکھے(4)۔

امام ابوعبید اور ابن جریر رحمہما اللہ نے حضرت ہارون رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے۔ کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت کے الفاظ اس طرح ہیں: "فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ اللَّيْلِ اِلَّا امْرَاَتَكَ"(5)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 111، بیروت
2۔ ایضاً
3۔ تفسیر عبدالرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 194، دارالکتب العلمیہ بیروت
4۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 111
5۔ ایضاً

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ جب لوط علیہ السلام طریہ سے نکلے تو آپ کی بیوی آپ کے ساتھ تھی۔ پس اس نے ایک آواز سنی اور وہ اس کی طرف متوجہ ہوئی تو اللہ تعالیٰ کی جانب سے اسے ایک پتھر آ کر لگا جس نے اسے ہلاک کر دیا۔ قوم سے دور علیحدہ اس کی جگہ معلوم ہے۔ اور یہ الفاظ مصحف عبداللہ رضی اللہ عنہ میں اس طرح ہیں: وَلَقَدْ وَفَّيْنَا إِلَيْهِ أَهْلَهُ كُلَّهُمْ إِلَّا عَجُوزًا فِي الْغَبِرِ ''اور ہم نے آپ کے سارے کے سارے گھر والے پورے کر دیئے سوائے ایک بڑھیا کے کہ وہ مصیبت میں مبتلا ہوئی''۔ فرمایا: کہ جب آپ (حضرت لوط علیہ السلام) کو بتایا گیا کہ ان کے لیے عذاب کا مقررہ وقت تو صبح کا وقت تھا۔ تو آپ نے کہا: میں تو اس سے بھی جلدی چاہتا ہوں۔ تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا أَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيبٍ کیا صبح قریب ہی نہیں ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیان کیا ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام نے کہا: تم انہیں اسی وقت ہلاک کر دو۔ تو انہوں نے جواب دیا: بے شک ہمیں تو صبح کے وقت کا حکم دیا گیا ہے أَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيبٍ۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام نے فرشتوں سے کہا: انہیں اسی وقت ہلاک کر دو۔ تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ کو بتایا: أَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيبٍ تو حضرت لوط علیہ السلام پر یہ نازل کی گئی أَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيبٍ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ وہ رات کے کسی حصے میں اپنے گھر والوں کو ساتھ لے کر چلے جائیں سوائے اپنی بیوی کے۔ اور تم میں سے کوئی بھی پیچھے کی طرف نہ دیکھے۔ پس آپ چلے گئے اور جب وہ وقت ہوا جس میں انہیں ہلاک کیا گیا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اپنا پر (زمین میں) داخل کیا اور اس زمین کو اٹھا لیا۔ یہاں تک کہ آسمان کے باسیوں نے مرغ کی چیخ اور کتوں کے بھونکنے کی آواز سنی اور انہیں اوپر لے جا کر نیچے گرا دیا اور ہم نے ان پر آگ میں پکے ہوئے پتھر برسائے۔ حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی نے دھماکہ کی آواز سنی۔ اور کہا: ہائے میری قوم! تو اتنے میں ایک پتھر اسے آ لگا اور اسے قتل کر دیا(1)۔

امام ابن عدی اور ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت ابوالحلہ رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے میں نے حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی کو دیکھا، اسے پتھر میں بدل دیا گیا ہے اور اسے ہر مہینے کے شروع میں حیض آتا ہے(2)۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ فَلَمَّا جَاءَ أَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا کی تفسیر میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جب انہوں نے صبح کی تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ان کی بستیوں پر حملہ کیا اور انہیں ان کی بنیادوں سے ہلا دیا۔ پھر اپنے پر ان کے نیچے داخل کیے اور انہیں اپنے پروں کے اطراف پر ان میں موجود ہر شے کے ساتھ اٹھا لیا۔ پھر انہیں آسمان تک بلند لے گئے، یہاں تک کہ آسمان کے باسیوں نے ان کے کتوں کے بھونکنے کی آوازیں سنیں۔ پھر انہیں الٹا کیا۔ ان میں سے جو سب سے پہلے نیچے گرے وہ ان کے بالا خانہ تھے اور کسی قوم کو وہ عذاب نہیں دیا گیا۔ جو انہیں دیا گیا پہلے اللہ تعالیٰ نے ان

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 08-107، دار احیاء التراث العربی بیروت

2۔ تاریخ ابن عساکر، ذکر لوط بن ہاران علیہ السلام، جلد 50، صفحہ 27-326، دار الفکر بیروت

WWW.NAFSEISLAM.COM

کی آنکھوں کو ضائع کیا۔ پھر ان کی بستیوں کو الٹا کیا اور پھر ان پر آگ سے پکے ہوئے پتھر برسائے (1)۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیان کیا ہے کہ جب انہوں نے صبح کی تو حضرت جبرائیل علیہ السلام اترے اور زمین کو سات زمینوں سے اکھیڑا۔ پھر اسے اٹھایا یہاں تک کہ آسمان دنیا تک لے گئے۔ پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اسے زمین کی طرف پھینک دیا (2)۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت ابو صالح رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام حضرت لوط علیہ السلام کی بستی میں آئے اور اپنا ہاتھ بستی کے نیچے سے داخل کیا اور اسے اٹھالیا۔ حتی کہ آسمان دنیا کے مکینوں نے کتوں کے بھونکنے کی اور مرغوں کے اذان دینے کی آواز سنیں اور اللہ تعالیٰ نے ان پر گندھک اور آگ برسائی۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے قوم لوط کی بستی کو زمین کی جڑ سے اکھیڑا۔ پھر اسے اپنے پر کے ساتھ اٹھایا۔ یہاں تک کہ وہاں تک لے گئے جہاں تک اللہ تعالیٰ نے چاہا۔ پھر اس کی بلندی کو پستی میں کر دیا (یعنی اسے نیچے گرا دیا)۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت محمد بن کعب قرظی رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ مجھے یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جبرائیل علیہ السلام کو ان بستیوں کی طرف بھیجا جنہیں الٹا دیا گیا۔ یہ قوم لوط کی بستیاں تھیں۔ تو آپ نے انہیں اپنے پر کے ساتھ اٹھالیا۔ پھر انہیں اوپر لے گئے۔ یہاں تک کہ آسمان کے مکینوں نے ان کے کتوں کے بھونکنے اور ان کے مرغوں کی آوازیں سنیں۔ پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان پر پتھر برسائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّن سِجِّيلٍ تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اور ان الٹائی جانے والی بستیوں کے اردگرد رہنے والوں کو ہلاک کر دیا۔ اور وہ پانچ بستیاں تھیں: صعۃ، صغرۃ، عصرۃ، دوما اور سدوم اور یہی بڑی بستی تھی (3)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ یہ تین بستیاں تھیں اور ان میں اتنی تعداد تھی جتنی اللہ تعالیٰ نے چاہی کہ کثرت ہو۔ ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ ان کی تعداد چار لاکھ تھی۔ اور یہ سدوم بستی مدینہ طیبہ اور شام کے درمیان تھی۔

ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ دونوں نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ حِجَارَةً مِّن سِجِّيلٍ آگ پر پکے ہوئے پتھر مٹی کے بنے ہوئے تھے اور مُّسَوَّمَةً کا معنی ہے (نشان زدہ ہونا) السوم سے مراد سرخی میں سفیدی کا ہونا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا حِجَارَةً مِّن سِجِّيلٍ فارسی میں اسے سنگ کہتے ہیں اور یہ ہر پتھر اور مٹی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ اور مُّسَوَّمَةً کا معنی ہے نشان لگایا ہوا۔

امام فریابی، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ بیان کیا ہے کہ حِجَارَةً

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 17-116، بیروت 2۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 117 3۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 118

مِّنْ سِجِّيْلٍ فارسی میں حجارہ اسے کہتے ہیں جو ابتدا میں پتھر ہو اور آخر میں مٹی ہو۔ اور مُّسَوَّمَةً کا معنی ہے نشان زدہ ہوا(1)۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ بیان کیا ہے کہ حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ یہ عجمی کلمہ ہے اسے عربی بنایا گیا ہے۔ اس کا معنی سنگ وگل، یعنی پتھر اور مٹی۔

امام عبد بن حمید نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ اس سے مراد ایسا پتھر ہے جس میں مٹی بھی ہو۔

امام عبدالرزاق، ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے یہ بیان کیا ہے کہ اس سے مراد وہ پتھر ہیں جو مٹی سے بنائے گئے ہوں۔ مَّنْضُوْدٍ کا معنی ہے لگاتار، پے در پے مُّسَوَّمَةً جسے خالص سرخ رنگ کا طوق پہنایا جائے۔ وَمَا هِيَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ بِبَعِيْدٍ 'ان کے بعد کوئی ظالم اس سے بری نہیں(2)۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت ربیع رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ مَّنْضُوْدٍ کا معنی ہے کہ وہ پتھر ایک دوسرے پر آ کر لگے (یعنی لگاتار برسے) اور مُّسَوَّمَةً ان پر سنہری لکیروں کے نشان لگائے گئے تھے(3)۔

امام ابوالشیخ نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ حجارۃ مُّسَوَّمَةً جو زمین کے پتھروں کے ہمشکل نہ ہوں۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ کا معنی ہے آسمان دنیا سے پتھر (برسائے گئے) اور آسمان دنیا کا نام سجیل ہے(4)۔

امام ابن ابی شیبہ نے ابن سابط سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ یہ فارسی کلمہ ہے (یعنی عربی نہیں)۔

امام اسحاق بن بشر اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے سوال کیا کیا قوم لوط میں سے کوئی بچا بھی تھا؟ فرمایا نہیں۔ مگر ایک آدمی چالیس دن تک باقی رہا۔ وہ مکہ میں تجارت کرتا تھا تو ایک پتھر آیا تا کہ اسے حرم پاک میں آ کر لگے۔ لیکن حرم پاک کے فرشتے اس کے سامنے کھڑے ہو گئے اور انہوں نے پتھر کو کہا جہاں سے آیا ہے وہاں واپس لوٹ جا۔ کیونکہ یہ آدمی اللہ تعالیٰ کے حرم میں ہے۔ چنانچہ وہ پتھر لوٹ گیا اور حرم سے باہر چالیس دن تک زمین و آسمان کے درمیان ٹھہرا رہا۔ یہاں تک کہ وہ آدمی اپنی تجارت سے فارغ ہو اپس جب وہ حرم سے باہر نکلا تو وہ پتھر اسے آ کر لگا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا هِيَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ بِبَعِيْدٍ یعنی یہ اس امت کے ظالموں سے دور نہیں(5)۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیان کیا ہے کہ وَمَا هِيَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ بِبَعِيْدٍ کے ساتھ قریش کو اللہ تعالیٰ ڈرا رہا ہے کہ انہیں بھی وہ عذاب پہنچ سکتا ہے جو قوم لوط کو پہنچا(6)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ الظّٰلِمِيْنَ سے مراد عرب کے ظلم کرنے والے ہیں۔ اگر وہ ایمان نہ لائے تو انہیں بھی اسی طرح کا عذاب دیا جائے گا۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 112، بیروت
2۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 112-14-15-16
3۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 114-15
4۔ ایضاً، جلدی 12، صفحہ 113
5۔ تاریخ ابن عساکر، ذکر لوط بن ہاران علیہ السلام، جلد 50، صفحہ 326، بیروت
6۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 115-16

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے حضرت ربیع رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت یہ ذکر کیا ہے کہ جو ہم نے سنا ہے اس میں ہر ظالم ہے کہ اس کے مقابلے کے لیے پتھر بنایا گیا ہے جو انتظار کر رہا ہے کہ کب اسے اس پر گرنے کا حکم دیا جاتا ہے۔ پس ظالموں کو خوب ڈرایا اور کہا وَمَا هِيَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ بِبَعِيْدٍ۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ الظّٰلِمِيْنَ سے مراد اس امت کے ظالم ہیں۔ پھر کہتے ہیں: قسم بخدا! اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے کسی ظالم کو پناہ نہیں دی (1)۔

امام ابن ابی الدنیا نے ذم الملاہی میں، ابن منذر اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں حضرت محمد بن منکدر، یزید بن حفصہ اور صفوان بن سلیم رحمہم اللہ تمام سے بیان کیا ہے کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف لکھا کہ انہوں نے عرب کے نواح میں ایک آدمی کو پایا جو اس طرح نکاح کرتا ہے جس طرح عورت نکاح کرتی ہے اور انہوں نے اس پر شواہد بھی قائم کر دیئے۔ تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے اصحاب سے اس کے بارے مشاورت کی۔ تو حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کہا: بے شک یہ گناہ ہے۔ سوائے ایک امت کے کسی امت نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کی۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس ایک امت کے ساتھ جو سلوک کیا ہے اسے تم جانتے ہو۔ میری رائے یہ ہے کہ آپ اسے آگ کے ساتھ جلا دیں۔ چنانچہ حضور نبی کریم ﷺ کے اصحاب نے اس پر اتفاق کر یا کہ وہ اسے آگ کے ساتھ جلا دیں۔ پس حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی طرف لکھا کہ وہ اسے آگ کے ساتھ جلا دے۔ پھر حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور امارت میں انہیں جلایا۔ پھر ہشام بن عبد الملک نے بھی ایسے لوگوں کو جلانے کی سزا دی۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے حضرت ربیعہ بن ابو عبد الرحمٰن الرائی رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قوم لوط کو عذاب دیا اور ان پر آگ پر پکے ہوئے پتھر برسائے پس تو یہ سزا ایسے لوگوں سے نہ اٹھا جو قوم لوط کے عمل جیسا عمل کریں۔

وَ اِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ؕ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ وَ لَا تَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَ الْمِيْزَانَ اِنِّيْۤ اَرٰىكُمْ بِخَيْرٍ وَّ اِنِّيْۤ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ مُّحِيْطٍ ﴿۸۴﴾ وَ يٰقَوْمِ اَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَ الْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ وَ لَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَ لَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿۸۵﴾ بَقِيَّتُ اللّٰهِ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۚ وَ مَاۤ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ ﴿۸۶﴾ قَالُوْا يٰشُعَيْبُ اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ اَنْ نَّتْرُكَ مَا

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 116، بیروت

يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَآ اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِيْٓ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا ؕ اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِيْمُ الرَّشِيْدُ ﴿۸۷﴾ قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَ رَزَقَنِيْ مِنْهُ رِزْقًا حَسَنًا ؕ وَمَآ اُرِيْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰى مَآ اَنْهٰىكُمْ عَنْهُ ؕ اِنْ اُرِيْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ ؕ وَمَا تَوْفِيْقِيْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ ؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ ﴿۸۸﴾

"اور اہل مدین کی طرف (ہم نے) ان کے بھائی شعیب کو بھیجا۔ آپ نے کہا اے میری قوم! عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی نہیں ہے تمہارا کوئی خدا اس کے بغیر اور نہ کمی کیا کرو ناپ اور تول میں۔ میں دیکھتا ہوں تمہیں کہ تم خوش حال ہو اور میں ڈرتا ہوں کہ کہیں تم پر اس دن کا عذاب نہ آجائے جو ہر چیز کو گھیرنے والا ہے۔ اور اے میری قوم! پورا کیا کرو ناپ اور تول کو انصاف کے ساتھ اور نہ گھٹا کر دیا کرو لوگوں کو ان کی چیزیں اور نہ پھرو زمین میں فساد برپا کرتے ہوئے جو بچ رہے اللہ تعالیٰ کے دیئے سے وہی بہتر ہے تمہارے لیے اگر تم ایمان دار ہو۔ اور نہیں ہوں میں تم پر نگہبان۔ قوم نے کہا: اے شعیب! کیا تمہاری نماز تمہیں حکم دیتی ہے کہ ہم چھوڑ دیں انہیں جن کی عبادت کیا کرتے تھے ہمارے باپ دادا یا نہ تصرف کریں اپنے مالوں میں جیسے ہم چاہیں (از راہ تمسخر بولے) بس تم ہی ایک دانا (اور) نیک چلن رہ گئے ہو۔ آپ نے کہا: اے میری قوم! بھلا یہ تو بتاؤ اگر میں روشن دلیل پر ہوں اپنے رب کی طرف سے اور اس نے عطا بھی کی ہو مجھے اپنی جناب سے عمدہ روزی اور میں یہ بھی نہیں چاہتا کہ خود تمہارے خلاف کرنے لگوں اس امر میں جس سے میں تمہیں روکتا ہوں۔ (نیز) میں نہیں چاہتا ہوں مگر (تمہاری) اصلاح (اور درستی) جہاں تک میرا بس ہے۔ اور نہیں میرا راہ پانا مگر اللہ تعالیٰ کی امداد سے۔ اسی پر میں نے بھروسہ کیا ہے اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں"۔

امام ابن جریر اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ آپ نے اِنِّيْٓ اَرٰىكُمْ بِخَيْرٍ کی تفسیر میں فرمایا: کہ اس سے مراد اشیاء کی قیمتوں کا سستا ہونا ہے (یعنی میں دیکھتا ہوں کہ تم چیزوں کی قیمتیں سستی ہونے کے سبب خوشحال ہو) اور اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ مُّحِيْطٍ کے بارے فرمایا کہ اس سے مراد قیمتوں کا چڑھنا اور مہنگا ہونا ہے (یعنی میں ڈرتا ہوں تم پر اس دن سے جب کہ قیمتیں چڑھ جائیں اور بھاؤ مہنگا ہو جائے (1)۔

امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ بَقِيَّتُ اللّٰهِ سے مراد اللہ تعالیٰ کا رزق ہے (2)۔

امام عبد الرزاق، ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 118، بیروت
2۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 121

بَقِيَّتُ اللّٰهِ خَيْرٌ لَّكُمْ کا مفہوم یہ ہے کہ تمہارے رب کی جانب سے تمہارا حصہ تمہارے لیے بہتر ہے(1)۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا بَقِيَّتُ اللّٰهِ سے مراد اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری ہے(2)۔

امام ابوالشیخ نے حضرت ربیع رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیان کیا ہے کہ اس کا معنی ہے اللہ تعالیٰ کی وصیت تمہارے لیے بہتر ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے یہ معنی بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا رزق تمہارے لیے اس سے بہتر ہے جو تم لوگوں کا کم کرتے ہو۔

امام عبدالرزاق، ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت اعمش رحمہ اللہ نے فرمایا اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ کا معنی ہے۔ کیا تمہاری قرأت تمہیں حکم دیتی ہے(3)۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت احنف رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیان کیا ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام تمام انبیاء سے زیادہ نمازیں پڑھتے تھے۔

ابن جریر اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ ابن زید رحمہ اللہ تعالیٰ نے اَيُشْعَيْبُ اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ..... الآیہ کے تحت روایت کیا ہے آپ نے انہیں ان دنانیر اور دراہم کو کاٹنے سے منع کیا۔ تو انہوں نے جواب دیا: بے شک یہ ہمارے مال ہیں۔ ہم ان میں جو چاہیں گے کریں گے۔ اگر ہم نے چاہا تو انہیں توڑ دیں گے۔ اگر چاہا تو جلا دیں گے اور ہم نے چاہا تو انہیں پھینک دیں گے(4)۔

امام ابن جریر اور ابن منذر دونوں نے حضرت محمد بن کعب قرظی رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کو دراہم توڑنے کی وجہ سے عذاب دیا گیا۔ اسی کے بارے یہ ارشاد ہے اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِيْٓ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا۔(5)

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے اسی ارشاد کے تحت بیان کیا ہے یعنی اس سے مراد دراہم کو توڑنا ہے اور وہ زمین میں فساد برپا کرنا ہے(6)۔

امام عبدالرزاق، ابن سعد، ابن المنذر، ابوالشیخ اور عبد بن حمید رحمہم اللہ نے حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ اس آیت میں اشارہ دراہم ودنانیر اور ان مثاقیل کو توڑنے کی طرف ہے جو لوگوں کے درمیان رائج تھے اور انہوں نے اس سے زمین میں فساد برپا کیا۔

امام ابوالشیخ نے حضرت ربیعہ بن ہلال سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے درہم توڑنے پر سزا دی ہے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ دونوں نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ آپ کی قوم کے افراد کہا کرتے تھے کہ تو نہ تو حلیم (بردبار) ہے اور نہ ہی رشید (دانا) ہے۔ تو وہ ازروئے تمسخر آپ کو کہا کرتے تھے اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِيْمُ الرَّشِيْدُ کہ بس تم ہی ایک دانا اور نیک چلن رہ گئے ہو۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 121، بیروت
2۔ ایضاً
3۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 123
4۔ ایضاً
5۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 122
6۔ ایضاً

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیان کیا ہے کہ آیت میں رِزْقًا حَسَنًا سے مراد رزق حلال ہے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ دونوں نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ وَمَآ اُرِيْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰى مَآ اَنْهٰىكُمْ عَنْهُ کا مفہوم یہ ہے کہ میں ایسا نہیں ہوں کہ میں تمہیں ایک کام سے منع کروں اور اس کے ساتھ میں خود وہ کرنے لگوں۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت مسروق رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ ایک عورت حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آئی اور اس نے کہا: کیا آپ مواصلہ (اپنے بالوں میں دوسرے کے بال لگانا) سے منع کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں۔ اس نے کہا: شاید آپ کی عورتوں میں سے بھی کوئی ہو۔ تو آپ نے فرمایا: تو نے ایک عبد صالح (نیک بندے) کی وصیت کی حفاظت نہیں کی: وَمَآ اُرِيْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰى مَآ اَنْهٰىكُمْ عَنْهُ۔

امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت معاویہ القشیری رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ ان کے بھائی مالک نے کہا: اے معاویہ! محمد نے میرے پڑوسی کو پکڑ لیا ہے تم اس کی طرف جاؤ۔ چنانچہ میں اس کے ساتھ اس کی طرف گیا۔ تو اس نے کہا: میرے پڑوسی کو میرے لیے چھوڑ دے۔ حالانکہ وہ مسلمان تھے۔ تو اس نے اس سے منہ پھیر لیا اور کہا سنو! قسم بخدا! لوگ یہ گمان کریں گے کہ تو ایک کام کا حکم دیتا ہے اور خود اس کے خلاف کرتا ہے۔ پھر اس نے کہا: کیا انہوں نے اس طرح کیا ہے؟ اگر میں بھی وہی کروں تو وہی سزا مجھ پر ہے جو ان پر ہے(1)۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت مالک بن دینار رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے یہ آیت پڑھی وَمَآ اُرِيْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰى مَآ اَنْهٰىكُمْ عَنْهُ اور کہا: مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ قیامت کے دن نصیحت کرنے والے سچے انسان کو بلایا جائے گا اور اس کے سر پر تاج شاہی رکھا جائے گا۔ پھر اسے جنت کی طرف جانے کا حکم دیا جائے گا۔ تو وہ عرض کرے گا: اے میرے اللہ! اس مقام قیامت میں کئی اقوام ہیں جو دنیا میں میری ان امور میں معاونت کرتی تھیں جو میں کیا کرتا تھا۔ فرمایا: تو ان کے ساتھ بھی وہی سلوک کیا جائے گا جس طرح اس کے ساتھ کیا گیا پھر وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے عطا کی گئی عزت و کرامت کے ساتھ ان کی قیادت کرتے ہوئے جنت کی طرف چلا جائے گا۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابواسحاق الفزاری رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ میں نے جب کبھی کسی امر کا ارادہ کیا اور اس وقت یہ آیت تلاوت کی تو اس طرح علی وجہ البصیرت مجھے اس کا یقین ہو گیا: اِنْ اُرِيْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ ۭ وَمَا تَوْفِيْقِيْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ ۭ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیان کیا ہے کہ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ کا معنی ہے میں اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں(2)۔

امام ابونعیم رحمہ اللہ نے حلیہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ مجھے کوئی نصیحت فرمایئے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: کہو میرا رب اللہ ہے اور پھر اس پر استقامت اختیار کرلو۔ ''قُلْ رَّبِّيَ اللّٰهُ

1۔ مسند امام احمد، جلد 4، صفحہ 447، دار صادر بیروت 2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 125، بیروت

ثُمَّ اسْتَقِمْ'' میں نے کہا۔ میرا رب اللہ ہے اور میرا راہ پانا نہیں مگر اللہ تعالیٰ کی امداد سے اسی پر میں نے بھروسہ کیا ہے اور اسی کی طرف میں رجوع کرتا ہوں۔ وَمَا تَوْفِيقِيْ إِلَّا بِاللّٰهِ ۚ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ تو آپ ﷺ نے فرمایا اے ابوالحسن! تجھے علم مبارک ہو۔ تحقیق تو علم سے خوب سیراب ہو گیا ہے اور تو نے اس کی پیاس خب بجھالی ہے۔ ''قَالَ لِيَهْنِكَ الْعِلْمُ اَبَا الْحَسَنِ لَقَدْ شَرِبْتَ الْعِلْمَ شُرْبًا وَ نَهَلْتَهُ نَهْلًا'' اس روایت کی اسناد میں محمد بن یونس الکریمی ہے(1)۔

وَيٰقَوْمِ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شِقَاقِيْٓ اَنْ يُّصِيْبَكُمْ مِّثْلُ مَآ اَصَابَ قَوْمَ نُوْحٍ اَوْ قَوْمَ هُوْدٍ اَوْ قَوْمَ صٰلِحٍ ۭ وَمَا قَوْمُ لُوْطٍ مِّنْكُمْ بِبَعِيْدٍ ﴿٨٩﴾ وَاسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ ۭ اِنَّ رَبِّيْ رَحِيْمٌ وَّدُوْدٌ ﴿٩٠﴾ قَالُوْا يٰشُعَيْبُ مَا نَفْقَهُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ وَاِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْنَا ضَعِيْفًا ۚ وَلَوْلَا رَهْطُكَ لَرَجَمْنٰكَ ۡ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْنَا بِعَزِيْزٍ ﴿٩١﴾ قَالَ يٰقَوْمِ اَرَهْطِيْٓ اَعَزُّ عَلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ ۭ وَاتَّخَذْتُمُوْهُ وَرَاۗءَكُمْ ظِهْرِيًّا ۭ اِنَّ رَبِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ﴿٩٢﴾ وَيٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰي مَكَانَتِكُمْ اِنِّىْ عَامِلٌ ۭ سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَمَنْ هُوَ كَاذِبٌ ۭ وَارْتَقِبُوْٓا اِنِّىْ مَعَكُمْ رَقِيْبٌ ﴿٩٣﴾ وَلَمَّا جَاۗءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا شُعَيْبًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَاَخَذَتِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿٩٤﴾ ۙ كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ۭ اَلَا بُعْدًا لِّمَدْيَنَ كَمَا بَعِدَتْ ثَمُوْدُ ﴿٩٥﴾ ع وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿٩٦﴾ ۙ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَاتَّبَعُوْٓا اَمْرَ فِرْعَوْنَ ۚ وَمَآ اَمْرُ فِرْعَوْنَ بِرَشِيْدٍ ﴿٩٧﴾

''اور میری قوم! ہرگز نہ اکسائے تمہیں میری عداوت (اللہ کی نافرمانی پر) مبادا پہنچے تمہیں بھی ایسا عذاب جو پہنچا تھا قوم نوح یا قوم ہود یا قوم صالح کو۔ اور قوم لوط تو تم سے کچھ دور نہیں اور مغفرت طلب کرو اپنے رب سے پھر (دل و جان سے) رجوع کرو اس کی طرف۔ بے شک میرا رب بڑا مہربان (اور) پیار کرنے والا ہے وہ بولے

1۔ حلیۃ الاولیاء، جلد 2، صفحہ 65، مصر

اے شعیب! ہم نہیں سمجھ سکتے بہت سی باتیں جو تو کہتا ہے اور بلاشبہ ہم دیکھتے ہیں تجھے کہ تو ہم میں بہت کمزور ہے۔ اور اگر تمہارے کنبہ کا لحاظ نہ ہوتا تو ہم نے تمہیں سنگسار کر دیا ہوتا اور نہیں ہو تم ہم پر غالب۔ آپ نے فرمایا: اے میری قوم! کیا میرا کنبہ زیادہ معزز ہے تمہارے نزدیک اللہ تعالیٰ سے اور تم نے ڈال دیا ہے اسے پس پشت۔ بے شک میرا رب جو عمل تم کرتے ہو (اس کو اپنے علم سے) احاطہ کیے ہوئے ہے۔ اور اے میری قوم! تم عمل کیے جاؤ اپنی جگہ پر (اور) میں (اپنے طور پر) عمل پیرا ہوں۔ تمہیں پتہ چل جائے گا کہ کس پر آتا ہے عذاب جو اسے رسوا کر دے گا اور کون جھوٹا ہے۔ اور تم بھی انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والا ہوں اور جب آ پہنچا ہمارا حکم (یعنی عذاب) تو ہم نے بچا لیا شعیب کو اور انہیں جو ایمان لائے تھے آپ کے ساتھ اپنی خاص رحمت سے اور آ لیا ظالموں کو خوف ناک کڑک نے۔ تو صبح کی انہوں نے اپنے گھروں میں اس حال میں کہ وہ گھٹنوں کے بل گرے پڑے تھے گویا کبھی وہ ان میں بسے ہی نہ تھے۔ سنو! ہلاکت ہو مدین کے لیے جیسے ہلاک ہو چکے تھے ثمود۔ اور بے شک ہم نے بھیجا موسیٰ کو اپنی نشانیوں اور صریح غلبہ کے ساتھ۔ فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف تو انہوں نے پیروی کی فرعون کے حکم کی اور فرعون کا حکم بالکل غلط تھا''۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شِقَاقِيْٓ کا معنی ہے میرا افراق تمہیں نہ ابھارے (1)۔

امام ابن منذر نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیان کیا ہے کہ شِقَاقِيْٓ کا معنی ہے ''عداوتی''، یعنی میری عداوت۔

امام اسحاق بن بشر اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت جویبر رحمہ اللہ کی سند سے حضرت ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ سے اور انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے۔ کہ حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا: اے میری قوم! قوم نوح، عاد اور ثمود کو یاد کرو۔ وَمَا قَوْمُ لُوْطٍ مِّنْكُمْ بِبَعِيْدٍ اور حضرت لوط علیہ السلام کی قوم تو حضرت شعیب علیہ السلام تک ان کے بہت زیادہ قریب ہے۔ اور ان کی ہلاکت و تباہی کا زمانہ بھی ان کے بہت قریب ہے۔ وَاسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ ۭ اِنَّ رَبِّيْ رَحِيْمٌ یعنی بے شک میرا رب اس کے لیے بڑا مہربان ہے جس نے گناہ سے توبہ کرتے ہوئے اس کی طرف رجوع کیا۔ ''ودود'' یعنی وہ اس سے محبت کرتا ہے۔ پھر اس کے لیے اپنے بندوں کے دلوں میں محبت ڈال دیتا ہے۔ پس تم اس کی طرف لوٹ چلو۔ تو انہوں نے کہا اے شعیب! ہم ان میں سے بہت سی باتیں نہیں سمجھ سکتے جو تو کہتا ہے وَاِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْنَا ضَعِيْفًا اور بلاشبہ ہم تجھے دیکھتے ہیں کہ تو ہم میں اندھا ہے۔ وَلَوْلَا رَهْطُكَ یعنی اگر تیرے اس خاندان کا لحاظ نہ ہوتا جس میں تو رہتا ہے۔ لَرَجَمْنٰكَ تو بالیقین ہم تجھے قتل کر دیتے۔ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْنَا بِعَزِيْزٍ اور تو ہم پر غالب نہیں ہے۔ قَالَ يٰقَوْمِ اَرَهْطِيْٓ اَعَزُّ عَلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ آپ نے فرمایا اے میری قوم! کیا میرا کنبہ تمہارے نزدیک اللہ تعالیٰ سے زیادہ معزز ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں بلکہ اللہ۔ تو آپ نے فرمایا پس تم نے اللہ تعالیٰ کو اپنے پس پشت ڈال دیا ہے۔ یعنی تم نے اس کے حکم کو

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 125، دار احیاء التراث العربی بیروت

چھوڑ دیا ہے اور اس کے نبی کو جھٹلایا ہے۔ مگر میرے رب کا علم تمہارا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ اِنَّ رَبِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ مُحِیْطٌ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: شرک کے بعد ان کا سب سے بڑا گناہ کیل اور وزن (ناپ اور تول) میں کمی کرنا تھا اور لوگوں کی چیزوں کو گھٹا دینا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ بہت سے گناہ تھے جن کا وہ ارتکاب کرتے تھے۔ پس حضرت شعیب علیہ السلام آئے اور آپ نے انہیں اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف بلایا، ظلم سے روکا اور اس کے سوا جو تھا اسے چھوڑ دیا(1)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت خلف بن حوشب رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم ایک ایک جو کے سبب ہلاک ہوئی۔ وہ ساکن پیمانے کے ساتھ لیتے تھے اور ہلتے پیمانے کے ساتھ دیتے تھے (یعنی پورے ناپ تول کے ساتھ لیتے تھے اور کم ناپ تول کے ساتھ دیتے تھے)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ وَیٰقَوْمِ لَا یَجْرِمَنَّكُمْ شِقَاقِیْٓ ..... الآیہ کی تفسیر میں حضرت سدی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: کہ میری عداوت تمہیں اس پر برانگیختہ نہ کرے کہ تم گمراہی اور کفر میں سرکشی اختیار کرلو اور حدود سے بڑھ جاؤ ورنہ تمہیں وہی عذاب آپہنچے گا جو ان کو پہنچا۔

امام عبدالرزاق اور ابن جریر رحمہما اللہ دونوں نے بیان کیا ہے کہ وَمَا قَوْمُ لُوْطٍ مِّنْكُمْ بِبَعِیْدٍ کے تحت حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بے شک قوم نوح اور ثمود کے بعد قوم لوط کا زمانہ میری گفتگو کے زیادہ قریب ہے(2)۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابولیلیٰ کندی رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے۔ کہ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر سے لوگوں پر اوپر سے جھانک کر دیکھا اس حال میں کہ وہ آپ کا گھیراؤ کیے ہوئے تھے۔ تو آپ نے فرمایا: وَیٰقَوْمِ لَا یَجْرِمَنَّكُمْ شِقَاقِیْٓ اَنْ یُّصِیْبَكُمْ مِّثْلُ مَآ اَصَابَ قَوْمَ نُوْحٍ اَوْ قَوْمَ هُوْدٍ اَوْ قَوْمَ صٰلِحٍ ؕ وَمَا قَوْمُ لُوْطٍ مِّنْكُمْ بِبَعِیْدٍ اے میری قوم! مجھے قتل نہ کرو۔ بلاشبہ اگر تم نے مجھے قتل کیا تو تمہارے ساتھ بھی اسی طرح ہوگا اور آپ نے اپنی انگلیوں کو ایک دوسرے میں داخل کر کے ان کا جال بنایا۔

امام ابو الشیخ اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ وَاِنَّا لَنَرٰىكَ فِیْنَا ضَعِیْفًا کی تفسیر میں حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ اندھے تھے اور آپ کی بینائی اللہ تعالیٰ کی محبت میں کثرت سے رونے کے سبب جاتی رہی(3)۔

امام واحدی اور ابن عساکر نے حضرت شداد بن اوس رحمہ اللہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حضرت شعیب علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی محبت میں روتے رہے یہاں تک کہ آپ کی بینائی جاتی رہی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ پر بصارت لوٹا دی اور آپ کی طرف وحی فرمائی: اے شعیب! یہ رونا کیسا ہے کیا جنت کے شوق میں یا آتش جہنم کے خوف سے؟ تو آپ نے عرض کی: نہیں۔ بلکہ میں نے تو تیری محبت اپنے دل میں پختہ کر رکھی ہے۔ پس جب میں تجھے دیکھ لوں گا تو پھر مجھے کوئی پرواہ نہیں کہ تو میرے ساتھ کیا کرتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی فرمائی: اے شعیب! اگر یہ حق ہے تو تجھے میری

1۔ تاریخ ابن عساکر، ذکر شعب بن یوب علیہ السلام، جلد 23، صفحہ 71-70، دار الفکر بیروت

2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 126، بیروت 3۔ تاریخ ابن عساکر، ذکر شعب بن یوب علیہ السلام، جلد 23، صفحہ 72، دار الفکر بیروت

ملاقات مبارک ہوائے شعیب! اسی لیے میں نے تیری خدمت کے لیے اپنے کلیم موسیٰ بن عمران علیہ السلام کو مقرر کیا(1)۔

امام ابن ابی حاتم، حاکم اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے خطیب اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے کئی طرق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے۔ کہ آیت میں ضَعِيْفًا سے مراد یہ ہے کہ آپ کی بصارت کمزور ہے(2)۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت سفیان رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: آیت میں ضَعِيْفًا سے مراد اندھا ہے۔ اور حضرت شعیب علیہ السلام کو خطیب الانبیاء علیہم السلام بھی کہا جاتا ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ وَ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْنَا ضَعِيْفًا کا مفہوم ہے کہ بلاشبہ تم تنہا اور اکیلے ہو کوئی تمہارا ہمنوا نہیں اس لیے ہم تمہیں اپنے میں کمزور دیکھتے ہیں)۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ وَ لَوْلَا رَهْطُكَ لَرَجَمْنٰكَ کی تفسیر میں حضرت ابن زید رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اگر ہم تیری قوم اور تیرے کنبے کا لحاظ نہ کرتے تو تجھے سنگسار کر دیتے۔

امام سعید بن منصور رحمہ اللہ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اگر حضرت لوط علیہ السلام کے لیے بھی حضرت شعیب علیہ السلام کے اصحاب کی مثل ہوتے تو وہ یقیناً ان کی معاونت سے اپنی قوم سے جہاد کرتے(3)۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ انہوں نے خطبہ ارشاد فرمایا اور حضرت شعیب علیہ السلام کے بارے میں یہ آیت تلاوت فرمائی وَ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْنَا ضَعِيْفًا اور فرمایا: آپ اندھے تھے۔ پس انہوں نے آپ کی نسبت ضعف کی طرف کی ہے۔ وَ لَوْلَا رَهْطُكَ لَرَجَمْنٰكَ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سو قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی الٰہ نہیں! وہ اپنے رب کے جلال سے نہ ڈرے۔ بلکہ وہ صرف کنبے سے ڈرے۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیان کیا ہے کہ وَ اتَّخَذْتُمُوْهُ وَرَآءَكُمْ ظِهْرِيًّا کا مفہوم ہے کہ تم نے اس کے حکم کو پھینک دیا ہے(4)۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے ذکر کیا ہے کہ اسی کے بارے میں حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ تم اس سے ڈرتے نہیں۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ مفہوم نقل کیا ہے کہ تم نے اسے اپنی پشتوں کے پیچھے ڈال دیا ہے اور تم نے اس کی اطاعت نہیں کی اور نہ تم اس سے ڈرے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اس کا مفہوم ہے تم نے اس کے بارے میں سستی کی ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن زید رحمہ اللہ نے اس آیت کے تحت کہا ہے کہ الظهری کا معنی فالتو ہے۔ مثلاً ساربان کو اپنے ساتھ ایک فالتو اونٹ کی ضرورت ہوتی ہے وہ اس پر کوئی شے نہیں لادتا مگر جب کہ اسے اس کی

1۔ تاریخ ابن عساکر، ذکر شعب بن یوسف علیہ السلام، جلد 23، صفحہ 73، دار الفکر بیروت
2۔ ایضاً
3۔ سنن سعید بن منصور، جلد 5، صفحہ 60-359، دار الصمیعی الریاض
4۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 129

ضرورت پڑے۔تو وہ کہتے ہیں کہ بے شک تمہارا رب تمہارے نزدیک اسی طرح ہے اگر تمہیں اس کی ضرورت ہو اور اگر تمہیں ضرورت نہ ہو تو پھر وہ کوئی شے نہیں ہے (الظھری کا معنی ہوتا ہے ضرورت کے لیے تیار رکھا ہوا اونٹ)

يَقْدُمُ قَوْمَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَاَوْرَدَهُمُ النَّارَ ؕ وَ بِئْسَ الْوِرْدُ الْمَوْرُوْدُ ﴿۹۸﴾ وَ اُتْبِعُوْا فِيْ هٰذِهٖ لَعْنَةً وَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ بِئْسَ الرِّفْدُ الْمَرْفُوْدُ ﴿۹۹﴾

''وہ اپنی قوم کے آگے آگے ہوگا روز قیامت اور لا ڈالے گا انہیں آتش (جہنم) میں، بہت بری داخل ہونے کی جگہ ہے جہاں انہیں داخل کیا جائے گا اور ان پر بھیجی جاتی رہے گی اس دنیا میں لعنت اور قیامت کے دن بھی۔ بہت برا عطیہ ہے جو انہیں دیا جائے گا''۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ يَقْدُمُ قَوْمَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ کے ضمن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: یعنی اس نے انہیں گمراہ کیا اور انہیں آتش جہنم میں ڈال دیا(1)۔

امام عبدالرزاق، ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے اس کی تفسیر میں یہ کہا ہے کہ فرعون اپنی قوم کے آگے آگے چلے گا یہاں تک کہ وہ انہیں آتش جہنم پر لے آئے گا(2)۔

امام عبدالرزاق، ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ فَاَوْرَدَهُمُ النَّارَ میں اور وُرُوْدٌ سے ہے اور اس کا معنی دخول (داخل ہونا) ہے(3)۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ قرآن کریم میں چار مقامات پر الْمَوْرُوْدُ کا ذکر ہے۔ ایک سورۃ ہود میں فرمایا وَ بِئْسَ الْوِرْدُ الْمَوْرُوْدُ دوسرا سورۂ مریم میں وَ اِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا (مریم: 71) اور اسی میں تیسرا بھی ہے وَّنَسُوْقُ الْمُجْرِمِيْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وِرْدًا ﴿۸۶﴾ (مریم) اور چوتھا سورۃ الانبیاء میں ہے: حَصَبُ جَهَنَّمَ ؕ اَنْتُمْ لَهَا وٰرِدُوْنَ (الانبیاء: 98) تمام مقام پر یہ لفظ دخول (داخل ہونا) کے معنی میں ہے(4)۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے کہ وَ اُتْبِعُوْا فِيْ هٰذِهٖ لَعْنَةً وَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ کے ضمن میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: ان پر اس دنیا میں پے در پے لعنت بھیجی جاتی رہی اور قیامت کے دن ان پر ایک دوسری لعنت کا اضافہ کر دیا جائے گا۔ پس یہ دو لعنتیں ہیں اور بِئْسَ الرِّفْدُ الْمَرْفُوْدُ لعنت کے بعد لعنت بہت بری ہے(5)۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ وَ بِئْسَ الْوِرْدُ الْمَوْرُوْدُ کی وضاحت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا۔ کہ اس سے مراد دنیا اور آخرت کی لعنت ہے (یعنی یہ بہت برا عطیہ ہے جو انہیں دیا جائے گا)(6)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 132، بیروت
2۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 131
3۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 132
4۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 132
5۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 132-33
6۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 133

امام ابن ابی حاتم نے ذکر کیا ہے کہ حضرت سدی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے ضمن میں کہا ہے کہ فرعون کے بعد کوئی نبی نہیں بھیجا گیا مگر یہ کہ اس کی زبان سے فرعون پر لعنت کی گئی اور قیامت کے دن ایک دوسری لعنت آتش جہنم میں مزید ہوگی۔

امام ابن الانباری نے الوقف والا بتداء میں اور طستی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ نافع بن ازرق نے ان سے کہا: کہ مجھے بِئْسَ الرِّفْدُ الْمَرْفُوْدُ کا مفہوم بتایئے۔ تو آپ نے فرمایا: لعنت کے بعد لعنت (یعنی پے در پے لعنت) انہوں نے کہا: کیا عرب اس معنی سے آگاہ ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں۔ کیا تو نے نابغہ بنی ذبیان کو نہیں سنا وہ کہتا ہے:

لَا تَقْعُدُ مَنَّ بِرُكْنٍ لَا كِفَاءَ لَهُ وَإِنَّمَا تُفَكُّ الْأَعْدَاءُ بِالرِّفْدِ

''تو ایسے لشکر کی طرف مت پیش قدمی کر جس کا کوئی مددگار نہ ہو اور بے شک کبھی دشمنوں کو لعنت سے بھی ختم کر دیا جاتا ہے''۔

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْقُرٰى نَقُصُّهٗ عَلَيْكَ مِنْهَا قَآئِمٌ وَّحَصِيْدٌ ﴿۱۰۰﴾

''یہ ان بستیوں کی بعض خبریں ہیں جو ہم بیان کر رہے ہیں آپ سے ان میں سے کچھ ہیں اور کچھ کٹ گئی ہیں''۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا ہے کہ مِنْهَا قَآئِمٌ سے مراد وہ بستیاں ہیں جو آباد ہیں۔ اور ''حصید'' سے مراد وہ بستیاں ہیں جو تباہ ہوگئی ہیں (1)۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْقُرٰى نَقُصُّهٗ عَلَيْكَ کے متعلق حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ کلام اپنے نبی مکرم حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کے ساتھ فرمائی۔ ''قائما'' جن کی جگہ اور مکان دکھائی دیتا ہے۔ وَّحَصِيْدٌ جن کا کوئی اثر اور نشان نہیں دکھائی دیتا۔ اور دوسری آیت میں فرمایا هَلْ تُحِسُّ مِنْهُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا ﴿۹۸﴾ (مریم) (کیا محسوس کرتے ہو ان میں سے کسی کو یا سنتے ہو ان کی کوئی آہٹ)

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے اس طرح بیان کیا ہے مِنْهَا قَآئِمٌ ان میں سے کچھ اپنی جگہوں پر قائم ہیں وَّحَصِيْدٌ اور کچھ زمین سے ملا دی گئی ہیں۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیان کیا ہے کہ مِنْهَا قَآئِمٌ وَّحَصِيْدٌ میں حَصِيْدٌ وہ ہے جو کھنڈر بن جائے اور تباہ ہو جائے۔

وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَمَآ اَغْنَتْ عَنْهُمْ اٰلِهَتُهُمُ الَّتِيْ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ لَّمَّا جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ ۭ وَمَا زَادُوْهُمْ غَيْرَ تَتْبِيْبٍ ﴿۱۰۱﴾

''اور نہیں ظلم کیا ہم نے ان پر بلکہ انہوں نے خود زیادتی کی تھی اپنی جانوں پر پس نہ فائدہ پہنچایا انہیں ان کے (جھوٹے) خداؤں نے جن کی وہ عبادت کیا کرتے تھے اللہ تعالیٰ کے سوا کچھ بھی جب آ گیا حکم آپ کے رب

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 134، دار احیاء التراث العربی بیروت

کا۔ان دیوتاؤں نے فقط ان کی بربادی میں ہی اضافہ کیا''۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت فضل بن مروان رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ وَ مَا ظَلَمْنٰهُمْ کا معنی ہے، ہم ظلم کرنے سے غنی ہیں (یعنی ہمیں اس کی کوئی ضرورت نہیں)۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابوعاصم رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ فَمَاۤ اَغْنَتْ عَنْهُمْ اٰلِهَتُهُمُ کا معنی ہے کہ ان کے جھوٹے خداؤں نے انہیں کوئی نفع نہیں دیا۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ وَ مَا زَادُوْهُمْ غَيْرَ تَتْبِيْبٍ کا معنی ہے کہ ان جھوٹے خداؤں نے انہیں نقصان پہنچانے کے سوا کچھ اضافہ نہیں کیا(1)۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے نقل کیا ہے۔ کہ تَتْبِيْبٍ کا معنی تخسیر (نقصان پہنچانا) ہے(3)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ تَتْبِيْبٍ کا معنی ہلاکت اور بربادی ہے۔

امام ابوالشیخ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن زید رحمہ اللہ نے کہا وَ مَا زَادُوْهُمْ غَيْرَ تَتْبِيْبٍ کا معنی ہے کہ انہوں نے ان کے لیے سوائے شر کے اور کچھ اضافہ نہیں کیا اور یہ آیت پڑھی تَبَّتْ يَدَاۤ اَبِيْ لَهَبٍ وَّ تَبَّ۝ (الہب) اور فرمایا التب کا معنی خسران (خسارہ اور نقصان) ہے'' والتتبیب ''یعنی انہوں نے خسارے کے سوا ان میں اضافہ نہیں کیا۔ پھر یہ آیت پڑھی وَ لَا يَزِيْدُ الْكٰفِرِيْنَ كُفْرُهُمْ اِلَّا خَسَارًا۝ (فاطر) ''اور نہ اضافہ کرے گا کفار کے لیے ان کا کفر بجز گھاٹے (اور خسران) کے''۔

امام طستی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ حضرت نافع بن ازرق رحمہ اللہ نے انہیں کہا: مجھے اس ارشاد کی وضاحت بتایئے۔ وَ مَا زَادُوْهُمْ غَيْرَ تَتْبِيْبٍ تو آپ نے فرمایا: اس کا معنی ہے۔ غیر تخسی۔ یعنی سوائے خسارے اور نقصان کے انہوں نے ان کے لیے کوئی اضافہ نہیں کیا۔ تو اس نے کہا: کیا عرب اس معنی سے آشنا ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں کیا تو نے بشر بن ابی حازم شاعر کو نہیں سنا ہے؟ وہ کہتے ہے:

هُمْ جَدَعُوْا الْاَنُوْفَ فَارْعَبُوْهَا وَهُمْ تَرَكُوْا بَنِيْ سَعْدٍ تَبَابَا

''انہوں نے ناکیں کاٹ دیں اور انہیں خوب خوف زدہ کیا اور انہوں نے بنی سعد کو انتہائی خسارے میں چھوڑا''۔

وَ كَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَاۤ اَخَذَ الْقُرٰى وَ هِيَ ظَالِمَةٌ ؕ اِنَّ اَخْذَهٗۤ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ۝

''اور یونہی گرفت ہوتی ہے آپ کے رب کی جب وہ پکڑتا ہے بستیوں کو درآنحالیکہ وہ ظالم ہوتی ہیں۔ بے شک اس کی پکڑ بڑی دردناک (اور) سخت ہوتی ہے''۔

1۔تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 135، بیروت 2۔ایضاً

امام بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے الاسماء والصفات میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ سبحانہ و تعالیٰ ظالم کو مہلت دیتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ جب اسے پکڑتا ہے تو پھر اسے نہیں چھوڑتا۔ پھر آپ ﷺ نے یہی مذکورہ آیت پڑھی (1)۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابوعمران جونی رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ طویل مہلت تمہیں دھوکے میں مبتلا نہ کرے اور نہ ہی حسین طلب (تمہیں دھوکے میں ڈالے) کیونکہ اللہ تعالیٰ کی پکڑ بڑی دردناک اور سخت ہے۔

امام ابن ابی داؤد رحمہ اللہ نے حضرت سفیان رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیان کیا ہے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی قرأت میں بغیر واؤ کے اس طرح ہے وَ كَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے اس طرح قرأت کی وَ كَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَا اَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن زید نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے اس امت کو اپنے اس قول میں اپنی سطوت اور رعب و دبدبہ سے ڈرایا ہے: وَ كَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَا اَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ ؕ اِنَّ اَخْذَهٗۤ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ۔ (2)

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّمَنْ خَافَ عَذَابَ الْاٰخِرَةِ ؕ ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ ۙ لَّهُ النَّاسُ وَ ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ ۝۱۰۳ وَمَا نُؤَخِّرُهٗۤ اِلَّا لِاَجَلٍ مَّعْدُوْدٍ ۝۱۰۴

"بے شک ان واقعات میں (عبرت کی) نشانی ہے اس کے لیے جو ڈرتا ہے عذاب آخرت سے۔ یہ وہ دن ہے جس دن اکٹھے کیے جائیں گے سب لوگ اور یہ وہ دن ہے جب سب کو حاضر کیا جائے گا اور ہم نے نہیں مؤخر کیا ہے اسے مگر ایک مقررہ مدت تک جو گنی ہوئی ہے"۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن زید رحمہ اللہ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّمَنْ خَافَ عَذَابَ الْاٰخِرَةِ کی تفسیر میں کہتے ہیں بے شک ہم ان کے لیے ان چیزوں کے وعدے پورے کریں گے جو ہم نے آخرت میں کیے ہیں جیسا کہ ہم نے انبیاء علیہم السلام کے لیے یہ وعدہ پورا فرمایا ہے کہ ہم ان کی مدد کریں گے (3)۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابوالشیخ رحمہما اللہ دونوں نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: يَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ سے مراد قیامت کا دن ہے۔

امام ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے بھی اسی طرح نقل کیا ہے (4)۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے ضمن میں کہا ہے وہ قیامت کا دن

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 136، بیروت 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 137 4۔ ایضاً

ہے، اس میں ساری کی ساری مخلوق جمع ہوگی اور زمین وآسمان کے رہنے والے سب کے سب حاضر ہوں گے (1)۔

يَوْمَ يَأْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ إِلَّا بِإِذْنِهِ ۚ فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَسَعِيدٌ ﴿١٠٥﴾

''جب وہ دن آئے گا تو (اس کی ہیبت سے) کوئی شخص نہیں بول سکے گا بجز اس کی اجازت کے، بعض ان میں سے بدنصیب ہوں گے اور بعض خوش نصیب''۔

امام ابوالشیخ نے ابن جریج سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے يَوْمَ يَأْتِ کے قول میں کہا ہے۔ ذالك اليوم یعنی اس دن۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت شعبی رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیان کیا ہے کہ قیامت کے دن لوگوں کا کلام سریانی زبان میں ہوگا۔

امام ابن الانباری رحمہ اللہ نے المصاحف میں حضرت عمر بن ذر رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے اس طرح قرات کی يَوْمَ يا تون لا تكلم منهم دابة إِلَّا بِإِذْنِهِ۔

امام ترمذی اور آپ نے اس روایت کو حسن قرار دیا ہے ابویعلی، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَسَعِيدٌ تو میں نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ کیا ہم جو عمل کرتے ہیں وہ ان چیزوں میں سے ہے جن کے بارے فیصلہ کیا جاچکا ہے یا ان میں سے جن کے بارے فیصلہ نہیں ہوا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا بلکہ ان میں سے جن کے بارے فیصلہ ہو چکا ہے اور ان کے لیے قلمیں چل چکی ہیں۔ اے عمر! لیکن ہر ایک کو اسی عمل کی توفیق دی جاتی ہے جس کے لیے اسے پیدا کیا جاتا ہے (2)۔

فَأَمَّا الَّذِينَ شَقُوا فَفِي النَّارِ لَهُمْ فِيهَا زَفِيرٌ وَشَهِيقٌ ﴿١٠٦﴾ خَالِدِينَ فِيهَا مَا دَامَتِ السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ إِلَّا مَا شَاءَ رَبُّكَ ۚ إِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيدُ ﴿١٠٧﴾ وَأَمَّا الَّذِينَ سُعِدُوا فَفِي الْجَنَّةِ خَالِدِينَ فِيهَا مَا دَامَتِ السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ إِلَّا مَا شَاءَ رَبُّكَ ۖ عَطَاءً غَيْرَ مَجْذُوذٍ ﴿١٠٨﴾

''سو وہ جو بدنصیب ہیں وہ آگ میں ہوں گے، ان کے (مقدر میں) وہاں چیخنا اور چلانا ہوگا وہ دوزخ میں رہیں گے جب تک آسمان اور زمین قائم ہیں مگر جتنا چاہے آپ کا پروردگار۔ بے شک آپ کو مرتبہ کمال تک پہنچانے والا کرتا ہے جو چاہتا ہے اور وہ جو خوش نصیب ہیں تو وہ (نعیم) جنت میں ہوں گے ہمیشہ رہیں گے اس میں جب تک آسمان اور زمین قائم ہیں مگر جتنا چاہے آپ کا رب۔ یہ وہ عطا ہے جو ختم نہیں ہوگی''۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ دو مخفی آیات میں سے ہیں: ایک اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد گرامی فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَسَعِيدٌ اور دوسری یہ آیت يَوْمَ يَجْمَعُ اللَّهُ الرُّسُلَ فَيَقُولُ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 138، بیروت
2۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 140

مَاذَآ اُجِبْتُمْ ۭ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا (المائدہ:109) ''جس دن جمع کرے اللہ تعالیٰ تمام رسولوں کو پھر پوچھے گا (ان سے) کیا جواب ملا تمہیں؟ عرض کریں گے کوئی علم نہیں ہمیں''۔

رہا یہ قول فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَّسَعِيْدٌ تو ان سے مراد اس قبلہ والوں میں سے گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرنے والے لوگ ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں کے بدلے انہیں جتنا چاہے گا آتش جہنم کا عذاب دے گا پھر ان کے لیے شفاعت کی اجازت فرمائے گا، اور مومنین ان کے لیے شفاعت کریں گے اور اللہ تعالیٰ انہیں جہنم سے نکال لے گا اور انہیں جنت میں داخل فرمادے گا۔ پس جس وقت انہیں جہنم میں عذاب دیا ان کا نام اشقیاء (بدبخت) رکھا۔

اور فَاَمَّا الَّذِيْنَ شَقُوْا فَفِي النَّارِ لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّشَهِيْقٌ ۝ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَاۗءَ رَبُّكَ جب اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے اذن شفاعت دیا، انہیں جہنم سے نکالا اور انہیں جنت میں داخل کیا حالانکہ وہ وہ تھے اور وَاَمَّا الَّذِيْنَ سُعِدُوْا یعنی جو خوش نصیب ہیں اس بدبختی کے بعد جس میں وہ پڑے ہوئے تھے۔ فَفِي الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَاۗءَ رَبُّكَ یعنی وہ لوگ جو جہنم میں تھے (اب وہ ہمیشہ نعیم جنت میں رہیں گے)۔

امام ابن جریر، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے یہ آیت تلاوت کی: فَاَمَّا الَّذِيْنَ شَقُوْا اور کہا: حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ہمیں حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قوم آتش جہنم سے نکلے گی اور ہم اس طرح نہیں کہیں گے جیسا کہ اہل حروراء نے کہا(1)۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی فَاَمَّا الَّذِيْنَ شَقُوْا۔ الیٰ قولہ۔ اِلَّا مَا شَاۗءَ رَبُّكَ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر اللہ تعالیٰ نے چاہتا کہ وہ ایسے لوگوں کو جہنم سے نکالے جو بدبخت ہیں اور انہیں جنت میں داخل کردے تو وہ ایسا کرسکتا ہے۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ دونوں نے حضرت خالد بن معدان رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے اِلَّا مَا شَاۗءَ رَبُّكَ کے ضمن میں کہا۔ کہ یہ آیت اہل قبلہ کی توحید کے بارے ہے(2)۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیان کیا ہے کہ الا ما اہل قبلہ کی استثناء ہے۔

امام عبدالرزاق، ابن ضریس، ابن جریر، ابن منذر، طبرانی اور بیہقی رحمہما اللہ نے الاسماء والصفات میں حضرت ابونضرہ رحمہ اللہ سے اور انہوں نے جابر بن عبداللہ انصاری یا ابوسعید خدری یا رسول اللہ ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم میں سے کسی آدمی سے اِلَّا مَا شَاۗءَ رَبُّكَ ۭ اِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ کے تحت یہ قول نقل کیا ہے کہ یہ آیت سارے قرآن پر فیصلہ کن انداز میں صادق آتی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ جہاں بھی قرآن کریم میں خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ہے یہ اس پر صادق آتی ہے(3)۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت ابونضرہ رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اس آیت پر سارا قرآن ختم ہوجاتا ہے اِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 140، بیروت 2۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 141 3۔ ایضاً

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیان کیا ہے کہ وَ اَمَّا الَّذِیْنَ سُعِدُوْا آیہ کے تحت انہوں نے کہا: یہ ان لوگوں کے بارے میں ہے جنہیں جہنم سے نکالا جائے گا اور انہیں جنت میں داخل کیا جائے گا۔ وہ فرماتے ہیں وہ ہمیشہ جنت میں رہیں گے۔ مَادَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَاشَآءَ رَبُّكَ فرماتے ہیں مگر جب تک (تیرے رب نے چاہا) انہیں جہنم میں ٹھہرایا گیا۔ یہاں تک کہ بالآخر انہیں جنت میں داخل کر دیا جائے گا(1)۔

امام ابوالشیخ نے حضرت سنان سے یہ قول بیان کیا ہے اہل توحید کے بارے میں استثنیٰ کی پھر فرمایا عَطَآءً غَیْرَ مَجْذُوْذٍ۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ مَادَامَتِ السَّمٰوٰتُ کے ضمن میں آپ نے فرمایا: ہر جنت کے لیے آسمان بھی ہے اور زمین بھی۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ تعالیٰ سے بھی نقل کیا ہے کہ جب تک جنت کا آسمان اور اس کی زمین قائم ہے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اس کے ضمن میں فرمایا: کہ اس آسمان کے علاوہ اور آسمان اور اس زمین کے سوا اور زمین بدل جائے گی (اور اس آیت میں مراد یہ ہے) کہ جب تک وہ آسمان اور وہ زمین قائم رہے گی۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ ساتوں آسمانوں اور زمینوں کو پکڑ لے گا اور انہیں ہر قسم کے قذر اور میل کچیل سے پاک فرمائے گا۔ پھر انہیں سفید نورانی زمین بنا دے گا جس کا نور چمکتا رہے گا اور انہیں جنت کی زمین بنا دے گا آج کے آسمان اور زمین جنت میں اس طرح ہوں گے جیسے دنیا میں جنت ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جنت کا عرض بنائے گا اور ان پر جنت رکھ دے گا اور جنت آج زعفرانی زمین پر عرش کی دائیں جانب ہے اور اہل شرک ہمیشہ جہنم میں رہیں گے جب تک جنت کے لیے زمین قائم ہے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے البعث والنشور میں بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اِلَّا مَاشَآءَ رَبُّكَ کے تحت فرمایا: تحقیق تیرے رب نے چاہا کہ وہ جہنم میں ہمیشہ رہیں گے اور وہ جنت میں ہمیشہ رہیں گے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے فَاَمَّا الَّذِیْنَ شَقُوْا۔ الآیہ کی تفسیر میں حضرت سدی رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے پس اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی مشیت کا حکم آیا اور اسے منسوخ کر دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مدینہ طیبہ میں یہ آیت نازل فرمائی اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ ظَلَمُوْا لَمْ یَكُنِ اللّٰهُ لِیَغْفِرَ لَهُمْ وَ لَا لِیَهْدِیَهُمْ طَرِیْقًا ﴿۱۶۸﴾ (النساء) الی آخر الآیہ "بے شک جنہوں نے کفر کیا اور ظلم کیا۔ نہیں اللہ تعالیٰ کہ بخش دے انہیں اور نہ یہ کہ دکھائے انہیں (سیدھی) راہ"۔

پس اس سے اہل جہنم کی یہ آرزو ختم ہوگئی کہ انہیں جہنم سے نکالا جائے گا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ہمیشگی اور خلود فی الجہنم کو واجب کر دیا اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد وَ اَمَّا الَّذِیْنَ سُعِدُوْا۔ الآیہ کے بارے کہا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی مشیت کا ذکر ہوا

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 143، بیروت

جس نے اسے منسوخ کر دیا اور مدینہ طیبہ میں یہ آیت نازل فرمائی وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ (النساء :122) الی قولہ ''ظلا ظلیلا'' اور ان کے لیے ہمیشہ جنت میں رہنا ثابت کر دیا۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ کے تحت کہا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے آگ کے حکم کی استثناء کی ہے کہ وہ انہیں کھائے (1)۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اگر اہل جہنم آتش جہنم میں اتنا عرصہ بھی ٹھہرے رہے جتنے عالج کی ریت کے ذرات ہیں تو یقیناً ان پر وہاں ایک دن آئے گا جس میں انہیں نکال دیا جائے گا۔

امام اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ جہنم پر ایک دن آئے گا کہ اس میں کوئی بھی باقی نہیں رہے گا۔ پھر یہ آیت پڑھی: فَاَمَّا الَّذِيْنَ شَقُوْا..... الآیہ۔

امام ابن منذر اور ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابراہیم سے یہ قول بیان کیا ہے کہ قرآن کریم میں اس آیت سے بڑھ کر کوئی آیت بھی اہل جہنم کے لیے امید افزا نہیں ہے خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ فرمایا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ زمین و آسمان پر یقیناً ایسا زمانہ آئے گا کہ ان کے دروازے چرچرا کر پھٹ جائیں گے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت شعبی رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جہنم دارین میں سے جلدی آباد ہونے والا ہے اور جلدی ہی خراب ہونے والا ہے (2)۔

امام عبدالرزاق، ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ کے تحت بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی مشیت کے بارے بہتر جانتا ہے جس پر وہ واقع ہوگی۔

امام ابن جریر نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے خبر دی جو اس نے اہل جنت کے لیے چاہا اور فرمایا عَطَآءً غَيْرَ مَجْذُوْذٍ اور اس نے اس کے بارے خبر نہیں دی جو وہ اہل جہنم کے لیے چاہے گا (3)۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے حضرت ابو وائل رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ جب ان سے قرآن کریم میں سے کسی شے کے متعلق سوال کیا جاتا؟ تو فرماتے تحقیق اللہ تعالیٰ نے وہ کچھ کر دیا جس کا اس نے ارادہ فرمایا۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ، ابن مردویہ اور بیہقی نے البعث والنشور میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّشَهِيْقٌ کی تفسیر میں کہا ہے کہ زفیر سے مراد وہ سخت آواز ہے جو حلق میں ہوتی ہے اور شَهِيْقٌ سے مراد وہ ضعیف آواز ہے جو سینے میں ہوتی ہے اور غَيْرَ مَجْذُوْذٍ کا معنی ہے غیر مقطوع۔ ایک روایت کے الفاظ ہیں غیر منقطع۔ دونوں کا مفہوم ہے۔ نہ کٹنے والا، نہ ختم ہونے والا (یعنی ایسی عطا ہے جو نہ کٹے گی نہ ختم ہوگی) (4)

امام ابن الانباری رحمہ اللہ نے الوقف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ نافع بن ازرق نے ان

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 142، بیروت 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً 4۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 139,45

سے کہا: کہ مجھے قول باری تعالیٰ لَهُمْ فِيهَا زَفِيرٌ وَشَهِيقٌ کے بارے بتایئے۔ زَفِيرٌ کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: زَفِيرٌ سے مراد ایسی آواز ہے جو گدھے کی آواز کی طرح ہو۔ اس کے بارے اوس بن حجر نے کہا ہے:

وَلَا عُذْرَ اِنْ لَاقَيْتَ اَسْمَاءَ بَعْدَهَا فَيَغْشٰى عَلَيْنَا اِنْ فَعَلْتَ وَتُعْذِرُ

فَيُخْبِرُهَا اَنْ رُبَّ يَوْمٍ وَقَفْتَهٗ عَلٰى هَضْبَاتِ السَّفْحِ تَبْكِيْ وَتُزَفِّرُ

''کوئی مانع نہیں اگر تو اس کے بعد اپنے معبودوں سے جا کر ملے۔ اگر تو ایسا کرے اور معذرت پیش کرے تو وہ ہم پر غالب آجائے گی''۔

''اور وہ اسے خبر دے گی کہ کئی دن تک تو خون بہانے کے ٹیلوں پر ہچکیاں باندھ کر روتے ہوئے ٹھہرا رہا''۔

فَلَا تَكُ فِيْ مِرْيَةٍ مِّمَّا يَعْبُدُ هٰٓؤُلَآءِ ؕ مَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا كَمَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُهُمْ مِّنْ قَبْلُ ؕ وَاِنَّا لَمُوَفُّوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ غَيْرَ مَنْقُوْصٍ ﴿۱۰۹﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَاخْتُلِفَ فِيْهِ ؕ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ؕ وَاِنَّهُمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ﴿۱۱۰﴾ وَاِنَّ كُلًّا لَّمَّا لَيُوَفِّيَنَّهُمْ رَبُّكَ اَعْمَالَهُمْ ؕ اِنَّهٗ بِمَا يَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۱۱۱﴾

''تو (اے سننے والے!) نہ ہو جا تو شک میں ان کے متعلق جن کی یہ پوجا کرتے ہیں۔ وہ نہیں پوجتے مگر ایسے ہی جیسے پوجتے تھے ان کے باپ دادا اس سے پہلے۔ اور ہم یقیناً پورا پورا دینے والے ہیں انہیں ان کا حصہ جس میں ذرا کمی نہیں ہوگی اور بے شک ہم نے عطا فرمائی موسیٰ کو کتاب پھر اختلاف کیا جانے لگا اس میں اور اگر ایک بات پہلے طے نہ کر دی گئی ہوتی آپ کے پروردگار کی جانب سے تو فیصلہ کر دیا گیا ہوتا ان کے درمیان۔ اور بے شک وہ ایسے شبہ میں ہیں اس کے متعلق جو بے چین کر دینے والا ہے اور یقیناً ان سب (اختلاف کرنے والوں) کو پورا پورا بدلہ دے گا انہیں آپ کا رب ان کے کرتوتوں کا۔ بے شک اللہ تعالیٰ جو کام وہ کرتے ہیں ان سے خوب آگاہ ہے''۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے، فرمایا: رسول اللہ ﷺ ہم میں تشریف فرما تھے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال کرو۔ کیونکہ یقین کے بعد معافاۃ سے افضل کوئی شے کسی کو نہیں دی گئی اور تم شک سے بچو۔ کیونکہ کفر کے بعد شک سے زیادہ شر پھیلانے والی کوئی شے کسی کو نہیں دی گئی۔

امام عبدالرزاق، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ وَاِنَّا لَمُوَفُّوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ غَيْرَ مَنْقُوْصٍ کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یعنی جو ان کے لیے خیر و شر میں سے

مقدر کیا گیا ہے (ہم یقیناً انہیں ان کا حصہ پورا پورا دینے والے ہیں اس میں ذرا کمی نہیں ہوگی)(1)

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے وَ اِنَّا لَمُوَفُّوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ ہم یقیناً عذاب میں ان کا حصہ انہیں پورا پورا دینے والے ہیں۔

ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ نے ابو العالیہ سے یہ بیان کیا ہے کہ ہم رزق میں سے ان کا حصہ انہیں پورا پورا دینے والے ہیں۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہر بندے کو پورا پورا رزق عطا فرماتا ہے جو اس نے اس کے لیے لکھ دیا ہے۔ پس طلب میں حسن و جمال پیدا کرو جو چیزیں اس نے حرام کر دی ہیں انہیں چھوڑ دو اور جو حلال قرار دی ہیں انہیں لے لو۔

فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ وَلَا تَطْغَوْا ؕ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۱۱۲﴾ وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ ۙ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿۱۱۳﴾

''پس آپ ثابت قدم رہیے جیسے حکم دیا گیا ہے آپ کو اور وہ بھی (ثابت قدم رہیں) جو تائب ہو کر آپ کے ہمراہ ہیں اور سرکشی نہ کرو۔ بے شک جو کچھ تم کرتے ہو وہ اسے خوب دیکھ رہا ہے۔ اور مت جھکو ان کی طرف جنہوں نے ظلم کیا ورنہ چھوئے گی تمہیں بھی آگ اور (اس وقت) نہیں ہوگا تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی مددگار پھر تمہاری مدد بھی نہ کی جائے گی''۔

ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ نے بیان کیا ہے کہ فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ.....الآیہ۔ کی تفسیر میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی مکرم ﷺ کو حکم دیا کہ وہ اس کے حکم پر ثابت قدم رہیں اور اس کی نعمت کے بارے میں سرکشی نہ کریں۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت سفیان رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ معنی بیان کیا ہے کہ آپ قرآن پر ثابت قدم رہیے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ تو فرمایا (کام کے لیے) تیار ہو جاؤ تیار ہو جاؤ تو کوئی بھی ہنستا ہوا نہ دکھائی دیا۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے وَمَنْ تَابَ مَعَكَ سے مراد ہے جو ایمان لائے۔

ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ نے علاء بن عبد اللہ بن بدر رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیان کیا ہے کہ وَلَا تَطْغَوْا ؕ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے اصحاب کا ارادہ نہیں فرمایا بلکہ وہ لوگ مراد لیے ہیں جو ان کے بعد آئیں گے۔

امام ابو الشیخ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ آپ فرماتے ہیں: لَا تَطْغَوْا کا معنی ہے تم ظلم نہ کرو۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ طغیان سے مراد اس کے حکم کے خلاف

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 146، بیروت

کرنا اور اس کی نافرمانی کا ارتکاب کرنا ہے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا کے ضمن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس میں شرک کی طرف جھکنا مراد ہے۔ (یعنی تم ان کی طرف نہ جھکو جنہوں نے شرک کیا)(1)

امام ابن جریر اور ابن منذر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ وَلَا تَرْكَنُوْا کا معنی ہے تم نہ جھکو(2)۔

امام ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے آپ سے ہی یہ معنی بیان کیا ہے کہ تم نہ جاؤ۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے یہ معنی بیان کیا ہے کہ تم ان کی طرف نہ جھکو جنہوں نے ظلم کیا۔ یعنی یہ کہ تم ان کی اطاعت کرنے لگو یا ان سے محبت کرنے لگو یا انہیں ادب سکھانے لگو۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابوالعالیہ رحمہ اللہ سے یہ معنی بیان کیے ہیں کہ تم ان کی طرف نہ جھکو جنہوں نے ظلم کیا۔ یعنی تم ان کے اعمال پر راضی اور خوش نہ ہو۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ دو خصلتیں ہیں جب کسی بندے میں ان دونوں کی اصلاح ہو جائے تو اس کے حکم میں سے جو ان کے علاوہ ہیں وہ بذات خود درست ہو جاتی ہیں اور وہ ہیں نعمت اور خوش حالی میں سرکشی کرنا اور ظلم کی طرف جھکنا۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ۔

وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ ؕ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ؕ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ ۝۱۱۴ وَاصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝۱۱۵

”اور قائم کیجئے نماز دن کے دونوں سروں پر اور کچھ رات کے حصوں میں۔ بے شک نیکیاں مٹا دیتی ہیں برائیوں کو۔ یہ نصیحت ہے نصیحت قبول کرنے والوں کے لیے اور آپ صبر کیجئے بلاشبہ اللہ تعالیٰ ضائع نہیں کرتا نیکوں کے اجر کو“۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ میں مغرب اور صبح کی نمازیں مراد ہیں اور وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ سے مراد عشا کی نماز ہے(3)۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ میں فجر اور عصر کی نمازیں مراد ہیں۔ اور وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ کے بارے فرمایا کہ مغرب اور عشا کی دونوں نمازیں رات کے حصہ میں ہیں۔ فرمایا: کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”هُمَا زُلْفَتَا اللَّيْلِ“ (یہ دونوں رات کے دو حصوں میں ہیں)(4)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 151، بیروت
2۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 152
3۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 55-153
4۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 156

امام عبدالرزاق، ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَیِ النَّهَارِ کی تفسیر میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس سے مراد فجر کی نماز اور عشاء کی دو نمازیں ہیں یعنی ظہر اور عصر کی نمازیں اور وَ زُلَفًا مِّنَ الَّیْلِ میں مغرب اور عشاء کی نمازوں کا ذکر ہے(1)۔

امام ابن منذر اور ابوالشیخ دونوں نے بیان کیا ہے کہ وَ زُلَفًا مِّنَ الَّیْلِ کی تفسیر میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس سے مراد ساعة بعد ساعة یعنی ایک ساعت کے بعد دوسری ساعت میں۔ تو اس سے مراد آخری عشاء کی نماز ہے۔

امام سعید بن منصور، ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے سنن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ آپ فرماتے عشاء میں تاخیر کرنا مستحب ہے۔ پھر آپ یہ آیت پڑھتے وَ زُلَفًا مِّنَ الَّیْلِ۔(2)

امام ابن جریر، محمد بن نصر اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ میں حسنات سے مراد پانچ وقت کی نمازیں ہیں(3)۔

امام عبدالرزاق، فریابی، ابن ابی شیبہ، محمد بن نصر، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ الْحَسَنٰتِ سے مراد پانچ وقت کی نمازیں ہیں اور ''وَ الْبٰقِیٰتُ الصّٰلِحٰتُ'' (الکہف:46) سے مراد بھی پانچ نمازیں ہیں(4)۔

امام ابن حبان رحمہ اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ بیان کیا ہے کہ ایک آدمی نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ میں باغ میں عورت سے ملا پس میں نے اسے اپنے سے ملایا، اسے بوسہ دیا، میں نے اس سے مباشرت کی اور میں نے اس کے ساتھ کچھ کیا مگر اس سے جماع نہیں کیا؟ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ خاموش رہے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَیِ النَّهَارِ وَ زُلَفًا مِّنَ الَّیْلِ ؕ اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ ؕ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِیْنَ پس رسول اللہ ﷺ نے اسے بلایا اور اسے یہ آیت پڑھ کر سنائی۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ کیا یہ اس کے لیے خاص ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے جواباً فرمایا نہیں بلکہ تمام لوگوں کے لیے ہے(5)۔

امام احمد، بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن حبان رحمہم اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ ایک آدمی نے عورت کو بوسہ دیا پھر حضور نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور واقعہ آپ کے گوش گزار کیا۔ گویا کہ وہ اس کا کفارہ پوچھ رہا ہے؟ تو اس وقت آپ ﷺ پر یہ آیت نازل کی گئی تو اس نے عرض کی یارسول اللہ! ﷺ کیا یہ میرے لیے ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ میری امت کے ہر اس فرد کے لیے ہے جس نے ایسا عمل کیا(6)۔

1۔ تفسیر عبدالرزاق، جلد2، صفحہ201، دارالکتب العلمیہ بیروت
2۔ سنن سعید بن منصور، جلد5، صفحہ366، دارالصمیعی الریاض
3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد12، صفحہ158، بیروت
4۔ تفسیر عبدالرزاق، جلد2، صفحہ201
5۔ الاحسان فی تقریب صحیح، ابن حبان، باب فضل الصلوات الخمس جلد5، صفحہ20، بیروت
6۔ سنن ترمذی، ابواب التفسیر، جلد5، صفحہ272، دارالحدیث قاہرہ

امام عبدالرزاق، احمد، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ہناد، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابن حبان، طبرانی، ابوالشیخ، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ ایک آدمی حضور نبی مکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی: یارسول اللہ ﷺ میں نے باغ میں عورت کو پایا تو میں نے اس کے ساتھ سب کچھ کیا مگر یہ کہ میں نے اس کے ساتھ جماع نہیں کیا۔ میں نے اسے بوسہ دیا اور اسے اپنے (جسم سے) ملایا اور اس کے سوا میں نے کچھ نہیں کیا۔ پس آپ جو چاہیں میرے ساتھ کریں۔ تو یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے اسے کچھ نہیں کہا۔ وہ آدمی چلا گیا۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: یقیناً اللہ تعالیٰ اس پر پردہ ڈالتا اگر یہ اپنے آپ پر پردہ ڈالتا، تو رسول اللہ ﷺ نے آنکھ اٹھا کر اس آدمی کا پیچھا کیا اور فرمایا: اسے میری طرف لوٹا لاؤ۔ چنانچہ وہ اسے واپس لے آئے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اسے یہ آیت پڑھ کر سنائی۔ تو حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ کیا یہ صرف اس کے لیے ہے یا تمام لوگوں کے لیے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نہیں بلکہ تمام لوگوں کے لیے ہے(1)۔

امام ترمذی اور آپ نے اس روایت کو حسن قرار دیا ہے بزار، ابن جریر اور ابن مردویہ نے ابوالیسر سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ایک عورت کھجوریں خریدنے کے لیے میرے پاس آئی۔ تو میں نے اسے کہا: بے شک گھر میں اس سے اچھی کھجوریں موجود ہیں۔ پس وہ میرے ساتھ گھر میں داخل ہوئی۔ تو میں نے اسے گرالیا اور اس کا بوسہ لیا۔ پھر میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور آپ کے سامنے اس کا تذکرہ کیا۔ تو آپ نے فرمایا: اس پر پردہ ڈال اور توبہ کر۔ پھر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور آپ کو اس کے بارے بتایا تو آپ نے بھی کہا: اپنے اس فعل پر پردہ ڈال، توبہ کر اور اس کے بارے کسی کو نہ بتا۔ لیکن میں نے صبر نہ کیا: اور رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہو گیا اور آپ ﷺ کے سامنے اس کا ذکر کیا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کیا تجھے ایسے عمل کے لیے اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنے والے کا نائب اور اس کا قائم مقام بنایا گیا ہے؟ یہاں تک کہ اس نے یہ آرزو کی کہ وہ اسلام نہ لایا ہوتا مگر اسی ساعت۔ یہاں تک کہ اس نے یہ گمان کیا کہ وہ اہل جہنم میں سے ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے طویل وقت تک سر جھکائے رکھا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر مذکورہ آیت نازل فرمائی۔ ابوالیسر نے کہا: پھر میں آپ کے پاس حاضر ہوا۔ تو آپ ﷺ نے یہ آیت مجھے پڑھ کر سنائی۔ تو صحابہ کرام نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ کیا یہ اس کے ساتھ خاص ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں۔ بلکہ تمام لوگوں کے لیے ہے(2)۔

امام احمد، مسلم، ابوداؤد، نسائی، ابن خزیمہ، ابن جریر، طبرانی اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ ایک آدمی حضور نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور کہا: یارسول اللہ ﷺ مجھ پر ایک بار یا دو بار اللہ تعالیٰ کی جانب سے حد قائم کیجیے۔ تو آپ ﷺ نے اس سے اعراض فرمالیا پھر نماز کھڑی ہو گئی۔ جب آپ فارغ ہوئے تو فرمایا: وہ آدمی کہاں ہے؟ اس نے کہا: میں یہ ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیا تو نے مکمل وضو کیا ہے اور ابھی ہمارے ساتھ نماز پڑھی ہے؟ اس نے عرض کی ہاں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: بے شک تو اپنے گناہ سے اس طرح پاک ہو گیا ہے جیسا کہ تیری ماں نے تجھے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 160، دار احیاء التراث العربی بیروت 2۔ سنن ترمذی، ابواب التفسیر، جلد 5، صفحہ 73-272، قاہرہ

جنم دیا تھا (تو تو گناہوں سے صاف تھا) پس دوبارہ گناہ نہ کرنا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اسی وقت رسول اللہ ﷺ پر یہ آیت نازل فرمائی وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ.....الآیہ(1)۔

امام احمد، ترمذی، نسائی، ابن جریر، ابوالشیخ، دارقطنی، حاکم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ ایک آدمی حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں کھڑا ہوا اور اس نے عرض کی: آپ کیا رائے رکھتے ہیں اس آدمی کے بارے میں جو ایک ایسی عورت سے ملا جسے وہ پہچانتا نہیں اور وہ آدمی جو کچھ اپنی بیوی سے کرتا ہے وہی کچھ اس نے اس عورت کے ساتھ کیا مگر یہ کہ اس نے اس کے ساتھ جماع نہیں کیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرمائی وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ.....الآیہ۔ تو حضور نبی مکرم ﷺ نے اسے فرمایا: خوب اچھے طریقے سے وضو کر، پھر کھڑا ہو اور نماز پڑھ۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تو میں نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ کیا یہ اس کے لیے خاص ہے یا تمام مومنین کے لیے عام ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا تمام مومنین کے لیے عام ہے(2)۔

امام احمد، ابن جریر، طبرانی اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: ایک آدمی حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی: ایک عورت آئی وہ مجھ سے خرید و فروخت کرنا چاہتی تھی۔ پس میں اسے (گھر کے) اندر لے گیا اور جماع کے سوا میں نے اس کے ساتھ دوسرے افعال کیے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: شاید وہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں گھر سے نکلی ہوئی تھی؟ اس نے جواب دیا: میں ایسا ہی گمان کرتا ہوں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اندر آجا پس وہ داخل ہو گیا۔ تو قرآن کریم کی مذکورہ آیت نازل ہوئی۔ تو اس آدمی نے کہا: کیا یہ صرف میرے لیے ہے یا عام مومنین کے لیے؟ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے سینے پر ہاتھ مارا اور فرمایا: نہیں، نعمت معین اور مخصوص فرد کے لیے نہیں بلکہ مومنین کے لیے عام ہے۔ یہ دیکھ کر رسول اللہ ﷺ ہنسے اور فرمایا: عمر نے سچ کہا ہے، یہ مومنین کے لیے عام ہے(3)۔

امام طبرانی نے الاوسط میں اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ایک آدمی حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں آیا اور عرض کی: میں نے ایک عورت کو اس کے نفس کے بغیر پایا (یعنی میں نے جماع کے سوا اس کے ساتھ اور افعال کیے) تو اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی)

امام بزار، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ ایک آدمی ایک عورت سے محبت کرتا تھا۔ تو اس نے کسی کام کے لیے حضور نبی کریم ﷺ سے اجازت طلب کی۔ تو آپ ﷺ نے اسے اجازت عطا فرما دی اور وہ بارش والے دن میں ہی چلا گیا۔ تو اچانک اس کی نظر ایک عورت پر پڑی جو پانی کے تالاب پر غسل کر رہی تھی۔ پس جب وہ عورت پر مرد کے بیٹھنے کی جگہ بیٹھا اور اس کا ذکر حرکت کرنے لگا گویا کہ وہ کپڑے کا پھندنا (جھالر) ہے۔ تو اس پر اسے خود ندامت اور شرمندگی ہوئی۔ پھر وہ حضور نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور یہ واقعہ ذکر کیا۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 162، بیروت 2۔ ایضاً 3۔ مسند امام احمد، جلد 1، صفحہ 245، دار صادر بیروت

تو حضور نبی کریم ﷺ نے اسے فرمایا: چار رکعت نماز پڑھ۔ پس اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ انصار کی ایک عورت ایک آدمی کے پاس آئی اور وہ مدینہ طیبہ میں کھجوریں بیچتا تھا۔ وہ عورت انتہائی حسین وجمیل تھی۔ جب اس کی نظر اس پر پڑی تو اس نے اسے انتہائی تعجب اور حیرت میں ڈال دیا۔ اس نے کہا میں مناسب خیال نہیں کرتا جو کھجوریں یہاں میرے پاس ہیں وہ تیرے لیے کوئی زیادہ پسندیدہ ہوں۔ البتہ گھر میں تیری ضرورت کے مطابق ہیں۔ سو وہ اس کے ساتھ چل پڑی۔ یہاں تک کہ جب وہ گھر میں داخل ہو چکی تو اس نے اسے اپنے نفس پر قدرت دینے کو کہا: تو اس نے انکار کر دیا اور اسے قسمیں دینے لگی پس اس نے اس کی شرم گاہ سے استمتاع کے بغیر دیگر حرکات اس کے ساتھ کیں۔ وہ آدمی چلا گیا لیکن اپنے کیے پر خوب نادم ہوا۔ پھر حضور نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہو کر آپ کو اس سے آگاہ کیا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا اس پر تجھے کس نے برانگیختہ کیا ہے؟ اس نے جواب دیا: شیطان نے۔ تو آپ ﷺ نے اسے فرمایا: ہمارے ساتھ نماز پڑھو۔ اور مذکورہ آیت نازل ہوئی۔ راوی کہتے ہیں کہ وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَیِ النَّهَارِ میں صبح، ظہر اور عصر کی نمازیں مراد ہیں وَ زُلَفًا مِّنَ الَّیْلِ میں مغرب اور عشاء کی نمازیں مراد ہیں۔ اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ تو لوگوں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ کیا یہ اس کے لیے خاص ہے یا لوگوں کے لیے عام ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا بلکہ تمام لوگوں کے لیے عام ہے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت عطاء بن ابی رباح سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ایک عورت ایسے انسان کے پاس آئی جو آٹا بیچتا تھا تا کہ وہ اس سے آٹا خریدے۔ تو وہ اسے کمرے میں لے گیا۔ جب خلوت میں پہنچا تو اسے بوسہ دیا اور اپنے ہاتھ میں ہی فارغ ہو گیا۔ پھر حضرت ابی رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور ان کے سامنے یہ واقعہ ذکر کیا۔ تو انہوں نے فرمایا: تو غور کر کہیں وہ جہاد کرنے والے آدمی کی بیوی نہ ہو۔ پس اس دوران کہ وہ ابھی اسی حالت میں تھے اس کے بارے مذکورہ آیت نازل ہوئی۔ تو حضرت عطاء سے پوچھا گیا کیا: یہ فرض نماز ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا: ہاں(1)۔

امام ابن جریر نے حضرت ابراہیم نخعی سے یہ قول بیان کیا ہے کہ فلاں بن مقیب انصار کا آدمی آیا اور اس نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ میں ایک عورت پر داخل ہوا اور میں نے اس سے وہ سب کچھ پایا جو ایک آدمی اپنی بیوی سے پاتا ہے۔ مگر یہ کہ میں نے اس کے ساتھ جماع نہیں کیا۔ تو رسول اللہ ﷺ کو ابھی تک علم نہیں تھا کہ آپ اسے کیا جواب دیں۔ یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی: وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَیِ النَّهَارِ پھر رسول اللہ ﷺ نے اسے بلایا اور اسے یہ آیت پڑھ کر سنائی(2)۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت سلیمان تیمی رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ایک آدمی نے عورت کے پچھلے حصہ پر ضرب لگائی (یعنی ہاتھ مارا) پھر حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کے پاس حاضر ہوا اور اس کے کفارہ کے بارے دونوں سے پوچھا۔ تو ان دونوں میں سے ہر ایک نے کہا: میں نہیں جانتا۔ پھر وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور آپ سے سوال کیا تو آپ نے بھی فرمایا: میں نہیں جانتا۔ حتی کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی(3)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 164، بیروت 2۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 161 3۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 163

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت یزید بن رومان سے بیان کیا ہے کہ بنی تمیم کے ایک آدمی کے پاس ایک عورت آئی۔ تو اس نے اسے بوسہ دیا اور اس کی دبر پر ہاتھ رکھا۔ پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا پھر حضور نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوا۔ تو یہ آیت نازل ہوئی وَ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ۔ الیٰ قولہ۔ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ پس وہ آدمی جس نے اس عورت کا بوسہ لیا تھا وہ ہمیشہ نصیحت حاصل کرتا رہا۔ اسی لیے یہ ارشاد ہے ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ۔ (1)

امام عبدالرزاق اور ابن جریر رحمہما اللہ نے حضرت یحییٰ بن جعدہ رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ ایک آدمی یہ ارادہ لے کر آیا کہ وہ حضور نبی کریم ﷺ کو بارش کی بشارت دے۔ تو اس نے ایک تالاب پر عورت کو بیٹھے ہوئے پایا۔ پس اس نے اس کے سینے کو پیچھے دھکیل دیا اور اس کی ٹانگوں کے درمیان بیٹھ گیا۔ تو اس کا عضو تناسل کپڑے کے پھندے کی طرح ہو گیا (یعنی وہ وطی پر قادر نہ ہو سکا)۔ اور وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ پھر حضور نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور جو کچھ کیا تھا آپ کو آگاہ کیا۔ تو آپ ﷺ نے اسے فرمایا: اپنے رب سے استغفار کر اور چار رکعتیں نماز پڑھ۔ اور آپ نے اس پر مذکورہ آیت تلاوت فرمائی (2)۔

امام طیالسی، احمد، دارمی، ابن جریر، طبرانی، بغوی نے معجم میں اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت سلیمان رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے درخت کی ایک خشک ٹہنی پکڑی اور اسے ہلایا۔ یہاں تک کہ اس کے پتے گرنے لگے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: بے شک مسلمان جب وضو کرے اور خوب اچھی طرح وضو کرے پھر وہ پانچ نمازیں پڑھے تو اس کے گناہ اس طرح گرتے ہیں جیسا کہ یہ پتے گر رہے ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے یہی مذکورہ آیت تلاوت فرمائی (3)۔

ابن جریر، طبرانی اور ابن مردویہ نے ابو مالک اشعری سے یہ قول بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نمازوں کو ان کے درمیانی وقت میں ہونے والے گناہوں کا کفارہ بنا دیا گیا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ (4)

امام احمد اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر نماز اپنے سامنے والے گناہوں کو گرا دیتی ہے (یعنی نماز کی ادائیگی سے قبل بندے سے جو گناہ صادر ہوتے ہیں نماز انہیں ساقط کر دیتی ہے) (5)

امام احمد، بزار، ابو یعلی، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے صحیح سند کے ساتھ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا، آپ وضو فرما رہے تھے پھر آپ نے فرمایا: جس نے میرے اس وضو کی طرح وضو کیا پھر کھڑا ہوا اور نماز ظہر پڑھی۔ تو ظہر اور صبح کی نماز کے دوران جو گناہ اس سے ہوئے وہ بخش دیئے گئے۔ پھر اس نے عصر کی نماز پڑھی تو ظہر اور عصر کے درمیان ہونے والے گناہ معاف کر دیئے گئے۔ پھر اس نے مغرب کی نماز ادا کی۔ تو مغرب اور عصر کے درمیان ہونے والے گناہ معاف کر دیئے گئے پھر اس نے عشا کی نماز پڑھی تو مغرب اور عشاء کے درمیان جو گناہ ہوئے وہ معاف کر دیئے گئے پھر وہ رات گزارتا ہے اور اپنی رات میں طرح طرح کے غلط کام کرتا

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 164، بیروت
2۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 63-162
3۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 159
4۔ ایضاً
5۔ مسند امام احمد، جلد 5، صفحہ 413، دار صادر بیروت

ہے پھر اگر وہ اٹھے، وضو کرے اور صبح کی نماز پڑھے تو صبح اور عشاء کی نماز کے درمیان جو گناہ اس سے صادر ہوئے وہ معاف کر دیئے جائیں گے(1)۔ یہی وہ نیکیاں ہیں جو گناہوں کو مٹا دیتی ہیں۔ لوگوں نے کہا: اے عثمان! یہ نیکیاں ہیں تو باقیات کیا ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: باقیات سے مراد لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، سُبْحَانَ اللّٰهِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ، اللّٰهُ اَكْبَرُ اور لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ پڑھنا ہے۔

امام بخاری، مسلم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہارا کیا خیال ہے اگر تم میں سے کسی کے دروازے پر نہر ہو وہ اس میں ہر روز پانچ مرتبہ غسل کرتا ہو۔ تو کیا اس (کے بدن پر) میل کچیل میں سے کوئی شے باقی رہے گی؟ صحابہ کرام نے عرض کی: نہیں۔ یارسول اللہ ﷺ۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اسی طرح پانچ نمازیں ہیں، اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ گناہوں اور خطاؤں کو مٹا دیتا ہے(2)۔

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ برائی کو برائی سے نہیں مٹاتا۔ البتہ برائی کو نیکی سے مٹا دیتا ہے(3)۔

امام حکیم ترمذی، طبرانی اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ میں نے کوئی شے نہیں دیکھی جو پرانی برائی کی جگہ نئی نیکی سے بڑھ کر طلب اور ادراک کے اعتبار سے زیادہ حسین ہو۔ کیونکہ ارشاد ربانی ہے اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ۔(4)

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے آپ سے فرمایا: اے معاذ! برائی کے پیچھے نیکی کرو اسے مٹا دے گی(5)۔

امام احمد، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے الاسماء والصفات میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ مجھے نصیحت فرمایئے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے ڈر جب تجھ سے برا عمل صادر ہو جائے تو اس کے پیچھے نیک عمل کر۔ وہ اسے ختم کر دے گا۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ کیا لا الہ الا اللہ حسنات (نیکیوں) میں سے ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا "ھی افضل الحسنات" یہ تو سب سے افضل نیکی ہے(6)۔

امام ابویعلی رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ رات یا دن کی کسی ساعت میں جب بندہ لا الہ الا اللہ کہے، تو وہ نامہ اعمال سے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کی مثل نیکیاں وہاں لکھ دی جاتی ہیں(7)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 158، بیروت
2۔ صحیح مسلم، باب المشی الی الصلوٰۃ تمحی بہ الخطایا، جلد 6-5، صفحہ 45-144 بیروت
3۔ مسند امام احمد، جلد 1، صفحہ 387، دار صادر بیروت
4۔ نوادر الاصول، باب فی الحسنۃ الحسنۃ والذنب القدیم، صفحہ 238، بیروت
5۔ مسند امام احمد، جلد 5، صفحہ 228، دار صادر بیروت
6۔ ایضاً، جلد 5، صفحہ 169
7۔ مسند ابویعلی، جلد 3، صفحہ 272

امام بزار نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ ایک آدمی نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ میں نے چھوٹی بڑی کوئی ضرورت نہیں چھوڑی۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تو شہادت دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں؟ اس نے عرض کی: جی ہاں، تو آپ ﷺ نے فرمایا بے شک یہ اسی (نظریہ) پر اٹھے گا۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو آدمی گناہوں کے پیچھے نیکیاں کرتا ہے اس کی مثال اس آدمی کی طرح ہے جس (کے جسم) پر لوہے کی تنگ زرہ ہو۔ قریب ہے کہ وہ اس کا گلا گھونٹ دے گی پس جب اس نے وہ نیک عمل کیا تو اس نے اس کی ایک گرہ کھول دی یہاں تک کہ وہ اس کی ساری کی ساری گرہیں کھول دے گا۔

امام طبرانی رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے: بے شک نماز حسنات میں سے ہے اور پہلی نماز سے لے کر عصر کی نماز تک جو گناہ ہوئے ان کا کفارہ نماز عصر ہے، نماز عصر سے لے کر نماز مغرب کے درمیان جو ہوا اس کا کفارہ نماز مغرب ہے اور مغرب اور عشاء کے درمیان کا کفارہ نماز عشاء ہے۔ پھر بندۂ مسلم اپنے بستر پر اس حال میں پناہ لیتا ہے کہ اس کے ذمے کوئی گناہ نہیں ہوتا، جب کہ کبیرہ گناہوں سے اجتناب کیا جائے۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ۔(1)

امام طبرانی رحمہ اللہ نے الاوسط اور الصغیر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز ادا کی۔ ایک آدمی کھڑا ہوا اور اس نے بات دوبارہ کہی۔ تو حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کیا تو نے ہمارے ساتھ یہ نماز نہیں پڑھی ہے اور تو نے اس کے لیے اچھے طریقے سے وضو نہیں کیا تھا؟ اس نے عرض کی: کیوں نہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ یہی اس کا کفارہ ہے(2)۔

امام مالک اور ابن حبان رحمہما اللہ نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: میں تمہیں ضرور برضرور ایک حدیث بتاؤں گا۔ اگر کتاب میں یہ آیت نہ ہوتی تو میں تمہیں وہ حدیث نہ بتاتا۔ پھر فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ کوئی آدمی بھی نہیں جو وضو کرتا ہو اور خوب اچھے طریقے سے کرتا ہو پھر وہ پورے خشوع وخضوع کے ساتھ نماز پڑھتا ہو مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کے اور دوسری نماز کے درمیان جو گناہ ہوتے ہیں ان کی مغفرت فرما دیتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ (دوسری نماز) پڑھ لیتا ہے۔ حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس کے بارے میرا خیال یہ ہے کہ آپ کی مراد یہ آیت ہے وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَیِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّیْلِ ؕ اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ۔(3)

امام ابن حبان رحمہ اللہ نے حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا: اور عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ میں حد تک پہنچ گیا ہوں پس آپ اسے مجھ پر نافذ کیجئے (یعنی مجھ سے ایسا فعل

1۔ معجم کبیر، جلد 9، صفحہ 49-148، مکتبۃ العلوم والحکم بغداد 2۔ معجم صغیر، جلد 2، صفحہ 53-52

3۔ الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان، باب فضل الوضو، جلد 3، صفحہ 316، بیروت

صادر ہوا ہے جس کی وجہ سے حد شرعی لازم ہو جاتی ہے) تو آپ ﷺ نے اس سے اعراض فرمالیا۔ پھر نماز کھڑی ہوگئی۔ پس جب آپ ﷺ نے سلام پھیرا تو اس نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ بے شک میں نے حد کا ارتکاب کیا ہے سو آپ اسے مجھ پر قائم کیجئے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تو نے وضو کیا ہے اور پھر تو آیا ہے؟ اس نے عرض کی: ہاں۔ پھر آپ نے فرمایا: کیا تو نے ہمارے ساتھ نماز پڑھی ہے؟ اس نے جواباً عرض کی: ہاں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: پس تو چلا جا۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے تیری مغفرت فرمادی ہے(1)۔

امام احمد، بخاری اور مسلم رحمہم اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ میں حضور نبی کریم ﷺ کے پاس تھا۔ تو ایک آدمی آپ کے پاس آیا اور اس نے کہا: یارسول اللہ! ﷺ بے شک میں حد میں واقع ہوگیا ہوں سو آپ اسے مجھ پر قائم کیجئے۔ تو آپ ﷺ نے اس کے بارے اس سے کوئی سوال نہیں کیا۔ نماز کا وقت ہوگیا اور اس نے حضور نبی کریم ﷺ کی معیت میں نماز پڑھی۔ پس جب آپ نماز مکمل کر چکے تو ایک آدمی کھڑا ہوا اور اس نے کہا: یارسول اللہ! ﷺ بے شک میں حد میں واقع ہوگیا ہوں۔ سو آپ کتاب اللہ کا فیصلہ مجھ پر نافذ کیجئے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تو نے ہمارے ساتھ نماز نہیں پڑھی ہے؟ اس نے عرض کی: ہاں۔ تو فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے تیرے لیے تیرا گناہ معاف فرما دیا ہے(2)(الف)۔

بزار، ابویعلی، محمد بن نصر اور ابن مردویہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: پانچ نمازوں کی مثال اس نہر کی طرح ہے جو تم میں سے کسی کے دروازے پر میٹھے پانی سے بھر کر جاری ہو اور وہ ہر روز اس میں پانچ مرتبہ غسل کرتے ہو۔ تو کیا میل کچیل میں سے کوئی اس میں باقی رہے گی؟ فرمایا میل کچیل اس کے گناہ ہیں(3)۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے حدیث طیبہ بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک پانچ نمازوں کی مثال اس نہر کی طرح ہے جو تم میں سے کسی کے دروازے پر جاری ہو اور وہ اس میں ہر روز پانچ مرتبہ غسل کرتا ہو(4)۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک پانچ نمازوں کی مثال اس نہر کی طرح ہے جو تم میں سے کسی کے دروازے کے سامنے سے گزر رہی ہو اور وہ اس میں ہر روز پانچ مرتبہ غسل کرتا ہو۔ تو میل کچیل میں سے کوئی شے اس پر باقی نہیں رہے گی(5)۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت عبید بن عمیر رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پانچ نمازوں کی مثال تم میں سے کسی کے دروازے کے سامنے سے گزرنے والی نہر کی طرح ہے جس میں وہ ہر روز پانچ مرتبہ

1۔ الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان، باب فضل الصلوات، جلد 5، صفحہ 16-15، بیروت
2۔ صحیح مسلم مع شرح نووی، باب ان الحسنات یذھبن السیئات، جلد 17، صفحہ 68-67، دارالکتب العلمیہ بیروت
3۔ مسند ابویعلی، جلد 3، صفحہ 370، دارالکتب العلمیہ بیروت 4۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 2، صفحہ 160، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ 5۔ ایضاً

(الف) دیگر روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان روایات میں حد کے ارتکاب سے مراد فعل زنا کا ارتکاب نہیں۔ بلکہ فقط بوس وکنار ہے۔ تب ہی آپ ﷺ نے اس پر حد زنا جاری نہیں کی بلکہ یہ ارشاد فرمایا۔ کہ ہمارے ساتھ نماز پڑھنے سے تجھے حد یا گناہ سے پاک کر دیا گیا ہے۔ واللہ اعلم

غسل کرتا ہوں۔ تو کیا کوئی میل اس پر باقی رہ جائے گی (1)۔

امام احمد، ابن خزیمہ، محمد بن نصر، طبرانی نے الاوسط میں، حاکم اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں صحیح سند کے ساتھ حضرت عامر بن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ میں نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ اور حضور نبی کریم ﷺ کے اصحاب میں سے کئی لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ مقدس میں دو بھائی تھے۔ ان میں سے ایک دوسرے سے افضل تھا۔ پس ان میں سے جو افضل تھا وہ فوت ہو گیا۔ اور اس کے بعد دوسرا چالیس برس تک زندہ رہا۔ پھر وہ بھی فوت ہو گیا، تو رسول اللہ ﷺ کے سامنے دوسرے پر پہلے کی فضیلت کا ذکر کیا گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا وہ نماز نہیں پڑھتا تھا؟ لوگوں نے عرض کی: کیوں نہیں یا رسول اللہ! ﷺ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ کیا تم اسے جانتے ہو جو (اجر) اس کی نماز نے اسے عطا کیا ہے؟ پھر اس وقت آپ ﷺ نے فرمایا: بے شک نمازوں کی مثال اس نہر کی طرح ہے جو میٹھے پانی سے بھری ہوئی ہو تم میں سے کسی کے دروازے پر جاری ہو اور وہ ہر روز اس میں پانچ مرتبہ غسل کرتا ہو۔ تو کیا تم دیکھتے ہو کہ اس پر کوئی میل کچیل باقی رہ جائے گی (2)؟

امام طبرانی رحمہ اللہ نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے حدیث طیبہ نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پانچ نمازوں کی مثال میٹھے پانی کی نہر کی طرح ہے جو تم میں سے کسی کے دروازے کے پاس سے گزر رہی ہو اور وہ ہر روز اس میں پانچ بار غسل کرتا ہو، تو کیا اس پر کوئی میل کچیل باقی رہے گی (2)؟

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے میں کوئی نماز نہیں پڑھتا مگر میں یہ امید رکھتا ہوں کہ وہ اپنے سامنے والی (لغزشوں) کا کفارہ ہوگی۔

امام احمد اور طبرانی رحمہما اللہ نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کوئی مسلمان آدمی نہیں ہے کہ اس پر فرض نماز کا وقت ہو جائے وہ اٹھے اور وضو کرے اور خوب اچھی طرح وضو کرے اور پھر نماز پڑھے اور خوب خشوع و خضوع کے ساتھ نماز پڑھے مگر یہ کہ جو گناہ اس سے اس نماز اور اس سے پہلے والی نماز کے درمیان صادر ہوئے وہ معاف کر دیئے جاتے ہیں (4)۔

امام بزار اور طبرانی رحمہما اللہ نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے حدیث طیبہ بیان کی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ پانچ نمازیں اپنے درمیان ہونے والے گناہوں کا کفارہ ہیں۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تیرا کیا خیال ہے کہ اگر ایک آدمی کارخانے میں کام کرتا ہو اور اس کے گھر اور کارخانے کے درمیان پانچ نہریں ہوں۔ پس جب وہ کارخانے میں آئے اس میں جو اللہ تعالیٰ چاہے وہ کام کرے اور اس کے جسم پر میل کچیل یا پسینہ لگ جائے اور جب بھی وہ نہر کے پاس سے گزرے تو اس میں غسل کرے کیا میل کچیل میں سے کوئی شے اس پر باقی رہے گی؟ پس اسی طرح نماز ہے

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 2، صفحہ 160، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ 2۔ مستدرک حاکم، باب فضل الصلوات الخمس، جلد 1، صفحہ 316، بیروت
3۔ معجم کبیر، جلد 8، صفحہ 164، مکتبۃ العلوم والحکم بغداد 4۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 266

کہ جب بھی کسی نے گناہ کا عمل کیا پھر نماز پڑھی اور دعا کی اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کی تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے اس سے پہلے والے گناہ معاف فرما دیتا ہے(1)۔

امام بزار رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: پانچ نمازیں اور ایک جمعہ دوسرے جمعہ تک اپنے درمیان ہونے والے گناہوں کا کفارہ ہیں جب کہ کبیرہ گناہوں سے اجتناب کیا جائے۔

امام طبرانی رحمہ اللہ نے الاوسط اور الصغیر میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ ہے جو ہر نماز کے وقت پکار کر کہتا ہے اے آدم کی اولاد! اٹھو اپنی اس آگ کی طرف جسے تم نے اپنے آپ کے لیے روشن کیا ہے پس اسے بجھا دو(2)۔

امام طبرانی رحمہ اللہ نے الکبیر میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر نماز کے وقت ایک ندا دینے والا بھیجا جاتا ہے اور وہ آ کر کہتا ہے اے اولاد آدم! اٹھو اور اپنے سے اس آگ کو بجھا دو جو تم نے اپنے نفسوں پر جلا رکھی ہے پس وہ اٹھتے ہیں اور خوب طہارت حاصل کرتے ہیں (وضو) اور نماز ادا کرتے ہیں تو ان کے وہ گناہ جو دو نمازوں کے درمیان ہوتے ہیں انہیں معاف کر دیا جاتا ہے۔ پس جب عصر کی نماز کا وقت ہوتا ہے تو پھر اسی طرح ہوتا ہے پھر جب مغرب کی نماز کا وقت آتا ہے تو پھر اسی طرح ہوتا ہے اور جب عشاء کی نماز کا وقت ہوتا ہے تو پھر بھی اسی طرح ہوتا ہے نتیجۃً وہ سوتے ہیں اس حال میں کہ ان کی مغفرت ہو چکی ہوتی ہے۔ پس وہ عمل خیر میں رات گزارتا ہے یا عمل شر میں رات بسر کرتا ہے(3)۔

امام طبرانی رحمہ اللہ نے حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ فرض نماز دوسری نماز تک اپنے سے پہلے ہونے والے گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہے۔ اور ایک جمعہ دوسرے جمعہ تک ان گناہوں کو مٹا دیتا ہے جو اس سے پہلے صادر ہوں۔ اور رمضان المبارک کا مہینہ دوسرے رمضان المبارک تک اپنے سے پہلے ہونے والے گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے اور ایک حج دوسرے حج تک اپنے سے پہلے گناہوں کو ختم کر دیتا ہے(4)۔

امام طبرانی رحمہ اللہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پانچ نمازیں اور جمعہ دوسرے جمعہ تک اپنے درمیان ہونے والے گناہوں کے لیے کفارہ ہیں جب کہ کبائر سے اجتناب کیا جائے(5)۔

امام بزار اور طبرانی رحمہ اللہ نے حضرت سلیمان فارسی رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مسلمان نماز پڑھتا ہے اور اس کے گناہ اس کے سر پر بوجھ ہوتے ہیں جب بھی وہ سجدہ کرتا ہے تو اس سے گناہ گر جاتے ہیں۔ پس وہ اپنی نماز سے اس حال میں فارغ ہوتا ہے کہ اس سے اس کے گناہ گر چکے ہوتے ہیں(6)۔

1۔ معجم کبیر، جلد 8، صفحہ 38-37، مکتبۃ العلوم والحکم بغداد
2۔ معجم صغیر، جلد 2، صفحہ 130، بیروت
3۔ معجم کبیر، جلد 10، صفحہ 75-174، مکتبۃ العلوم والحکم بغداد
4۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 261
5۔ مجمع الزوائد، باب فضل الصلوٰۃ ومحقھا للدم، جلد 2، صفحہ 37، دار الفکر بیروت
6۔ معجم کبیر، جلد 6، صفحہ 250

امام طبرانی رحمہ اللہ نے الاوسط میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بے شک بندہ جب کھڑے ہو کر نماز پڑھتا ہے تو اس کے گناہ اس کی گردن پر جمع ہو جاتے ہیں اور جب وہ رکوع کرتا ہے تو وہ بکھر جاتے ہیں(1)۔

امام طبرانی رحمہ اللہ نے الاوسط میں حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ میں نے حضور نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جو مسلمان بھی گناہ کرتا ہے پھر وضو کرتا ہے اور پھر دو رکعت یا چار رکعتیں فرض یا غیر فرض نماز ادا کرتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرما دیتا ہے(2)۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت سلیمان رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ پانچ نمازیں اپنے درمیان ہونے والے گناہوں کے لیے کفارہ ہیں جب کہ کبائر سے اجتناب کیا جائے(3)۔

ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے موقوف اور بزار اور طبرانی نے آپ سے ہی مرفوع روایت نقل کی ہے کہ آپ نے فرمایا: فرض نمازیں اپنے درمیان ہونے والے گناہ کے لیے کفارہ ہیں جب کہ کبائر سے اجتناب کیا جائے(4)۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ پانچ نمازوں کی مثال اس نہر کی طرح ہے جو تم میں سے کسی کے دروازے کے سامنے سے گزر رہی ہو اور وہ ہر روز اس سے پانچ مرتبہ غسل کرتا ہو۔ تو کیا اس کے بعد اس پر کوئی میل کچیل باقی رہے گی(5)۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ پانچ نمازوں کی مثال اس آدمی کی طرح ہے جس کے دروازے پر نہر ہو اور وہ ہر روز اس سے پانچ مرتبہ غسل کرتا ہو۔ تو کیا اس طرح اس پر کوئی میل کچیل باقی رہے گی؟(6)

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ہر عیب اور گالی کا کفارہ دو رکعتیں ہیں(7)۔

ابن ابی شیبہ اور طبرانی نے الکبیر میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ وہ جلتے رہتے ہیں اور جب وہ ظہر کی نماز پڑھتے ہیں تو وہ اسے دھوڈالتی ہے۔ پھر وہ جلتے رہتے ہیں اور جب عصر کی نماز پڑھتے ہی تو وہ اسے دھوڈالتی ہے۔ پھر جلتے ہیں اور جب مغرب کی نماز پڑھتے ہیں تو وہ اسے دھوڈالتی ہے یہاں تک کہ آپ نے تمام نمازوں کا ذکر کیا(8)۔

امام طبرانی رحمہ اللہ نے الاوسط اور الصغیر میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم جلتے رہتے ہو۔ اور جب تم صبح کی نماز پڑھتے ہو تو وہ اس (جلن) کو دھوڈالتی ہے پھر تم جلتے رہتے ہو اور جب ظہر کی نماز پڑھتے ہو تو وہ اسے دھوڈالتی ہے، پھر تم جلنا شروع کر دیتے ہو اور جب عصر کی نماز پڑھتے ہو تو وہ اسے دھوڈالتی ہے۔ پھر تم جلنا شروع کر دیتے ہو اور جب تم مغرب کی نماز پڑھتے ہو تو وہ اسے دھوڈالتی ہے۔ پھر تم جلنے لگتے ہو اور جب عشاء

1۔ مجمع الزوائد، جلد 2، صفحہ 37
2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 38
3۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 2، صفحہ 159، مدینہ منورہ
4۔ ایضاً
5۔ ایضاً
6۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 160
7۔ ایضاً
8۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 160

WWW.NAFSEISLAM.COM

کی نماز پڑھتے ہو تو وہ اسے دھوڈالتی ہے۔ پھر تم سو جاتے ہو اور پھر تمہارے بیدار ہونے تک کچھ نہیں لکھا جاتا(1)۔

امام احمد رحمہ اللہ نے الزہد میں حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ سے یہ بیان کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: پرانے گناہوں کی جانب نئی نیکیوں کے ساتھ جلدی کرلو۔ پس اگر تم میں سے کسی نے اتنے گناہ کیے جتنا کہ زمین وآسمان کے درمیان خلا ہے۔ پھر اس نے نیک عمل کیا۔ تو بالیقین وہ اس کے گناہوں پر بلند ہوگا یہاں تک کہ ان پر غالب آجائے گا(2)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ پرانی برائیوں کے خلاف نئی نیکیوں سے مدد طلب کرو۔ بے شک تم ہرگز کوئی ایسی شے نہیں پاؤ گے جو نئی نیکی سے بڑھ کر پرانی برائی کو ختم کرنے والی ہو اور اس کی تصدیق کتاب اللہ میں بھی ہے کہ اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِیْنَ کے تحت کہا ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو خوشحالی اور تنگ دستی میں، قحط سالی اور شادابی میں اور عافیت اور مصیبت میں (یعنی ہر قسم کے حالات میں) اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے حضرت ابن جریر رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے جس آدمی کا میلان ایسی ذاکر عورت کی جانب ہو تو اس کے لیے یہ ارشاد ہے: ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِیْنَ۔

فَلَوْلَا كَانَ مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْ قَبْلِكُمْ اُولُوْا بَقِیَّةٍ یَّنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ فِی الْاَرْضِ اِلَّا قَلِیْلًا مِّمَّنْ اَنْجَیْنَا مِنْهُمْ ۚ وَ اتَّبَعَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مَاۤ اُتْرِفُوْا فِیْهِ وَ كَانُوْا مُجْرِمِیْنَ ﴿۱۱۶﴾

''تو کیوں ایسا نہ ہوا کہ ان امتوں میں جو تم سے پہلے گزری ہیں ایسے زیرک لوگ ہوتے جو روکتے زمین میں فتنہ و فساد برپا کرنے سے مگر وہ قلیل تھے جنہیں ہم نے نجات دی تھی ان سے اور پیچھے پڑے رہے ظالم اس عیش و طرب کے جس میں وہ تھے اور وہ مجرم تھے''۔

امام ابن مردویہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مذکورہ آیت مجھے پڑھائی۔

حضرت ابن ابی مالک رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ فَلَوْلَا بمعنی فھلا ہے (یعنی کیوں نہیں)

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے اس آیت میں فرمایا: تم سے پہلے نہیں ہوئے جو زمین میں فساد برپا کرنے سے روکتے مگر وہ تھوڑے تھے(3)۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ اِلَّا قَلِیْلًا مِّمَّنْ اَنْجَیْنَا مِنْهُمْ یعنی اللہ تعالیٰ انہیں

1۔ معجم اوسط، جلد 3، صفحہ 20-119، دارالمعارف الریاض 2۔ کتاب الزہد، صفحہ 230، بیروت

3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 165، داراحیاء التراث العربی بیروت

ہر قوم سے قلیل قرار دے رہا ہے۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیان کیا ہے کہ وَاتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَآ اُتْرِفُوْا فِيْهِ اور پیچھے پڑے رہے ظالم اس عیش وطرب کے جس میں وہ اپنی ملکیت اپنے جبر اور حق کو چھوڑنے کی صورت میں تھے(1)۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ کی سند سے یہ بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اُتْرِفُوْا فِيْهِ کا معنی ہے۔ جس میں انہوں نے دیکھا(2)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ وَاتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَآ اُتْرِفُوْا فِيْهِ کی تفسیر میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے بیان فرمایا (پیچھے پڑے رہے ظالم اس عیش وطرب کے جس میں وہ اپنی دنیا میں سے تھے۔ بے شک اس دنیا نے بہت سے لوگوں کے ساتھ عقد کیا اور انہیں اپنی آخرت سے غافل کر دیا۔

وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا مُصْلِحُوْنَ ﴿۱۱۷﴾

''اور آپ کا رب ایسا نہیں کہ برباد کر دے بستیوں کو ظلم سے حالانکہ ان میں بسنے والے نیکوکار ہوں''۔

امام طبرانی، ابو الشیخ، ابن مردویہ اور دیلمی نے جریر رحمہم اللہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ آپ ﷺ سے مذکورہ آیت کی تفسیر کے بارے سوال کیا گیا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وَّاَهْلُهَا مُصْلِحُوْنَ کا معنی ہے کہ ان میں بسنے والے ایک دوسرے سے انصاف کرتے ہوں(3)۔

امام ابن ابی حاتم اور خرائطی رحمہما اللہ نے مساوی الاخلاق میں اسے حضرت جریر رحمہ اللہ سے موقوف روایت کیا ہے۔

وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ ﴿۱۱۸﴾
اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ ؕ وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ ؕ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَاَمْلَـَٔنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۱۹﴾

''اور اگر چاہتا آپ کا رب تو بنا دیتا سب لوگوں کو ایک ہی امت (لیکن حکمت کا یہ تقاضا نہیں اس لیے) وہ ہمیشہ آپس میں اختلاف کرتے رہیں گے۔ مگر وہ جن پر آپ کے رب نے رحم فرمایا (وہ اس فتنہ سے محفوظ رہیں گے) اور اسی (رحمت) کے لیے انہیں پیدا فرمایا ہے۔ اور پوری ہوگئی آپ کے رب کی (یہ) بات کہ میں ضرور بھر دوں گا جہنم کو جن وانسان (دونوں) سے''۔

ابن ابی حاتم نے حضرت ضحاک سے بیان کیا ہے کہ اُمَّةً وَّاحِدَةً کا مفہوم ہے ایک ہی دین رکھنے والے، اہل ضلالت یا ہدایت پانے والے (یعنی اگر آپ کا رب چاہتا تو سب لوگوں کو ایک ہی دین کا پیروکار بنا دیتا، گمراہ کر دیتا یا ہدایت یافتہ بنا دیتا)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 166، بیروت 2۔ ایضاً 3۔ الفردوس بماثور الخطاب، جلد 4، صفحہ 414، مکہ مکرمہ

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ وَّلَا یَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِیْنَ کا معنی ہے اہل حق اور اہل باطل ہمیشہ آپس میں اختلاف کرتے رہیں گے۔ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ یعنی اہل حق اور وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ کا معنی ہے اور اسی رحمت کے لیے تو اہل حق کو پیدا فرمایا ہے۔

امام عبدالرزاق اور ابن منذر رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بیان کیا ہے کہ وَّلَا یَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِیْنَ ۙ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ وہ ہمیشہ آپس میں اختلاف کرتے رہیں گے مگر وہ جو اس کی رحمت کے اہل ہیں بے شک وہ اختلاف نہیں کریں گے(1)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت میں فرمایا: وہ ہمیشہ خواہش میں اختلاف کرتے رہیں گے۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ وَّلَا یَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِیْنَ کا مفہوم ہے یہودی، عیسائی، مجوسی اور دین ابراہیمی کے پیروکار ہمیشہ اختلاف کرتے رہیں گے اور وہ جن پر آپ کے رب نے رحم فرمایا وہ حنیفیہ یعنی دین ابراہیم علیہ السلام کے پیروکار ہیں(2)۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے اس آیت کے ضمن میں یہ قول نقل کیا ہے کہ لوگ مختلف دینوں پر اختلاف کرتے رہیں گے مگر جن پر آپ کے رب نے رحم فرمایا وہ اختلاف نہیں کریں گے اور وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ کے بارے فرمایا: کہ اسی اختلاف کے لیے انہیں اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا(3)۔

امام ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ تفسیر نقل کی ہے کہ اہل باطل ہمیشہ اختلاف کرتے رہیں گے سوائے اہل حق کے جن پر آپ کے رب نے رحم فرمایا: اور اسی رحمت کے لیے انہیں پیدا فرمایا(4)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ لوگ مذہبوں کا اختلاف ہمیشہ کرتے رہیں گے سوائے اہل قبلہ کے جن پر تیرے رب نے رحم فرمایا اور اسی رحمت کے لیے انہیں پیدا فرمایا۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے کہ اس آیت کی تفسیر میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی رحمت کے اہل اہل جماعت ہیں۔ اگرچہ ان کے شہر اور ان کے بدن متفرق ہوں اور اس کی نافرمانی کرنے والے فرقہ پرست ہیں۔ اگرچہ ان کے بدن اکٹھے اور یکجا ہوں۔ وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ اسی رحمت اور عبادت کے لیے انہیں پیدا فرمایا اور انہیں اختلاف کے لیے پیدا نہیں کیا۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ کے ضمن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے دو گروہ پیدا فرمائے۔ ایک فریق جس پر رحم کیا جائے گا اور وہ اختلاف نہیں کرے گا۔ اور دوسرا جس پر رحم

1۔ تفسیر عبدالرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 203، دارالکتب العلمیہ بیروت 2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 167، بیروت
3۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 70-168 4۔ ایضاً

نہیں کیا جائے گا اور وہ اختلاف کرے گا۔ اسی طرح یہ ارشاد بھی ہے فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَسَعِيدٌ (ہود:105)(1)

امام ابن منذر نے قریش سے یہ قول بیان کیا ہے کہ میں عمرو بن عبید کے پاس تھا۔ پس دو آدمی آئے اور دونوں بیٹھ گئے۔ پھر انہوں نے کہا: اے ابا عثمان! حضرت حسن رضی اللہ عنہ اس آیت کے بارے میں کیا کہتے ہیں وَلَا يَزَالُونَ مُخْتَلِفِينَ ۝ إِلَّا مَنْ رَحِمَ رَبُّكَ ۚ وَلِذَٰلِكَ خَلَقَهُمْ تو آپ نے فرمایا: وہ فرماتے ہیں فَرِيقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيقٌ فِي السَّعِيرِ ۝ (الشوریٰ:7) ''اس دن) ایک فریق جنت میں اور دوسرا فریق بھڑکتی آگ میں ہوگا''۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ وَلِذَٰلِكَ خَلَقَهُمْ کے تحت حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے انہیں جنت کے لیے اور انہیں آتش جہنم کے لیے پیدا کیا اور انہیں اپنی رحمت کے لیے اور انہیں اپنے عذاب کے لیے پیدا کیا(2)۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابن نجیح رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ دو آدمی باہم جھگڑتے ہوئے حضرت طاؤس کے پاس گئے اور ان دونوں کا آپ کے بارے اختلاف ہو گیا۔ تو آپ نے فرمایا: تم دونوں نے میرے بارے میں اختلاف کیا ہے تو ان میں سے ایک نے کہا: اسی لیے ہم پیدا کیے گئے ہیں۔ آپ نے فرمایا: تو نے جھوٹ کہا ہے۔ تو اس نے کہا: کیا اللہ تعالیٰ نہیں فرماتا ہے وَلَا يَزَالُونَ مُخْتَلِفِينَ ۝ إِلَّا مَنْ رَحِمَ رَبُّكَ ۚ وَلِذَٰلِكَ خَلَقَهُمْ۔ تو آپ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے انہیں رحمت اور جماعت کے لیے پیدا فرمایا ہے۔

وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنبَاءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهِ فُؤَادَكَ ۚ وَجَاءَكَ فِي هَٰذِهِ الْحَقُّ وَمَوْعِظَةٌ وَذِكْرَىٰ لِلْمُؤْمِنِينَ ۝١٢٠

''اور یہ سب جو ہم بیان کرتے ہیں آپ سے پیغمبروں کی سرگزشتیں یہ اس لیے ہیں کہ پختہ کر دیں ان سے آپ کے قلب (مبارک) کو۔ اور آیا ہے آپ کے پاس اس سورت میں حق اور یہ نصیحت اور یاد دہانی ہے اہل ایمان کے لیے''۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابو الشیخ رحمہم اللہ اس آیت کے ضمن میں حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے تا کہ آپ جان لیں اے محمد! ﷺ جو کچھ آپ سے پہلے انبیاء علیہم السلام کو ان کی امتوں کی جانب سے پیش آیا(3)۔

عبد الرزاق، فریابی، سعید بن منصور، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ اور ابن مردویہ نے کئی طرق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ وَجَاءَكَ فِي هَٰذِهِ الْحَقُّ کا معنی ہے۔ اور آپ کے پاس اسی سورۃ میں حق آیا ہے(4)۔

امام ابن جریر، ابو الشیخ اور ابن مردویہ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے بھی یہی معنی بیان کیا ہے(5)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 170، بیروت
2۔ ایضاً
3۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 172
4۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 173
5۔ ایضاً

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح بیان کیا ہے۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے یہ معنی بیان کیا ہے کہ آپ کے پاس اس دنیا میں حق آیا ہے(1)۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت سعید رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت قتادہ رحمہ اللہ اس سورت میں کہا کرتے تھے اور حضرت حسن رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ دنیا میں آپ کے پاس حق آیا ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابورجاء رحمہ اللہ کی سند سے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے یہ معنی بیان کیا ہے کہ آپ کے پاس اس سورت میں حق آیا ہے۔

وَ قُلْ لِّلَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنَّا عٰمِلُوْنَ ﴿۱۲۱﴾ وَ انْتَظِرُوْا ۚ اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ ﴿۱۲۲﴾ وَ لِلّٰهِ غَیْبُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اِلَیْهِ یُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ فَاعْبُدْهُ وَ تَوَكَّلْ عَلَیْهِ ؕ وَ مَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۳﴾

''اور آپ فرما دیجئے انہیں جو ایمان نہیں لائے کہ تم عمل کرتے رہو اپنی جگہ پر اور ہم (اپنے طور پر) عمل پیرا ہیں اور تم بھی انتظار کرو ہم بھی منتظر ہیں اور اللہ ہی کے لیے ہیں چھپی ہوئی چیزیں آسمانوں کی اور زمین کی اور اسی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں سارے کام۔ تو آپ بھی اسی کی عبادت کیجئے اور اسی پر بھروسہ رکھیے اور نہیں ہے آپ کا رب بے خبر اس سے جو تم لوگ کرتے ہو''۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ مَكَانَتِكُمْ بمعنی منازلکم ہے۔ یعنی تم اپنی منازل پر عمل کرتے ہو۔

امام ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ وہ وَ انْتَظِرُوْا ۚ اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ کے تحت بیان کرتے ہیں کہ تم شیطان کے وعدوں کا انتظار کرو اس سے بچو جو وہ تمہارے لیے آراستہ کر کے تم پر پیش کرتا ہے۔ وَ اِلَیْهِ یُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ کی تفسیر میں فرمایا۔ پس وہی ان کے درمیان اپنے حکم سے عدل کا فیصلہ فرمائے گا(2)۔

امام عبداللہ بن احمد نے زوائد الزہد میں، ابن ضریس نے فضائل القرآن میں، ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ تورات کا آغاز اس سے ہے جس سے سورۃ الانعام کا آغاز ہوا ہے اور تورات کا خاتمہ سورۃ ہود کے خاتمہ کی طرح ہے: وَ لِلّٰهِ غَیْبُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ۔ الیٰ قولہ۔ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ۔(3)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 174، دار احیاء التراث العربی بیروت 2۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 175-76 3۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 176